مہتاب داغ
نواب فصیح الملک بہادر
حضرت داغ دہلوی
کتابی دُنیا دہلی

مہتابِ داغ

MEHTAB-E- DAGH

(Urdu Poetry)

by

Nawab Fasihul Mulk Bahadur

HAZRAT DAGH DEHLVI

Year of Edition 2002

ISBN-81-87666-14-5

Price. Rs. 200/=

نام کتاب .... مہتاب داغ

مصنف .... نواب فصیح الملک بہادر حضرت داغ دہلوی

سن اشاعت ۲۰۰۲ء

قیمت .... ۲۰۰ روپے

مطبع .... کاک پرنٹرس، دہلی

Published by:

Kitabi Duniya

1955 T.Gate, Delhi-6 (INDIA)

E -mail kitabiduniya@rediffmail.com

۱

میں کلمہ گو ہوں خاصِ خدا و رسول کا — آتا ہے بام عرش سے مژدہ قبول کا

وہ پاک، بے نیاز، تجسم سے ہے بری — محتاج فوق و تحت، نہ وہ عرض و طول کا

انسان سے بیان ہوں کیوں کر صفات ذات — ایسا کہاں ہے ذہن ظلوم و جہول کا

دونوں جہاں میں بوئے محمدؐ ہے عطر بیز — کونین میں ہے رنگ فقط ایک پھول کا

صلی علیٰ! ہے نام محمدؐ میں کیا اثر — درماں دل علیل و حزین و ملول کا

طاعت خدا کی اور اطاعت رسول کی — یہ ہے طریق، دولت دیں کے حصول کا

یہ داغ ہے صحابہ عظام کا
یہ داغ جاں نثار ہے آل رسول کا

۲

یارب ہے بخش دینا بندے کو کام تیرا — محروم رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا

جب تک ہے دل بغل میں ہر دم ہو یاد تیری — جب تک زباں ہے منہ میں جاری ہو نام تیرا

ایمان کی کہیں گے ایمان ہے ہمارا — احمدؐ رسول تیرا مصحف کلام تیرا

شمس الضحیٰ محمدؐ بدر الدجیٰ محمدؐ — ہے نور پاک روشن ہر صبح و شام تیرا

اس شاہ انبیاء کے در کا ہوں میں سلامی — آیا سلام جس کو پہنچا پیام تیرا

ہے تو ہی دینے والا پستی سے دے بلندی — اسفل مقام میرا اعلیٰ مقام تیرا

بے چون و بے چگوں ہے بے شبہ ذات تیری — واحد احد صمد ہے اللہ نام تیرا

محروم کیوں رہوں میں جی بھر کے کیوں نہ لوں میں — دیتا ہے رزق سب کو ہے فیض عام تیرا

یہ داغ بھی نہ ہو گا تیرے سوا کسی کا
کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا

۳

۳

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا
یاد آتا ہے ہمیں ہائے زمانا دل کا

تم بھی منہ چوم لو بے ساختہ پیار آجائے
میں سناؤں جو کبھی دل سے فسانا دل کا

نگہ یار نے کی خانہ خرابی ایسی
نہ ٹھکانا ہے جگر کا نہ ٹھکانا دل کا

پوری مہندی بھی لگانی نہیں آتی اب تک
کیوں کر آیا تجھے غیروں سے لگانا دل کا

غنچہ گل کو وہ مٹھی میں لئے آتے تھے
میں نے پوچھا تو کیا مجھ سے بہانا دل کا

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

دے خدا اور جگہ سینہ و پہلو کے سوا
کہ برے وقت میں ہو جائے ٹھکانا دل کا

میری آغوش سے کیا ہی وہ تڑپ کر نکلے
ان کا جانا تھا الٰہی کہ یہ جانا دل کا

نگہ شرم کو بے تاب کیا کام کیا
رنگ لایا تری آنکھوں میں سمانا دل کا

انگلیاں تار گریباں میں الجھ جاتی ہیں
سخت دشوار ہے ہاتھوں سے دبانا دل کا

حور کی شکل ہو تم نور کے پتلے ہو تم
اور اس پر تمہیں آتا ہے جلانا دل کا

چھوڑ کر اس کو تری بزم سے کیوں کر جاؤں
اک جنازے کا اٹھانا ہے اٹھانا دل کا

بے دلی کا جو کہا حال تو فرماتے ہیں
کر لیا تو نے کہیں اور ٹھکانا دل کا

بعد مدت کے یہ اے داغ سمجھ میں آیا
وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا

۴

سبب کھلا یہ ہمیں ان کے منہ چھپانے کا
اڑا نہ لے کوئی انداز مسکرانے کا

طریق خوب ہے یہ عمر کے بڑھانے کا	کہ منتظر رہوں تاحشر اس کے آنے کا
چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو	کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا
وہ عذر جرم کو بدتر گناہ سے سمجھے	کوئی محل نہ رہا اب قسم کے کھانے کا
بہ تنگ آکے جو کی میں نے ترک رسم وفا	ہر اک سے کہتے ہیں "یہ حال ہے زمانے کا"
جفائیں کرتے ہیں تھم تھم کے اس خیال سے وہ	گیا تو پھر یہ نہیں میرے ہاتھ آنے کا
نہ سوچ ہم کہ تہ تیغ ہو گی خلق اللہ	گھٹا نہ حوصلہ قاتل کے دل بڑھانے کا
اثر ہے اب کی مئے تند میں وہ اے زاہد	کہ نقشہ تک بھی نہ اترے شراب خانے کا
سمائیں اپنی نگاہوں میں ایسے ویسے کیا	رقیب ہی سہی' ہو آدمی ٹھکانے کا
لگی ہے چاٹ مجھے تلخی محبت کی	علاج زہر سے مشکل ہے زہر کھانے کا
تمہیں رقیب نے بھیجا کھلا ہوا پرچہ	نہ تھا نصیب لفافہ بھی آدھ آنے کا
لگی ٹھکانے سے بلبل کی خانہ بربادی	چراغ گل میں بھی تنکا ہے آشیانے کا

خطا معاف' تم اے داغ اور خواہش وصل
قصور ہے یہ فقط ان کے منہ لگانے کا

۵

دل مجھ سے ترا ہائے ستمگر نہیں ملتا	مر جاؤں گلا کاٹ کے خنجر نہیں ملتا
دو دن بھی کسی سے وہ برابر نہیں ملتا	یہ اور قیامت ہے کہ مل کر نہیں ملتا
یا ترک ملاقات کی خو ہو گی ان کو	یا یہ ہے کہ مجھ سے کوئی بہتر نہیں ملتا
اے کاش ہم اب ٹھوکریں کھاکر ہی سنبھلتے	سر ملتے ہیں اس کوچے میں پتھر نہیں ملتا
زاہد نے اڑائے تو صفات ملکوتی	حضرت کا فرشتوں سے ابھی پر نہیں ملتا

انکار سے امید ہے اقرار سے ہے یاس — جب وعدہ کیا پھر وہ مقرر نہیں ملتا

کیا پوچھتے ہو بزم میں کیا ڈھونڈ رہے ہو — لو صاف بتا دوں دل مضطر نہیں ملتا

تصویر تو پیدا ہے مصور نہیں پیدا — آئینہ تو ملتا ہے سکندر نہیں ملتا

ہر آبلے میں خار ہے ہر زخم میں پیکاں — ملنے سے مری جاں کوئی کیوں کر نہیں ملتا

کیوں کر نہ مریں موت پہ بیمار محبت — ایسا یہ مزا ہے کہ مکرر نہیں ملتا

کیا عید کے دن بھی رمضان ہے کہ جو ساقی — مجھ کو نہیں ملتا کوئی ساغر نہیں ملتا

محفل میں تری عید کے دن میرے گلے سے — وہ کون سا فتنہ ہے جو اٹھ کر نہیں ملتا

پروانے کا بھی وقت ہے بلبل کا بھی موسم — مرتا ہوں جو معشوق گھڑی بھر نہیں ملتا

یا رب مرے اشکوں سے نہ تاثیر جدا ہو — اس قافلے سے کوئی بچھڑ کر نہیں ملتا

اس سے ہی کوئی وصل کی صورت نکل آتی — عکس آپ کا آئینے سے باہر نہیں ملتا

ہر وقت پڑھے جاتے ہیں کیوں داغ کے اشعار
کیا تم کو کوئی اور سخن ور نہیں ملتا

٦

حسینوں کی وفا کیسی جفا کیا — جو دل آیا تو پھر اچھا برا کیا

برا کہنے سے کہئے مدعا کیا — یہ سن کر چپ رہے گا دوسرا کیا

ڈریں کیوں پرسش روز جزا سے — جو پوچھے ہم کو اس کا پوچھنا کیا

نگاہ ناز سے دیکھیں وہ پھر کیوں — مکرر جو ادا ہو وہ ادا کیا

بگڑ بیٹھے عبث ذکر عدو پر — سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا

وہ دل کو چیر کر سو بار دیکھیں — نکلتا ہے ہمارا مدعا کیا

ادا چاک گریباں کی اڑائی — کھلے رہتے تھے یوں بند قبا کیا

یہ ستوایا فغاں بے اثر نے کرے گا اور تو اس کے سوا کیا
مری صحبت سے کیوں بچتے ہیں احباب الٰہی جیتے جی میں مر گیا کیا
ذرا دم لو کہیں گے حال دل بھی ہمارے لب پہ رکھا ہے گلا کیا
عدو ہو وصل ہو میرے گلے ہوں ترے دل میں بھی ہیں ارمان کیا کیا
کبھی تڑپا کے دل پر ہاتھ رکھنا کبھی کہنا اسے یہ ہو گیا کیا
نگاہ رحم جرم عشق پر کیوں یہ کی ہے بخشوانے کو خطا کیا
کہا ظالم نے سن کر داغ کا حال
بہت اچھے ہیں ان کا پوچھنا کیا

ــــــ

برا ہے شاد کو ناشاد کرنا سمجھ کر سوچ کر بیداد کرنا
نہیں آتا ہمیں برباد کرنا یہ پھر کہنا' یہ پھر ارشاد کرنا
عدو کے غم میں یوں فریاد ہر وقت بھلا دوں گا تجھے میں یاد کرنا
مرے صیاد کو اک کھیل ٹھہرا پھنسا کر دام میں آزاد کرنا
جو آنکھوں میں ہے دل میں ہو وہی نور الٰہی دونوں گھر آباد کرنا
رہے بعد فنا بھی جس کی لذت قسم ہے تم کو وہ بیداد کرنا
ہمیں شوق جفا ہے یہ تو کہہ دو نہ کرنا یا ستم ایجاد کرنا
غم دنیا و دیں میں مبتلا ہوں مرے مولا مری امداد کرنا
چھپانا راز وصل احباب سے داغ
پھر ارمان مبارک باد کرنا

ــــــ

میں راز دل بیان کروں انجمن میں کیا — تکیہ کلام آپ کا ہے ہر سخن میں کیا
تعریف پر مری یہ الجھنا سخن میں کیا — پھرتا ہے نام غیر کا تیرے دھن میں کیا
ہے ساتھ ساتھ شام غریبی کے کچھ دھواں — یاروں نے گھر کو آگ لگا دی وطن میں کیا
فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز — اس کے سوا ہے اور تری انجمن میں کیا
میں خلد میں ہوں اور نکیرین قبر میں — خالی کفن پڑا ہے دھرا ہے کفن میں کیا
قاصد کے فیصلے سے مرے ہوش اڑ گئے — کیا جانے کہہ دیا اسے دیوانہ پن میں کیا
غربت میں پوچھ لیتے ہیں باد صبا سے ہم — رہتا ہے ذکر خیر ہمارا وطن میں کیا
کیوں سخت گفتگو نہیں کرتے رقیب سے — کچھ چوٹ لگتی ہے لب پیاں شکن میں کیا
مٹھی میں دل نہ تھا جو اٹھے ہاتھ جھاڑ کے — الجھا ہوا ہے زلف شکن در شکن میں کیا

عرض وصال پر یہ دو حرفی جواب ہے — ہر اک سخن میں کیوں کبھی ہر اک سخن میں کیا
زیر زمیں بھی مجھ پہ قیامت بپا رہی — فتنے کا عطر اس نے ملا تھا کفن میں کیا
اس بے وفا کے شکوے سے بے چین ہو گیا — پیغام بر کے آگ لگی تن بدن میں کیا
تجھ کو بھی ہے خبر ترے ملنے کے ڈھنگ ہیں — خلوت میں کیا خیال میں کیا انجمن میں کیا
تسخیر جذب عشق کی تاثیر الاماں — جادو ہے آپ کی نگہ سحر فن میں کیا
سن سن کے میری شوخی تحریر یوں کہا — توبہ ہے، یہ زبان رہے گی دھن میں کیا

اے داغ قدر دان سخن اب وہیں تو ہیں
تعریف اس غزل کی نہ ہو گی دکن میں کیا

٩

توبہ توبہ سر تسلیم جھکایا جاتا   ہم جو سمجھے تھے اگر تجھ میں نہ پایا جاتا
میں کسی دن جو عنایت سے بلایا جاتا   پیشتر مجھ سے مجھے چھوڑ کے سایا جاتا
اے نزاکت ترے قربان کہ وقت رخصت   وہ کہیں "ہم سے تو گھر تک نہیں جایا جاتا"
میں گنہگار نہ ہوتا جو الٰہی مجھ کو   ہر برس نامہ اعمال دکھایا جاتا
باغ ہستی سے عدم میں ہے سوا کیفیت   عمر رفتہ سے پلٹ کر نہیں آیا جاتا
شوق ایسا کہ تری راہ میں مر کر بھی چلوں   ضعف ایسا کہ نہیں جان سے جایا جاتا
بدگمانی مجھے گھبرائے نہ دیتی اتنا   منہ پہ قاصد کے اگر قفل لگایا جاتا
وہ خریدار ہی دل کے نہ ہوئے کیا کیجئے   ہم بھی کچھ دبتے کچھ ان کو بھی دبایا جاتا
فتنہ سازی بھی مرے دل کی قیامت ہوتی   گر ترے کوچے کی مٹی سے بنایا جاتا
ان کی محفل میں رقیبوں نے کسے آوازے   بولتا میں تو گلا میرا دبایا جاتا
حسن کی شان میں ہے رنگ ظہور اے موسیٰ   تو اگر آنکھ چراتا تو دکھایا جاتا

اٹھ کے کعبے سے نہ جاتا جو صنم خانے کو
اور پھر داغ کہاں بار خدایا جاتا

١٠

کاش تو گور غریباں پہ نہ مضطر پھرتا   صبر سے، ناز سے، تمکیں سے، ٹھہر کر، پھرتا
میرے ہی ہاتھ سے مشکل مری آساں ہوگی   مجھ کو دیجئے جو نہیں آپ سے خنجر پھرتا
بیڑیاں ڈال کے گر دفن نہ کرتے احباب   اے جنون لاشہ مرا قبر کے اندر پھرتا
خاک میں ملنے کی جب داد ہماری ملتی   آسماں بن کے بگولا سر محشر پھرتا

دم تزئین جو ذرا آنکھ تمہاری پھرتی
مضطرب آئینے میں حلقہ جوہر پھرتا

کچھ گرہ میں بھی ہے جو دل کے خریدار بنے؟
یہ سمجھ لو کہ یہ سودا نہیں لے کر پھرتا

میں نہ ہوتا تو مزہ بادہ کشی کا بھی نہ تھا
ڈھونڈتا مجھ کو تری بزم میں ساغر پھرتا

جوش پر اور قیامت کی جوانی آتی
ہاتھ میرا جو ترے سینے پہ اکثر پھرتا

رہ نما بن کے جو تقدیر مجھے لے جاتی
بیٹھتا رات بھر اس کوچے میں، دن بھر پھرتا

چرخ کو آگ لگاتی اگر آہ سوزاں
صورت شعلہ جوالہ یہ چکر پھرتا

لطف تھا میں بھی شب وصل کہیں چھپ جاتا
آدمی ان کا مری ٹوہ میں گھر گھر پھرتا

یہ نہ کہئے کہ نہیں اہل وفا میں کوئی
نام اک شخص کا ہے میری زبان پر پھرتا

تم نہ آتے تو یہ انداز کہاں سے ہوتے؟
بیٹھتا بزم میں بن کر کوئی تن کر پھرتا

کیا مرے ہاتھ میں کل تھی جو پھراتا اس کو
پند گو دل کسی محبوب سے کیوں کر پھرتا

داغ چھٹتی در لیلیٰ کی گدائی نہ کبھی
چتر شاہی بھی اگر قیس کے سر پر پھرتا

۱۱

غیر کا میں بھی اگر چاہنے والا ہوتا
ڈھنگ اس چاہ کا دنیا سے نرالا ہوتا

پارسا کوئی اگر تاکنے والا ہوتا
دختر رز نے بڑا نام اچھالا ہوتا

قیس کو آبلہ پا سے ہوا کیا حاصل
پاؤں میں ناقہ لیلیٰ کے یہ چھالا ہوتا

جان اے کاش محبت میں سنبھل کر جاتی
موت کی موت، سنبھالے کا سنبھالا ہوتا

تیشہ فرہاد نے بے کار سنبھالا اے عشق
کام بنتا جو ذرا دل کو سنبھالا ہوتا

ساتھ عشاق کے یہ پھر بھی نہ کرتا نرمی
آسماں گر ہمہ تن روئی کا گالا ہوتا

ہم سے یوسف کا بیاں ہی نہ کیا واعظ نے
ورنہ ہر بات میں تیرا ہی حوالا ہوتا

کچھ قیامت تو نہ تھی ہجر کی شب' اے تقدیر!
اس بلا کو کسی تدبیر سے ٹالا ہوتا

سن کے اللہ کی تعریف' کہا اس بت نے
تو نے ہم میں تو کوئی عیب نکالا ہوتا

ہم سناتے جو کوئی درد ہمارا سنتا
دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

مل کے اک بار اگر پھر اسی ملتی نہ شراب
لب پہ مے' ہاتھ میں زاہد کے پیالہ ہوتا

تیرگی زلف کی خورشید رخ یار سے ہے
دھوپ میں رنگ نہ کس طرح سے کالا ہوتا

نامہ بر دیکھ کے تیور انہیں خط دیتا تھا
باتوں باتوں میں فقط کام نکالا ہوتا

خیر گذری کہ رہی حلق میں گھٹ کر فریاد
دل بے تاب نے محشر سے نکالا ہوتا

درد فرقت کی کھٹک وصل میں کیا مٹ جاتی
آہ تھمتی اگر اے داغ تو نالا ہوتا

۱۲

دل کو تاکا تو مری جان! جگر چھوڑ دیا
اس طرف بھی نہ کوئی تیر نظر چھوڑ دیا

چھوڑتا مجھ کو نہ بسمل وہ' مگر چھوڑ دیا
سر پہ احسان رہے اس لئے سر چھوڑ دیا

یہ تلون مرے صیاد کا دیکھے کوئی
کہ ادھر دل کو پھنسایا تو ادھر چھوڑ دیا

ٹکڑے ٹکڑے کیا ناصح کا گریباں میں نے
شکر ہے اس نے مرا دامن تر چھوڑ دیا

کیا نزاکت کی شکایت ہے غنیمت جانو
ہم نے لپٹا کے گلے وقت سحر چھوڑ دیا

کام سب خانہ خرابی کے ہوئے ہیں تجھ سے
رحم کھا کر تجھے اے دیدۂ تر چھوڑ دیا

پھر کہاں تھا نہ یہاں تھا نہ وہاں تھا وہ شوخ
دامن اس کا جو سر راہ گذر چھوڑ دیا

لے گئی تھی ترے دیوانے کو گھر سے وحشت
نہیں معلوم کہ جنگل میں کدھر چھوڑ دیا

غیر کے حال سے مطلب جو ہمارا نکلا
اس نے وہ ذکر جو تھا آٹھ پہر چھوڑ دیا

نامہ بر زندہ نہ چھٹتا کبھی اس سے لیکن
پڑھ کے خط' سوچ کے کچھ' سن کے خبر' چھوڑ دیا

آپ پھنس جائیں گے ہم آپ نہ تکلیف کریں　　یہ تو فرمائیے دو دن میں اگر چھوڑ دیا

داغ وارفتہ طبیعت کا ٹھکانا کیا ہے
خانہ برباد نے مدت ہوئی گھر چھوڑ دیا

۱۳

غزل مستزاد

جب ان سے حال دل مبتلا کہا' تو کہا　　"بچائے تجھ سے خدا"
کچھ اور اس کے سوا مدعا کہا' تو کہا　　"ہماری جانے بلا"
کہا جو ان سے کہ ہو سر سے پاؤں تک بے عیب　　تو وہ بولے "لاریب"
دغا شعار و ستم آشنا کہا' تو کہا　　"ملے گی تجھ کو سزا"
غم فراق سنایا تو سن کے فرمایا　　"ہمیں نہ رحم آیا"
رقیب کا جو ذرا ماجرا کہا' تو کہا　　"یوں ہی سہی' تجھے کیا؟"
نہ دل دہی ہے نہ عاشق کی جاں نوازی ہے　　"یہ بے نیازی ہے"
عذاب پرسش روز جزا کہا' تو کہا　　"ہمیں نہیں پروا"
"خدا کے بندوں پر ایسا ستم روانہ کرو　　"ذرا خدا سے ڈرو"
کسی غریب نے با التجا کہا' تو کہا　　"کسی کو کیوں چاہا"
شکایت طپش غم سے کیا ہو دل ٹھنڈا　　"اثر ہو جب الٹا"
تمہاری باتوں سے دل جل گیا کہا' تو کہا　　"جلانے میں ہے مزا"
عدو کا ذکر جو ہم چھیڑ سے نکالتے ہیں　　"وہ صاف ٹالتے ہیں"
یہ کیا طریق ہے اے بے وفا کہا' تو کہا　　"تجھے تو ہے سودا"

پتے کی ان سے جو کوئی کہے قیامت ہے　　"کہ اس سے نفرت ہے"
حسیں کہا تو سنا، خود نما کہا، تو کہا　　بہت بگڑ کے "بجا"
شریر و شوخ ہے وہ داغ یہ تو ہے ظاہر　　"عبث ہوئے تر بتر"
کسی نے چھیڑ سے تم کو برا کہا تو کہا　　"کہ چھیڑ کا ہے مزا"

۱۴

تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دل ربا جاتا رہا　　دل کی بھی پروا نہیں، جاتا رہا جاتا رہا
جس توقع پر تھی اپنی زندگی، وہ مٹ گئی　　جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا
میں نے دیکھا ان کی زلفوں کو تو فرمانے لگے　　"آپ کا دل کھل پڑا، گم ہو گیا، جاتا رہا"
اب کئی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے　　ورنہ برسوں نامہ بر آتا رہا جاتا رہا
دل چرا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے　　ڈھونڈنے والے سے پوچھے کوئی کیا جاتا رہا
مرگ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجھ کو ملال　　دشمنی کا لطف، شکوے کا مزا جاتا رہا
ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے　　ذہن میں آتے ہی حرف مدعا جاتا رہا
اچھی صورت کی رہا کرتی تھی اکثر تاک جھانک　　رہ گئیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا
کس قدر ان کو فراق غیر کا افسوس ہے　　ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا
کاش ساتوں آسمانوں پر گرے یہ برق آہ　　حیف ہے اس کا ہمارا سامنا جاتا رہا
دیکھو دیکھو مجھ پہ برساتے رہو تیر نگاہ　　صید جس دم آنکھ سے اوجھل ہوا جاتا رہا
حرص دامن گیر دنیا، مال دنیا بے ثبات　　جس قدر حاصل کیا، اس سے سوا جاتا رہا

داغ کچھ درہم نہ تھا جس کا انہیں ہوتا ملال
ہو گیا گم ہو گیا جاتا رہا جاتا رہا

۱۵

لے چلا جان مری، روٹھ کے جانا تیرا — ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا

اپنے دل کو بھی بتاؤں نہ ٹھکانا تیرا — سب نے جانا، جو پتا ایک نے جانا تیرا

تو جو اے زلف! پریشان رہا کرتی ہے — کس کے اجڑے ہوئے دل میں ہے ٹھکانا تیرا

آرزو ہی نہ رہی صبح وطن کی مجھ کو — شام غربت! ہے عجب وقت سہانا تیرا

یہ سمجھ کر تجھے اے موت لگا رکھا ہے — کام آتا ہے برے وقت میں آنا تیرا

اے دل شیفتہ میں آگ لگانے والے — رنگ لایا ہے یہ لاکھے کا جمانا تیرا

تو خدا تو نہیں اے ناصح ناداں! میرا — کیا خطا کی جو کہا میں نے نہ مانا تیرا؟

رنج کیا وصل عدو کا جو تعلق ہی نہیں — مجھ کو واللہ ہنساتا ہے رلانا تیرا

کعبہ و دیر میں یا چشم و دل عاشق میں — انہیں دو چار گھروں میں ہے ٹھکانا تیرا

ترک عادت سے مجھے نیند نہیں آنے کی — کہیں نیچا نہ ہو اے گور! سرہانا تیرا

میں جو کہتا ہوں اٹھائے ہیں بہت رنج فراق — وہ یہ کہتے ہیں بڑا دل ہے توانا تیرا

بزم دشمن سے تجھے کون اٹھا سکتا ہے — اک قیامت کا اٹھانا ہے اٹھانا تیرا

اپنی آنکھوں میں ابھی کوند گئی بجلی سی — ہم نہ سمجھے کہ یہ آنا ہے کہ جانا تیرا

یوں تو کیا آئے گا تو فرط نزاکت سے یہاں — سخت دشوار ہے دھوکے میں بھی آنا تیرا

داغ کو یوں وہ مٹاتے ہیں یہ فرماتے ہیں
تو بدل ڈال ہوا نام پرانا تیرا

۱۶

دیکھے منصور اگر آج زمانہ تیرا — ہو انا الحق کی جگہ لب پہ ترانہ تیرا

داغ ہر ایک زبان پر ہو فسانہ تیرا
وہ دن آتے ہیں وہ آتا ہے زمانہ تیرا

ہدف دل سے نکلتی ہیں ہزاروں آہیں
تیر پر تیر لگاتا ہے نشانہ تیرا

بو الہوس کو بھی ہوا نقد محبت پہ غرور
یا الٰہی کوئی لٹتا ہے خزانہ تیرا

موت سے وہ ہی دم نزع بہانہ کر لوں
یاد آجائے مجھے کاش بہانہ تیرا

تونے مارا نہیں عاشق کو مگر یہ تو بتا
نام لیتا ہے مری جان! زمانہ تیرا

غیر کی نعش اٹھائی تو نہ ہو خواب میں آج
بار کا کل سے نہ دکھا کبھی شانہ تیرا

صفت حسن کرے کوئی کسی پردے میں
بول اٹھتا ہے مری جان! فسانہ تیرا

تیرے ہر عضو میں تصویر کا عالم دیکھا
ہے تن صاف عجب آئینہ خانہ تیرا

بن گیا آہن پیکاں بھی مگر مقناطیس
تیر سے اڑ کے لپٹتا ہے نشانہ تیرا

اس سلیقے کی عداوت کہیں دیکھی نہ سنی
تو زمانے کا عدو دوست زمانہ تیرا

قتل عشاق کیا کھیل سمجھ کر تونے
ابھی باقی ہے لڑکپن کا زمانہ تیرا

مدعی! دیکھ! ہمیں چشم حقارت سے نہ دیکھ
کل ہمارا تھا جو ہے آج زمانہ تیرا

وعدۂ حشر پہ بے ساختہ دل لوٹ گیا
عہد کا عہد' بہانے کا بہانہ تیرا

میرزا داغ ہو' یا شاہ دکن! مورد لطف
اور دن' رات رہے جشن شہانہ تیرا

۱۷

غرض کس کو کرے ماتم ہمارا
مبارک ہو ہمیں کو غم ہمارا

خدا ہی کچھ سنبھالے تو یہ سنبھلے
مزاج اب ہو گیا برہم ہمارا

لڑا رکھی ہے جان ایسی جفا پر
کوئی دیکھے ذرا دم خم ہمارا

خوشی نے بزم میں کیا رنگ بدلا
کہ تم سے بڑھ کے ہے عالم ہمارا

دیئے جا اے فلک پورا ہی آزار نہ ہو قسمت سے حصہ کم ہمارا
کہیں الجھا ہوا ہے دل تمہارا کہیں اٹکا ہوا ہے دم ہمارا
کس کے آشنا ہوتے نہیں تم ہوا کیوں کر تمہارا غم ہمارا
ترے عالم کو جب سے ہم نے دیکھا تماشائی ہے اک عالم ہمارا

پھر اتنا بھی نہیں اے داغ کوئی
غنیمت ہے جہاں میں دم ہمارا

۱۸

قسمت اس کی ہے کہ جس نے اسے پایا تنہا
خواب میں بھی تو مرے ڈر سے نہ آیا تنہا
حسن بے پردہ ہوا انجمن آرا ہو کر
اس نے ہم کو نہ کبھی جلوہ دکھایا تنہا
بھیج اس شوخ کی تصویر نکیرین کے ہاتھ
قبر میں مجھ کو نہ رکھ بار خدایا! تنہا
میرے ہمراہ مرے دوست بھی غم کھاتے ہیں
خاک کھایا جو کسی شخص نے کھایا تنہا
میں اسی وادیِ پرخار میں ہوں تیز قدم
رہ گیا مجھ کو جہاں چھوڑ گئے سایا تنہا
عود و مجمر کی طرح جل گئے پروانہ و شمع
ایک تو ہے کہ مجھے تونے جلایا تنہا
کون ہے کس کی زمانے میں خبر لیتا ہے
دل نے سینے میں بہت شور مچایا تنہا
قتل عالم کا رہا شوق مرے قاتل کو
جان سے اس کو نہ مارا جسے پایا تنہا
اے فلک زیر زمیں تجھ کو سلائے اللہ
تونے برسوں مجھے راتوں کو سلایا تنہا
ساتھ لاکر وہ رقیبوں کو یہ فرماتے ہیں
"کیا سبب تھا جو مجھے تونے بلایا تنہا؟"
ایک میں جاؤں گا ہستی سے ترا غم لے کر
واقعی جائے گا تنہا ہی جو آیا تنہا
خلوت ناز کے تم نے بھی اڑائے ہیں مزے
ہم نے بھی لطف تصور کا اٹھایا تنہا

راز داروں کو، رفیقوں کو خبر کرنی تھی
داغ نے تو وہاں رنگ جمایا تنہا

۱۹

بلا سے جو دشمن ہوا ہے کسی کا — وہ کافر، صنم کیا خدا ہے کسی کا
دعا مانگ لو تم بھی اپنی زباں سے — کہ پورا ہو جو مدعا ہے کسی کا

ادھر آ کلیجے سے تجھ کو لگا لوں — تجھی پر تو دل آگیا ہے کسی کا
کسی کی تپش میں خوشی ہے کسی کی — کسی کی خلش میں مزا ہے کسی کا
ذرا ڈال دو اپنی زلفوں کا سایہ — مقدر بخت نارسا ہے کسی کا
ہمیشہ اسے ہم نے مٹتے ہی دیکھا — مگر دل بھی رنگ وفا ہے کسی کا
تمہیں اس سے کیا بحث، کیوں پوچھتے ہو — کوئی تذکرہ ہو رہا ہے کسی کا
عدم میں بھی یاروں کو ہم نے تو ڈھونڈا — نشاں ہے، نہ کوسوں پتا ہے کسی کا
مری بزم میں آکے وہ پوچھتے ہیں — برا حال ہم نے سنا ہے کسی کا
تمہیں فکر کیوں، رنج کیوں، لاگ کیوں ہے — کسی سے اگر واسطا ہے کسی کا
ستم ہی کیے جاؤ ہم بھی ہیں حاضر — ہمیں حوصلہ دیکھنا ہے کسی کا
اسی نے بتایا ہے اپنا کسی کو — جو دل سے کوئی ہو رہا ہے کسی کا
بچے جان کس طرح تیری ادا سے — قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا
مری التجا پر بگڑ کر وہ کہنا — نہیں مانتے اس میں کیا ہے کسی کا
وہ کرنے لگے ہیں قیامت کی باتیں — یہ سچ ہے تو بس فیصلہ ہے کسی کا
سنا کرتے ہیں چھیڑ کر گالیاں ہم — وگرنہ کوئی سر پھرا ہے کسی کا

وہ کب تک رہے گا زمانے کا دشمن ہمیشہ زمانہ رہا ہے کسی کا
تجاہل تغافل سے دز دیدہ نظریں یہ کیا دیکھنا دیکھنا ہے کسی کا
بظاہر نہ جانے، نہ جانے، نہ جانے
تجھے داغ دل جانتا ہے کسی کا

۲۰

نہ کیا وعدہ رات کا پورا تو نہیں اپنی بات کا پورا
قدر ہوتی ہے دین و دنیا میں آدمی ہو صفات کا پورا
نیم جاں رہ نہ جاؤں اے قاتل وار کر اپنے ہات کا پورا
میں چلا کس خوشی سے مقتل کو کرکے ساماں برات کا پورا
بارے اپنے ہجوم حسرت سے پڑ گیا کائنات کا پورا
ہے یہی دل دہی کی ساری بات وعدہ کر التفات کا پورا
داغ تو اس شفیع امت سے
کر بھروسا نجات کا پورا

۲۱

قبضہ کرتا ہے ہر اک حور شمائل اپنا آج ہم وقف کئے دیتے ہیں لو دل اپنا
حلق پتھر ہے اگر اس سے سوا دل اپنا منہ تو بنوائے ذرا خنجر قاتل اپنا
عیش و عشرت میں ادھر ہے، تو مصیبت میں ادھر ایک ہو کر کبھی ان کا ہے، کبھی دل اپنا
چیر کر دل کو مرے دیکھ لیا نور جمال آپ نے آپ نکالا ہے مقابل اپنا

دین و دنیا سے گئے تم سے گئے جی سے گئے — آج یوں کوچ ہوا ہے کئی منزل اپنا
قبہ روضہ اطہر پہ جبیں فرسا ہو — اس طرح داغ مٹائے مہ کامل اپنا
چین مل جائے جو ناکامی جاوید ملے — آدمی دیکھ لے ہر کام میں حاصل اپنا
باغ میں فصل خزاں اور نشیمن ویراں — دام سے چھوٹتے ہی چھوٹ گیا دل اپنا
ننگ و غیرت کا سبب ہو نہ نزاکت دم ذبح — آپ ہی خون نہ کر لے کہیں قاتل اپنا
یہ تڑپنے کا سبب اور بھی ہو جاتا ہے — سونپتے ہی نہیں وہ موت کو بسمل اپنا
ناتوانی سے، رسا قیس ہو کیا لیلی تک — دب رہے، سایہ اگر ڈال دے محمل اپنا

خاک میں اس کو ملائیں گے نہ دیں گے ہرگز
آپ کا اس میں اجارہ تو نہیں، دل اپنا

قطعہ

یاد آتے ہیں وہ اشخاص مصاحب منزل — دو گھڑی جلسہ وہ احباب کے شامل اپنا
نہیں اکثر کا نشان اور جو کچھ باقی ہیں — ان سے ملنے کو تڑپتا ہے بہت دل اپنا

حیدر آباد میں قدر ہماری اے داغ
شاد و آباد رہے خسرو عادل اپنا

۲۲

پردۂ عرفاں نہیں ہے چاک کیا — چشم بینا کے لئے ادراک کیا
نور سے خالی نہیں یہ خاکداں — کوئی بے ذرہ ہے اپنی خاک کیا
ساقی و میخانہ و مے ایک ہے — ہم نہ سمجھے پاک کیا، ناپاک کیا

صید دل کے واسطے ہے دام عشق
جب نہ ہو نخچیر تو فتراک کیا

صیقل آئینہ عرفاں بنا
کون جانے ہے یہ مشت خاک کیا

موت سے غافل نہ ہونا چاہیے
دیکھو اس صیاد کی ہے ہٹک کیا

شوق ہو تو منزل مقصود پر
دونوں پنچیں ست کیا چالاک کیا

ہے عجب درد محبت میں مزا
خاطر آزردہ و غمناک کیا

پائے استقلال ثابت چاہیے
کر سکے گی گردش افلاک کیا

رہ نما دشوار رستے لے چلا
بچ رہے گا دشت وحشت ناک کیا

موج طوفاں خیز و صرصر تند و تیز
کر سکے اس جوش میں تیراک کیا

نیک ہوں اعمال تو پھر دیکھئے
بندھ گئی اسلام کی پھر دھاک کیا

غور سے اے داغ دیکھیں منکرین
ہے جناب صاحب لولاک کیا

۲۳

جذب دل آزما کے دیکھ لیا
اس نے کچھ مسکرا کے دیکھ لیا

غیر کو منہ لگا کے دیکھ لیا
جھوٹ سچ آزما کے دیکھ لیا

ان کے گھر داغ جاکے دیکھ لیا
دل کے کہنے میں آکے دیکھ لیا

کتنی فرحت فزا تھی بوئے وفا
اس نے دل کو جلا کے دیکھ لیا

کبھی غش میں رہا شب وعدہ
کبھی گردن اٹھا کے دیکھ لیا

لوگ کہتے تھے چپ لگی ہے تجھے
حال دل بھی سنا کے دیکھ لیا

جاؤ بھی' کیا کرو گے مہرو وفا؟
بارہا آزما کے دیکھ لیا

زخم دل میں نہیں ہے قطرۂ خوں
خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

کیجئے بزم سے ہمیں رخصت — جو سنا تھا وہ آکے دیکھ لیا
حسن کم یاب، نغمہ ہے نایاب — شہر در شہر جاکے دیکھ لیا
جنس دل ہے یہ وہ نہیں سودا — ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
عمر عاشق سے ہے دراز وہ زلف — خوب ہم نے گھٹا کے دیکھ لیا
وہ اثر جس کو دل ترستا تھا — آگے آگے دعا کے دیکھ لیا
ادھر آئینہ ہے ادھر دل ہے — جس کو چاہا اٹھا کے دیکھ لیا
نہ لیا اس نے خط شرارت سے — نامہ بر کو بلا کے دیکھ لیا
اب خریدار ہی نہیں کوئی — مول اپنا بڑھا کے دیکھ لیا
قابل آشیاں کوئی نہ ملا — تنکا تنکا اٹھا کے دیکھ لیا
اس نے صبح شب وصال مجھے — جاتے جاتے بھی آکے دیکھ لیا
ان کو خلوت سرا میں بے پردہ — صاف میدان پا کے دیکھ لیا
تم کو ہے وصل غیر سے انکار — اور جو ہم نے آکے دیکھ لیا
غیر کو ساتھ لے کے ہم ڈوبے — آپ نے ضد دلا کے دیکھ لیا
یہ نئی سیر ہے کہ گلشن میں — گل کو بلبل بنا کے دیکھ لیا
رشک ہے نامہ بر نے اس کا جمال — میری آنکھوں میں جا کے دیکھ لیا

داغ نے خوب عاشقی کا مزا
جل کے دیکھا جلا کے دیکھ لیا

۲۴

اوپری دل سے بپا گریہ و زاری رکھنا — آخری وقت ذرا شرم ہماری رکھنا

چشم عاشق میں پھرو یا دل شیدا میں پھرو
کیا ضرورت ہے، کبھی تم نہ سواری رکھنا

جاؤ ہاں جاؤ ہوئی صبح شب وصل نمود
سلسلہ نامہ و پیغام کا جاری رکھنا

بزم سے میں نہ سبک ہو کے کہیں اٹھ جاؤں
بوجھ احسان کا سر پر مرے بھاری رکھنا

چمن کوچہ جاناں سے مری تربت پر
لا کے دو پھول بھی اے باد بہاری رکھنا

زیب دیتی ہیں یہ مستانہ ادائیں کیا کیا
بے پئے بھی تجھے آنکھوں کو خماری رکھنا

دست گستاخ سے سینے میں نہ ہوگی تکلیف
تم تصور میں مری سینہ فگاری رکھنا

بوالہوس غیر ہیں یا ہم ہیں تمہیں منصف ہو
کچھ لگی لپٹی نہ ان کی نہ ہماری رکھنا

آئیں تھم تھم کے مرے دل کو جراحت کے مزے
تیغ بے آب ذرا کند کٹاری رکھنا

کبھی رکھنا نہ رقیبوں کو تم اپنے گھر میں
اور رکھنا تو بصد ذلت و خواری رکھنا

چشم خونخوار کہیں جا نہ پڑے بے موقع
اپنے قبضے میں یہ شہباز شکاری رکھنا

درہم داغ دیا داغ کو جیسا تم نے
اپنے عشاق میں سکہ یہی جاری رکھنا

۲۵

اس التفات پر یہ تغافل ستم ہوا
جتنا بڑھا تھا حوصلہ اتنا ہی کم ہوا

جاتا رہا ملاپ تو دونوں کو غم ہوا
اتنا ہوا کہ مجھ کو سوا، اس کو کم ہوا

جب یہ سنا کہ داغ کا آزار کم ہوا
زانو پہ ہاتھ مار کے بولے "ستم ہوا"

دم ٹوٹتا رہا شب وعدہ تمام رات
کیا رشتہ حیات بھی تیری قسم ہوا

بت خانے کا نظارہ بھی گردن کا بوجھ ہے
جب سامنے پڑا، سر تسلیم خم ہوا

تیری گلی کا ایک یہ ادنیٰ نشان ہے
پیدا اسی سے جادۂ راہ عدم ہوا

یہ بھی بڑا کرم ہے کہ میزان عدل میں
میرا گناہ غیر کے عصیاں سے کم ہوا

مقبول ہو نہ مجھ سے مسلمان کی دعا! — یا رب در قبول بھی بیت الصنم ہوا؟
تیرے بغیر رونق بیداد ہی نہ تھی — مجبور آسمان شریک ستم ہوا
ہے سرفراز خاک بھی تیرے خرام سے — ابھرا رہا زمیں پہ جو نقش قدم ہوا
افسوس ہے رقیب نے کی آپ سے دغا — مجھ کو بھی رنج آپ کے سر کی قسم ہوا
اے واعظ اس کا ڈر ہے کہ آئے نہ آئے راس — گو بادۂ طہور مرے حق میں سم ہوا
مجبور میرے دل کو بھی نفرت سی ہو گئی — نقش وفا جہان سے اب کالعدم ہوا
مسجد میں اذن عام تو ہے میکدے میں روک — دنیا کا کام دین سے بڑھ کر اہم ہوا
کب شکوۂ عتاب سے بے لطفیاں مٹیں — شرمندگی بڑھی جو وہاں غصہ کم ہوا
کیا دل دھڑک رہا ہے نوید وصال سے — جس کو خوشی ہوئی اسے آخر کو غم ہوا
مشتاق ذبح کب ہیں بھروسے پہ ہاتھ کے — سب کچھ ہوا اگر ترے خنجر میں دم ہوا

اے داغ شکر کر، نہ رہی ان سے رسم و راہ
تجھ پر خدا کا فضل، خدا کا کرم ہوا

۲۶

میری وحشت سے جو اس کا دل حیراں الٹا — بخیہ گر سینے لگا چاک گریباں الٹا
خاک کیا کیا نہ اڑائی ترے دیوانوں نے — دشت پر دشت بیاباں پہ بیاباں الٹا
روتے روتے وہ تبسم جو کبھی یاد آیا — پھر گیا اشک بھی آکر سر مژگاں الٹا
تو شب وعدہ نہ کر اے دل مضطر فریاد — پھر نہ جائے کہیں دروازے سے مہماں الٹا!
بخت برگشتہ کی تاثیر کہاں جاتی ہے — فال کھولوں تو کھلے ہاتھ میں قرآن الٹا
خیر سے قتل بھی کرنا نہیں آتا اب تک — حلق پر پھیرتے ہو خنجر براں الٹا
ہونٹ چاٹا ہی کیا ہر دہن زخم جگر — آج جھنجلا کے جو قاتل نے نمک داں الٹا

مجھ کو ظالم نے در یار سے الٹا پھیرا | دار پر لٹکے، الٰہی! سر درباں الٹا
ناز یہ ہے نہ کیا قطع تعلق ہم نے | وہ جتاتے ہیں جفا کرکے بھی احسان الٹا
لے چلا بار گنہ میں تو عدم کو مجبور | اختیار اس کو ہے گر پھیر دے سلطاں الٹا
دیکھ کر راہ شب وصل ہمیں کیوں نہ گئے | کر نہ بیٹھیں وہ کہیں شکوۂ ہجراں الٹا
پڑ گئے لینے کے دینے سر محشر ہم کو | ہو گیا نفع کی امید میں نقصاں الٹا

خط نہ آیا جو وہاں سے تو نہ آئے اے داغ
نامہ بر زندہ پھر آئے کسی عنواں الٹا

۲۷

روئے انور نہیں دیکھا جاتا | دیکھیں کیوں کر نہیں دیکھا جاتا
کیا رہیں ہم کہ ترا چال چلن | پاس رہ کر نہیں دیکھا جاتا
رشک دشمن بھی گوارا لیکن | تجھ کو مضطر نہیں دیکھا جاتا
دیکھ کر گردن عاشق کس دن | تیز خنجر نہیں دیکھا جاتا
اے پریشاں نظری کیوں ہے تلاش | دل کے اندر نہیں دیکھا جاتا
کس کو یہ تاب کہ دیکھے غلطی | خط کو لکھ کر نہیں دیکھا جاتا
دل میں کیا خاک اسے دیکھ سکیں | جس کو باہر نہیں دیکھا جاتا
توبہ کے بعد بھی خالی خالی | کوئی ساغر نہیں دیکھا جاتا
کیا شب وعدہ ہوا ہوں بے خود | جانب در نہیں دیکھا جاتا
بارہا دیکھ لیا ہے اس کو | اور اکثر نہیں دیکھا جاتا
ہم جہاں ہیں وہیں دیکھیں گے تجھے | ہم سے گھر گھر نہیں دیکھا جاتا

او مری نعش اٹھانے والے!   آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا جاتا
اب یہ نوبت ہے کہ میرا صدمہ   ان سے دم بھر نہیں دیکھا جاتا
خط مرا پھینک دیا یہ کہہ کر   ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا

مختصر یہ ہے کہ اب داغ کا حال
بندہ پرور نہیں دیکھا جاتا

۲۸

کچھ ہمیں بھی خیال ہو ہی گیا   آخر ان سے ملال ہو ہی گیا
مشکل ان سے وصال ہو ہی گیا   تھا جو ممکن محال ہو ہی گیا
دل میں جب تک رہا ترا شکوہ   لب پہ آ کر سوال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا کہ سچ نہ کہلواؤ   آپ کو انفعال ہو ہی گیا
یاس انجام کار ہو ہی گئی   شوق خواب و خیال ہو ہی گیا
رنگ لایا ہے عشق آخر کار   ایک دونوں کا حال ہو ہی گیا
دل لگی کا بھی ہے برا انجام   کہ ہنسی میں ملال ہو ہی گیا
ایسے وعدے کئے کوئی جانے   آج پورا سوال ہو ہی گیا
شرط ہے جور میں بھی مشاقی   تم کو حاصل کمال ہو ہی گیا
دولت حسن ہو کہ دولت زر   آخر آخر زوال ہو ہی گیا
رفتہ رفتہ تمہاری چالوں سے   دل مرا پائمال ہو ہی گیا
ارنی کہہ کے آگ بھڑکا دی   برق نور جمال ہو ہی گیا
مرض عشق سے شفا نہ ہوئی   جیتے جی کا وبال ہو ہی گیا
گو کیا ضبط ذکر دشمن پر   رخ سے ظاہر ملال ہو ہی گیا

ے کے دل یہ سمجھ لیا تم نے — اب ہمارا یہ مال ہو ہی گیا
گو برائی سے ہو مگر آخر — ان کو میرا خیال ہو ہی گیا
نہ بچی جان ان اداؤں سے — وصل میں بھی وصال ہو ہی گیا

کر یار کے مضامین سے
داغ نازک خیال ہو ہی گیا

۲۹

اب دل ہے مقام بیکسی کا — یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا
رونا ہے اب اس ہنسی خوشی کا — ماتم ہے بہار زندگی کا
کس کس کو مزہ ہے عاشقی کا — تم نام تو لو بھلا کسی کا
پھر دیکھتے عیش آدمی کا — بنتا جو فلک مری خوشی کا
گلشن میں ترے لبوں نے گویا — رس چوس لیا کلی کلی کا
تیرا بھی تو حسن ہے دغا باز — ہوتا ہی نہیں کوئی کسی کا
لیتے نہیں بزم میں مرا نام — کہتے ہیں خیال ہے کسی کا
جیتے ہیں کسی کی آس پر ہم — احسان ہے ایک زندگی کا
گھیرا ہے ہجوم غم نے اتنا — ارمان ہے تجھ کو بیکسی کا
بنتی ہے بری کبھی جو دل پر — کہتا ہوں برا ہو عاشقی کا
ماتم سے مرے وہ دل میں خوش ہیں — منہ پر نہیں نام بھی ہنسی کا
اتنی ہی تو بس کسر ہے تم میں — کہنا نہیں مانتے کسی کا
ہم بزم میں ان کی چپکے بیٹھے — منہ دیکھتے ہیں ہر آدمی کا
تم کوچہ غیر میں نہ جانا — اس راہ میں ہے گذر کسی کا

جب ایسی وفا پہ یہ جفا ہو　　جی چھوٹ نہ جائے آدمی کا

کس کس نے لئے ہیں تیرے بوسے　　ہے لعل نمک فشاں جو پھیکا

جو دم ہے وہ ہے بسا غنیمت　　سارا سودا ہے جیتے جی کا

آغاز کو کون پوچھتا ہے　　انجام اچھا ہو آدمی کا

بالیں پہ مرے رہا شب غم　　اک معرکہ مرگ و زندگی کا

روکیں انھیں کیا کہ ہے غنیمت　　آنا جانا کبھی کبھی کا

کہتے ہیں اسے زبان اردو　　جس میں نہ ہو رنگ فارسی کا

ایسے سے جو داغ نے نباہی
سچ ہے کہ یہ کام تھا اسی کا

۳۰

ظلم کس کس غریب پر نہ کیا　　تم نے اس کام سے حذر نہ کیا

تھی شب ہجر کیا گراں جانی　　زہر نے بھی مجھے اثر نہ کیا

نشہ کیسا وہ سحر کہہ دیتے　　اس لئے ان کو بے خبر نہ کیا

شام غربت کو آپ کیا جانیں　　کوس دو کوس بھی سفر نہ کیا

مر چلے ہم تو رحم کرنے لگے　　اب جو کرتے ہو پیشتر نہ کیا

زاہد خشک کے لئے ہے وہ مے　　جس نے دامن کسی کا تر نہ کیا

دل کے ہاتھوں ہے سخت مجبوری　　اب کیا وہ جو عمر بھر نہ کیا

عشق نے قید کر لیا مجھ کو　　قبضہ ان کے مزاج پر نہ کیا

ہو گئی چوک ہم سے اے ناصح　　تجھ کو اپنا پیامبر نہ کیا

کوئی دن اور صبر کرتا تھا　　دل بے تاب نے مگر نہ کیا

تم کو ہم باوفا تو کہہ دیں گے
داغ نے اعتبار اگر نہ کیا

۳۱

جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا
پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا

جگر ساتھ اشکوں کے مجبور نکلا
یہ ہمسایہ دل کا بہت دور نکلا

تجلی کسی کی وہ جلوہ کسی کا
کہیں نار نکلی کہیں نور نکلا

یہ سمجھے تھے ہم ایک چرکا ہے دل پر
دبا کر جو دیکھا تو ناسور نکلا

دم سرد کو آگ کیوں کر لگاؤں
جہنم کا شعلہ بھی کافور نکلا

نہ نکلا کوئی بات کا اپنی پورا
مگر ایک نکلا تو منصور نکلا

پلائی مجھے ذکر واعظ نے ایسی
کہ میں بزم سے نشے میں چور نکلا

سر نقش پا لغزش پا ہے شاہد
کہ گھر سے ترے کوئی مخمور نکلا

وہ مکھی ہوں رس چوس لیتا ہوں اس کا
جہاں شاخ میں کوئی انگور نکلا

وجود و عدم دونوں گھر پاس نکلے
نہ یہ دور نکلا' نہ وہ دور نکلا

کہاں رہ کے توبہ نبا ہوں الٰہی
کہ جنت میں بھی مجمع حور نکلا

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے 'زمانے میں دستور نکلا

شب وصل ذکر عدو پر وہ بولے
خدا کے لئے کیوں یہ مذکور نکلا

بہت دم دیئے پاس پھٹکا نہ ہرگز
وہ عیار پر فن بہت دور نکلا

سمجھتے تھے ہم داغ گمنام ہو گا
مگر وہ تو عالم میں مشہور نکلا

۳۲

زمیں سے قدم عرش پر لے گیا — فرشتوں سے بازی بشر لے گیا
مرا دل وہ تیر نظر لے گیا — جگر لینے والا جگر لے گیا
کہوں کیا کدھر سے کدھر لے گیا — جدھر لے گیا راہبر لے گیا
وہ پھر مجھ سے دل حیلہ گر لے گیا — ادھر دے گیا تھا ادھر لے گیا
دیا دوست کو بزم دشمن میں خط — غضب نوک کی نامہ بر لے گیا
تصور میں بھی اب تو آتی نہیں — کوئی کیا تمہاری کمر لے گیا
چھپایا بہت ہم نے پہلو میں دل — کوئی لینے والا مگر لے گیا
رقیبوں کے ہاتھوں سے محشر کے دن — تمہیں چھین کر میں اگر لے گیا
شکایت سنی آج کیا کیا تیری — کہ دشمن مجھے اپنے گھر لے گیا
منگائی تھی خاک در یار آج — چرا کر مرا چارہ گر لے گیا
کھلائے گا کیا آپ کمائے گا کیا — عدم کو جو زاد سفر لے گیا
کلیجا جو اب منہ کو آتا نہیں — ترا تیر شاید جگر لے گیا
دھرا کیا ہے اب لینے آئے ہو کیا — کوئی تم سے دل پیشتر لے گیا
برے وقت کا کوئی ساتھی تو ہو — مجھے بھی مرا نامہ بر لے گیا
وہاں تک جو پہنچا شب غم کا حال — کوئی راہ چلتا خبر لے گیا
بچا لے گیا جان گر تجھ سے غیر — وہ کیا لے گیا اپنا سر لے گیا
نہ تھا دور مجھ سے وہ ملوک فگن — بہا کر نہ خون جگر لے گیا
شب ہجر نالہ مرا عرش پر — فرشتوں سے پہلے خبر لے گیا
ترے ہاتھ دل بیچتا کیوں رقیب — وہ ہشیار تھا پھیر کر لے گیا

یہ کیا ایسی وحشت ہوئی داغ کو
اٹھا کر کہاں گھر کا گھر لے گیا

شکل اصلی سے کبھی رنگ تبدل نہ ہوا — غنچہ گل ہو کے کھلا، گل کبھی بلبل نہ ہوا
وعدہ کرنے میں تو ہر بار گذارے برسوں — قتل کرنے میں کبھی تم کو تامل نہ ہوا
آنکھوں آنکھوں میں کیا اس نے مرا کام تمام — شکر ہے کشتہ انداز تغافل نہ ہوا
دود دل میں کوئی انداز نکل ہی آتا — مگر افسوس برنگ خم کاکل نہ ہوا
اہل فریاد سے ہے دھوم تری محفل کی — انجمن شہر خموشاں ہے اگر غل نہ ہوا
باز آیا نہ ستمگر ستم پیہم سے — ختم یہ سلسلہ دور تسلسل نہ ہوا
ہجر میں شربت دیدار کی خواہش ہی رہی — خون دل ہم کو ملا جب بھی تو کل نہ ہوا
کب گدائے در میخانہ کو عار آتی ہے — اوک سے پی جو میسر قدح مل نہ ہو
گل سے گلزار ہو دریافت گہر سے معدن — کیا ہوا جزو سے معلوم اگر کل نہ ہوا
یہ کہا تھا کہ نہ کرنا کبھی ان سے شکوہ — تجھ سے اے دل! نہ ہوا صبر و تحمل نہ ہوا

داغ مرتا ہے ادا پر رخ و گیسو کیسا
یہ کبھی شیفتہ لالہ و سنبل نہ ہوا

۳۴

جواب اس طرف سے بھی فی الفور ہو گا — دبے آپ سے وہ کوئی اور ہو گا
تغافل سے بڑھ کر بھی کیا جور ہو گا — ستم ہو چکا یا ابھی اور ہو گا
نہ عاشق کو شکوہ نہ معشوق سرکش — الٰہی وہ کیا عہد کیا دور ہو گا
لئے جاؤں جنت میں دنیا کی چیزیں — پرانا وہ سامان بے غور ہو گا
دعائیں قیامت کی ہم کیوں نہ مانگیں — نہ یہ ظلم ہو گا نہ یہ جور ہو گا

جب آئی بلا ہجر میں دل یہ بولا ابھی حادثہ کچھ نہ کچھ اور ہو گا
خدا جانے کس دن وہ [illegible] ہیں گے آکر مرا حال کب قابل غور ہو گا
یونہیں گر حسینوں کی آمد رہے گی دکن رشک کشمیر و لاہور ہو گا
کسی کا نہ ہو گا قیامت میں کوئی زمیں اور ہو گی، فلک اور ہو گا
عبث فکر دنیا، عبث فکر عقبیٰ کہ قسمت کا ہونا بہر طور ہو گا

عیادت کو وہ داغ کی خوش خوش آئے
یہ جانا کہ اب طور بے طور ہو گا

۳۵

عرش و کرسی پہ کیا خدا ملتا آگے بڑھتے تو کچھ پتا ملتا
اس جفا کا جبھی مزا ملتا کوئی تجھ کو اگر برا ملتا
زر ملا، گھر ملا، غلام ملا میں نہ ملتا تو تم کو کیا ملتا
مدعی بن کے دل بغل میں رہا کاش یہ دشمنوں میں جا ملتا
غیر سے مل کے کیا لیا تم نے ہم سے ملتے تو کچھ مزا ملتا
تیرے کوچے میں چھوڑ آئے تھے زندہ رہتا جو دل تو آملتا
عاشقی سے ملے گا اے زاہد بندگی سے نہیں خدا ملتا
نامہ بر ڈر سے بھاگ آیا ہے یا نہ ملتا جواب یا ملتا
اک نہ اک ہم لگائے رکھتے ہیں تم نہ ملتے تو دوسرا ملتا
دوستوں سے تو کچھ نہ نکلا کام کوئی دشمن ہی کام کا ملتا
روز اک دل لگی نئی ہوتی روز اک دل مجھے نیا ملتا

تم کو یہ مل گیا ہے قسمت سے
داغ سا ورنہ دوسرا ملتا

۳۶

غم اس پر آشکار کیا، ہم نے کیا کیا
غافل کو ہوشیار کیا، ہم نے کیا کیا

وعدے پر انتظار کیا، ہم نے کیا کیا
جھوٹے کا اعتبار کیا، ہم نے کیا کیا

ہاں تڑپ تڑپ کے گذاری تمہیں نے رات
تم نے ہی انتظار کیا، ہم نے کیا کیا

اترا رہا ہے نقد محبت پہ دل بہت
اوچھے کو مال دار کیا، ہم نے کیا کیا

کیا فرض تھا کہ صبر ہی کرتے فراق میں
کیوں جبر اختیار کیا، ہم نے کیا کیا

کہتے ہیں وہ شکایتِ بیداد و جور پر
تجھ کو خدا نے خوار کیا، ہم نے کیا کیا

تعریفِ عشق سن کے کہاں تک نہ ہو خیال
اس کو بھی بے قرار کیا، ہم نے کیا کیا

ناصح بھی ہے رقیب یہ معلوم ہی نہ تھا
کس کو صلاح کار کیا ہم نے کیا کیا

پہلے تو منفعل وہ ہوئے، پھر بگڑ گئے
کیوں شکوہ بار بار کیا، ہم نے کیا کیا

کہ دیں گے ہم تو داور محشر سے صاف صاف
اچھوں کو دل نے پیار کیا، ہم نے کیا کیا

بہکا تمہارا ہاتھ، ہمارا قصور کیا
خالی تمہیں نے وار کیا، ہم نے کیا کیا

تڑپا دل اور کھائے جگر نے بھی داغ ہجر
آنکھوں نے انتظار کیا، ہم نے کیا کیا

اب بھی تو درد عشق ترقی پذیر ہے
گر ایک سے ہزار کیا، ہم نے کیا کیا

دم خم جو ان کی تیغ کا دیکھا غضب ہوا
اپنے گلے کا ہار کیا، ہم نے کیا کیا

آئینہ کرکے صاف دل اپنا دکھا دیا
کیوں ان کو شرمسار کیا، ہم نے کیا کیا

فرقت میں ہم تو خون جگر بھی نہ کھا سکے
وہ دل نے زہر مار کیا، ہم نے کیا کیا

رسوا کیا جو دل نے تو اب کہ رہے ہیں داغ
دشمن کو راز دار کیا، ہم نے کیا کیا

۳۷

یہ میں ہزار جگہ حشر میں پکار آیا — کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہ گار آیا؟

وہ اس ادا سے وہاں جاکے شرمسار آیا — رقیب پر مجھے بے اختیار پیار آیا

یہ مجھ سے کہنے کو ظالم سر مزار آیا — مرے بغیر تجھے کس طرح قرار آیا؟

کہیں پتا نہ ملا سخت سوگوار آیا — گلی گلی دم گم گشتہ کو پکار آیا

یہ حال تھا شب وعدہ کہ تابہ راہ گذر — ہزار بار گیا میں ہزار بار آیا

ترا ہی کوچہ ٹھکانا ہے خاکساروں کا — جو زندہ آ نہ سکا میں مرا غبار آیا

مزے اڑائے وہاں خوش رہا لیا انعام — یہاں جو نامہ بر آیا تو اشک بار آیا

وہ بولے سچ تو نہ آیا کبھی یقیں مجھ کو — دروغ وعدہ کیا اور اعتبار آیا

ہوا ملال جب ان سے تو چھا گیا اندھیر — کہ دل میں آتے ہی آنکھوں میں بھی غبار آیا

جو وجہ دیر کی پوچھی کہا یہ قاصد نے — گذارنے تھے مصیبت کے دن گذار آیا

گذر گئے اسی گردش میں اپنے لیل و نہار — شب فراق گئی، روز انتظار آیا

اڑائے ہیں ملک الموت نے بھی تیرے ڈھنگ — ہزار بار بلایا تو ایک بار آیا

خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھایئے قسمیں — مجھے یقیں ہوا، مجھ کو اعتبار آیا

ہزار فتنے جلو میں ہیں لاکھ ہنگامے — تمہارے ساتھ تو سامان روزگار آیا

تمہاری شوخ مزاجی سے چھا گئی حیرت — تمہیں قرار نہ آیا، مجھے قرار آیا

کہاں تھے شب کو تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ نہیں — کوئی پکارنے والا بہت پکار آیا

شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری توبہ — پیے ہوئے جو کوئی رند بادہ خوار آیا

رقیب سے بھی وہ ہیں بدگمان سر محفل — کہا یہ مجھ سے تمہارا صلاح کار آیا

کمال عشق کو فرہاد و قیس کب پہنچے — وہ پختہ کار ہے، دل جس کا بار بار آیا

کبھی جو دھوپ کی گرمی سے رند چیخ اٹھے
ہوا کے گھوڑے پہ ابر کرم سوار آیا

وفا شعار کو غفلت شعار کون کہے
دم اخیر نہ آیا سر مزار آیا

لگائیں لاش پہ تلواریں اس نے مقتل میں
جو میرے بعد بھی آیا مرا ہی وار آیا

وہ کیوں ہوئے مرے مشتاق' خیر ہو یارب
طلب میں کل ہی خط آیا تھا آج تار آیا

عجب نہیں جو معاصی ہوں وجہ آمرزش
گنہ کیا تو خیال مال کار آیا

یہ عقدہ عاشق و معشوق کے چلن سے کھلا
سمجھ میں مسئلہ جبر و اختیار آیا

پلا دے آج سر شام مجھ کو اے ساقی
کہ تیری بزم میں اک میں ہی روزہ دار آیا

ڈرے جو حشر میں وہ مجھ کو دیکھتے ہی کہا
مرا رفیق' مرا داغ جاں نثار آیا

۳۸

بھولا مجھے تو بھول گیا اپنا گھر بھی کیا
جنگل میں جاکے کھیت رہا نامہ بر بھی کیا

لللہ مجھ سے آنکھ چرایا نہ کیجئے
ملتی نہیں ہے دل کی طرح سے نظر بھی کیا

ملتے نہیں وہاں تو یہاں ڈھونڈ لیں گے ہم
وہ چھوڑ دیں گے گھر کی طرح رہگذر بھی کیا

مرقد سے تابہ حشر نکلتا نہیں کوئی
انسان کو عزیز رہا اپنا گھر بھی کیا

بنتے ہی بنتے علم الہی میں رہ گئی
پیدا نہ ہوتی ورنہ تمہاری کمر بھی کیا

سن کر فسانہ قیس کا ظالم نے یہ کہا
عاشق خراب خستہ رہے پیشتر بھی کیا

فرہاد جوئے شیر سے مشہور ہو گیا
آ۱ ہے کام وقت پہ ادنی ہنر بھی کیا

ملتے ہی اس سے آنکھ جو غش آگیا مجھے
غل مچ گیا کہ سخت بلا ہے نظر بھی کیا

! رب شب فراق بسر ہو چکے کہیں
نازک خرام اس کی طرح ہے سحر بھی کیا

اے ہم نشیں یہ سیل سی کیسی ہے دیکھنا
روتے ہیں میرے حال پہ دیوار و در بھی کیا

ملتے ہیں میری لاش پہ کافور کیوں عزیز
مٹ جائے گی یہ سوزشِ داغِ جگر بھی کیا

میری دعا کے ساتھ دعا کی رقیب نے
کل شب کو ہاتھوں ہاتھ لٹا ہے اثر بھی کیا

کیوں داغ کے سوال سے چپ لگ گئی تمہیں
آتا نہیں جواب سمجھ سوچ کر بھی کیا

۳۹

تمہارے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا

وہ قتل کر کے مجھے ہر کسی سے پوچھتے ہیں
یہ کام کس نے کیا ہے، یہ کام کس کا تھا

وفا کریں گے، نباہیں گے، بات مانیں گے
تمہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا

رہا نہ دل میں وہ بے درد اور درد رہا
مقیم کون ہوا ہے، مقام کس کا تھا

نہ پوچھ پچھ تھی کسی کی وہاں نہ آؤ بھگت
تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا

تمام بزم جسے سن کے رہ گئی مشتاق
کہو وہ تذکرۂ ناتمام کس کا تھا

ہمارے خط کے تو پرزے کیے پڑھا بھی نہیں
سنا جو تو نے بدل وہ پیام کس کا تھا

اٹھائی کیوں نہ قیامت عدو کے کوچے میں
لحاظ آپ کو وقتِ خرام کس کا تھا

گذر گیا وہ زمانہ کہوں تو کس سے کہوں
خیال دل کو مرے صبح و شام کس کا تھا

ہمیں تو حضرتِ واعظ کی ضد نے پلوائی
یہاں ارادۂ شربِ مدام کس کا تھا

اگرچہ دیکھنے والے ترے ہزاروں تھے
تباہ حال بہت زیرِ بام کس کا تھا

وہ کون تھا کہ تمہیں جس نے بے وفا جانا
خیالِ خام، یہ سودائے خام کس کا تھا

انہیں صفات سے ہوتا ہے آدمی مشہور
جو لطفِ عام وہ کرتے یہ نام کس کا تھا

ہر اک سے کہتے ہیں کیا داغ بے وفا نکلا
یہ پوچھے ان سے کوئی وہ غلام کس کا تھا

۴۰

دل عاشق اسیر ان گیسوؤں کے جال میں دیکھا
طلسم عشق تو دیکھو کہ شیشہ بال میں دیکھا

جواب خط کا میں شاکی نہیں' یہ تو بتا قاصد
اسے کس حال میں چھوڑا' اسے کس حال میں دیکھا

لگائیں ٹھوکریں اس فتنہ گر نے اور جھنجلا کر
اگر تھوڑا سا دم باقی کسی پامال میں دیکھا

نہ اندر کا اکھاڑا ہے' نہ ایسی قاف کی پریاں
حسینوں کا تماشا خوب نینی تال میں دیکھا

چلے آتے ہیں کیا کیا ذی کمال اس باب عالی پر
اثر دیکھا تو آصف جاہ کے اقبال میں دیکھا

ہماری پائمالی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی
بچا جو فتنہ گردوں سے وہ تیری چال میں دیکھا

رہا کرتی ہے ہم کو فکر آئندہ زمانے کی
ہمیشہ زائچہ اس سال کا اس سال میں دیکھا

پھرے ہم دربدر کوچہ بکوچہ ڈھونڈتے جس کو
وہ نقد دل تمہارے گوشہ رومال میں دیکھا

گنہ تھا عشق تو اے داور محشر ہوں میں
یہی اک تو نے میرے نامہ اعمال میں دیکھا

متاع حسن کی کب تک رہے گی گرم بازاری
کسی پر پیچ ڈالا جس نے گھاتا مال میں دیکھا

ہوئے ہیں داغ کے مذہب سے حیراں کافر و مومن
کبھی اس حال میں دیکھا' کبھی اس حال میں دیکھا

۴۱

تقلید سے زاہد کی حاصل ہمیں کیا ہوتا
انساں نہ ملک بنتا' بندہ نہ خدا ہوتا

توبہ ہے حسینوں کو گر پاس وفا ہوتا
کیا جانئے کیا کرتے' کیا جانئے کیا ہوتا

تم لطف اگر کرتے تو حال زمانے کا
ایسا ہی ہوا ہوتا' ایسا نہ ہوا ہوتا

ساقی تری محفل میں چرچا ہی نہیں مے کا
اس سے تو یہ بہتر تھا کچھ ذکر خدا ہوتا

دل نے مجھے تڑپایا آنکھوں نے کیا رسوا
اپنوں سے ہوا یہ کچھ سے بیگانوں کیا ہوتا

غیروں کی شکایت پر، فرقت کی حکایت پر
گر تم نہ خفا ہوتے تو کون خفا ہوتا

ارمان ہم آغوشی سن سن کے ڈھٹائی سے
اس کہنے کے میں صدقے، پھر کہئے تو کیا ہوتا

ہر درد کی اے قاتل! لذت مجھے جب ملتی
سر، شانہ، گلا، سینہ، تھم تھم کے جدا ہوتا

ناصح بھی خوشامد سے میری ہی سی کہتا ہے
نادان نہ تھا کیوں وہ سمجھا کے برا ہوتا

تھا غیر بھی ساتھ ان کے کترا کے گئے مجھ سے
یہ خیر ہوئی ورنہ جھگڑا ہی ہوا ہوتا

وہ محفل دشمن میں جب مجھ کو طلب کرتے
وہ وقت مزے کا تھا اس وقت مزا ہوتا

کیا مجھ سے ہی تنہا ہو تعریف تری قاتل
خنجر بھی زباں بنتا جب شکر ادا ہوتا

ہم جان کے نامنصف ہیں داد طلب تجھ سے
وہ فیصلہ ہی کیا تھا جو روز جزا ہوتا

ہم کو تو عدم میں بھی نیند نہ آئی محشر تک
کچھ آنکھ بھی لگ جاتی گر دل نہ لگا ہوتا

اچھا ہے نہیں آئے وہ دھوپ کی گرمی میں
قامت تو قیامت تھا سایہ بھی بلا ہوتا

عاشق کا ذرا سا دل تسکین ہی کیا اس کی
جھوٹا ہو کہ سچا ہو وعدہ تو کیا ہوتا

محفل میں سنلیا تھا افسانہ غم میں نے
الزام یہ رکھا ہے خلوت میں کہا ہوتا

فریاد و فغاں سے تم اے داغ برے ٹھہرے
کچھ بھی نہ کیا ہوتا کچھ بھی نہ ہوا ہوتا

۴۲

جب وہ نالاں عدو کے گھر میں پڑا
داغ اک داغ کے جگر میں پڑا

ایسے نشے کے کیوں نہ ہوں قرباں
ہاتھ ان کا مری کمر میں پڑا

شب وعدہ گذر چکی آدھی
اب سنا ہے کہ تیل سر میں پڑا

وقت نظارہ اس کا تار کمر
بال سا میری چشم تر میں پڑا

اے فغاں تھم کہ پھر قیامت ہے
گر خلل خواب فتنہ گر میں پڑا

گر نہیں تھا کوئی جبیں فرسا
کیوں نشاں تیرے سنگ در میں پڑا

عاشقی سخت تر مصیبت ہے
ہم کو یہ کام عمر بھر میں پڑا

مر گئے اہل کعبہ اس بت پر
ایک ماتم خدا کے گھر میں پڑا

ڈوبی جاتی ہے کشتی عشاق
یہ سفینہ عجب بھنور میں پڑا

جلوہ گر دل ادھر ادھر رخسار
فرق ان کی مری نظر میں پڑا

نامہ بر کا تو کچھ پتا نہ ملا
نامہ پایا ہے رہ گذر میں پڑا

ہاتھ میں ان کے دیکھ کر تلوار
ایک جھگڑا دل و جگر میں پڑا

سن کے پیغام وہ ہوئے برہم
پیچ تقریر نامہ بر میں پڑا

شوق اگر ہم عناں ہوا تو کیا
آبلہ پائے نامہ بر میں پڑا

جب چلا داغ کوئے قاتل کو
ایک کہرام اس کے گھر میں پڑا

۴۴

وہ رشک حور شب کو کہیں گھر کے رہ گیا
کوئی فرشتہ کان میں میرے یہ کہہ گیا

رونا تھا دل کا ہجر میں لالے جگر کے تھے
آنکھوں کی راہ خون تمنا بھی بہہ گیا

سائے سے جس کے داغ پڑے ہیں زمیں پر
یہ کون آج گھر سے ترے روسیہ گیا

نشے کی وجہ سے مری آنکھیں نہیں ہیں سرخ
اے محتسب! یہ خون جگر جم کے رہ گیا

اس واسطے وہ رکھتے ہیں مردے پر اتہام
عاشق کو یہ نہ جانے کوئی بے گنہ گیا

ناصح بھی رشک رستم و اسفندیار ہے
وقت کلام میری کڑی بات سہہ گیا

دشنام یا دعا تھی شکایت کہ شکر تھا
وہ منہ ہی منہ میں چلتے ہوئے کچھ تو کہہ گیا

یہ تیرہ خاک داں بھی ہے کاجل کی کوٹھڑی
آیا جو رو سپید یہاں رو سیہ گیا

محفل میں غیر سے بھی تو کرنا تھا التفات
یہ ہم سے چوک ہو گئی یہ کام رہ گیا

مجھ تشنہ شراب کو دیکھا جو تاک میں
دریا کی طرح شیرۂ انگور بہہ گیا

معشوق اور اس کے خریدار ہو گئے
اب داغ تیرے ہاتھ سے اے رشک مہ گیا

۴۴

نامہ عاشق ناشاد نہ دیکھا نہ سنا
آپ نے شکوۂ بیداد نہ دیکھا نہ سنا

اگلے وقتوں کی کہانی سے انہیں نفرت ہے
کبھی افسانہ فرہاد نہ دیکھا نہ سنا

اب تیرے کوچے کی بستی کو نظر لگتی ہے
شہر اس طرح کا آباد نہ دیکھا نہ سنا

آسماں دور سے کرتا ہے تجھے جھک کے سلام
کوئی تجھ سا ستم ایجاد نہ دیکھا نہ سنا

ہوتے آئے ہیں سلف سے یونہی عاشق ناکام
اثر نالہ و فریاد نہ دیکھا نہ سنا

پوچھتا ہے جو کوئی خط کا ہمارے مضمون
تو وہ کہتے ہیں کسے یاد' نہ دیکھا نہ سنا

خاک بھی اب تو نہیں خانہ دل میں افسوس
کوئی اس طرح کا برباد نہ دیکھا نہ سنا

در پہ خود بیٹھے ہیں وہ فتنے اٹھانے کے لئے
پاسبانی کا یہ ایجاد نہ دیکھا نہ سنا

سرو کیا فتنہ محشر بھی جو دیکھے تو کہے
کہ ترا سا قد آزاد نہ دیکھا نہ سنا

دیکھیں یوسف بھی جو حضرت کو کہیں صلی علیٰ
آپ سا حسن خدا' داد نہ دیکھا نہ سنا

آپ اپنے کو جو شاگرد کا شاگرد گنے
داغ سا ہم نے تو استاد نہ دیکھا نہ سنا

۴۵

وصل کی شب جو فروغ مہ کامل دیکھا
دیکھتے ہی طرف حور شمائل دیکھا

نبض بیمار کبھی اور کبھی دل دیکھا
پھر کیا قتل' نیا آپ کو قاتل دیکھا

جو مرا تکیہ رہا جس نے مرا دل دیکھا
گردن غیر میں وہ ہاتھ حمائل دیکھا

موت بھی چھو نہ سکی مجھ کو رہ الفت میں
میں نے پھر پھر کے اجل کو کئی منزل دیکھا

ناخدا سے کہو بہنے دے ہماری کشتی
ہم نے گرداب جو دیکھا لب ساحل دیکھا

قابل دید تھیں اس وقت ادائیں ان کی
آئینہ دیکھ کے جب مدمقابل دیکھا

بزم اغیار میں تعریف مری ہوتی ہے
آج یہ طرفہ تماشا سر محفل دیکھا

دل وشوار طلب لوٹ ہے وشواری پر
لے لیا ہم نے وہی کام جو مشکل دیکھا

اس نے آوازہ کسا "یہ بھی ہمارا ہے رقیب"
گر ندیموں میں کسی کو مرے شامل دیکھا

کیا سمجھتے نہیں ظاہر کی ملاقات کو ہم
دل تمہارا نہ ملا ہم نے گلے مل دیکھا

بزم اغیار کا یہ حال بتا اے قاصد
تو نے کس کی طرف اس شوخ کو مائل دیکھا

کیا دلاور ہے' کوئی اس کا کلیجا دیکھے
جس نے بے تاب محبت میں مرا دل دیکھا

گالیاں دیتے ہو پھر کہتے ہو یہ بھی مجھ سے
ہم نے تجھ کو اسی لائق اسی قابل دیکھا

عشق کی چوٹ کو دل ہے سر و گردن تو نہیں
جس نے تلوار نہ کھائی اسے بسمل دیکھا

منزل عشق ہے سنسان مقام اے مجنوں
ناقہ دیکھا نہ یہاں کوئی نہ محمل دیکھا

مست تھی آنکھ تری دل تھا ہمارا بے خود
ہم نے دونوں کو دم معرکہ غافل دیکھا

اس نے جب حکم دیا تھا تجھے مر جانا تھا
داغ تو دے نہ سکا جان' ترا دل دیکھا

۴۶

ادھر کی سدھ بھی ذرا اے پیام بر لینا — خدا کے واسطے جلدی مری خبر لینا

جو مے فروش سے سودا بنے تو کر لینا — کمی ہو حضرت زاہد تو ہم سے بھر لینا

بگڑ کے جائیں، تو ہلوان بن کے آئیں ہم — کہ ہے روا انہیں دشمن کو دوست کر لینا

چرا کے دل کوئی چلتا ہوا ہے اے ہم دم — سراغ چور کا ہر اک مقام پر لینا

شکار تیر نظر دل ہوا جگر نہ ہوا — یہ بچ رہا ہے ذرا اس کی بھی خبر لینا

عبث نباہ کے وعدے سے تم تو ڈرتے ہو — یہ کون بات ہے اک دن بگاڑ کر لینا

ہمارے سر ہی پڑا اب تو عشق کا سودا — برا ہو یہ کہ بھلا ہو ہمیں مگر لینا

شبیہہ لائیں گے یوسفؑ کی اہل مصر یہاں — بڑا مقابلہ ہے تم بھی بن سنور لینا

کبھی کبھی نکل آتی ہے جنس دل بھی خراب — بری نہ نکلے یہ پکی ضرور کر لینا

قناعت آپ کو ہوتی نہیں کسی شے پر — یہ کیا کہ دل کبھی لینا کبھی جگر لینا

الجھ کے تار نگہ سے پڑا جو کچھ جھٹکا — دہائی دینے لگے، وہ گئی کمر، لینا

مدام پیر مغاں کی ہیں نالشیں ہم پر — بہار آتے ہی ہم کو تو قرض کر لینا

ہمیں تو شوق ہے بے پردہ تم کو دیکھیں گے — تمہیں ہے شرم تو آنکھوں پہ ہاتھ دھر لینا

فریب دے کے لیا دل تو کیا لیا تم نے — بتائیں ہم تمہیں آتا نہیں اگر لینا

غرض تمہیں جو سنو ان سے غیر کا شکوہ
یہ قصہ مول نہ اے داغ اپنے سر لینا

۴۷

نہ بدلے آدمی جنت سے بھی بیت الحزن اپنا — کہ اپنا گھر ہے اپنا در ہے اپنا وطن اپنا

جو یوں ہو وصل تو مٹ جائے سب رنج و محن اپنا
زبان اپنی، دھن ان کا، زبان ان کی، دھن اپنا

نہ سیدھی چال چلتے ہیں نہ سیدھی بات کرتے ہیں
دکھاتے ہیں وہ کمزوروں کو تن کر بانکپن اپنا

عجب تاثیر پیدا کی ہے وصف۔ نوک مژگاں نے
کہ جو سنتا ہے اس کے دل میں چبھتا ہے سخن اپنا

پیام وصل قاصد کی زبانی اور پھر ان سے
یہ نادانی یہ نافہمی یہ تھا دیوانہ پن اپنا

جراحت دل کی لائی رنگ آنسو ضبط کرنے سے
کیا ہے تازہ اس تیزاب نے زخم کہن اپنا

بچا رکھنا جنوں کے ہاتھ سے اے بے کسی اس کو
جو اب ہے پیرہن اپنا وہی ہو گا کفن اپنا

نگاہ و غمزہ کوئی چھوڑتے ہیں گلشن دل کو
کہیں ان لوٹنے والوں سے بچتا ہے چمن اپنا

بگھے دیتے ہیں، وہ کافر بھبھوکا بن کے آتا ہے
ذرا دل تھام لیں پہلے سے اہل انجمن اپنا

یہ موقع مل گیا اچھا اسے تیشہ لگانے کا
محبت میں کہاں سر پھوڑتا پھر کو ہکن اپنا

ہم اپنی قول سے پھرتے ہیں کب عاشق تمہارے ہیں
رہے گا تادم آخر یہی جو ہے سخن اپنا

یقین وصل کیا آئے کوئی دن امتحاں کر لیں
بڑھائے اعتبار آ آکے وہ پیماں شکن اپنا

نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں اثر دونوں دکھاتے ہیں
لب معجز نما اپنا، نگاہ سحر فن اپنا

ہر اک سے ٹیڑھی کی چلتے ہیں بگڑی ہے روش اپنی
تمہاری چال سے ملتا چلا ہے کچھ چلن اپنا

یہ سینہ یہ جگر یہ دل یہ سر یہ حلق حاضر ہے
نکالے حوصلہ ناوک فگن شمشیر زن اپنا

خبر کس کو وہ کس کا تھا وہ کس کا ہے وہ کس کا ہو
سمجھتا ہے اسی کو شیخ اپنا برہمن اپنا

یہ ہم سمجھے ہوئے ہیں تم نے مانا ہے نہ مانو گے
سوال وصل سے کیوں رائیگاں جائے سخن اپنا

الجھتا کیوں ہے دیوانوں سے راہ عشق و وحشت میں
چل اپنی راہ لے تو کام کر اے راہزن اپنا

جو تختے لالہ و گل کے کھلے وہ دیکھ لیتے ہیں
تو فرماتے ہیں وہ ہے داغ کا، یہ ہے چمن اپنا

۴۸

جب دھواں دھار گرجتی ہوئی آتی ہے گھٹا
طالع خفتہ کو مے کش کے جگاتی ہے گھٹا

دل مہجور کے نالوں سے جو ہو ہم آواز
سینہ پھٹ جائے ترا کیا تری چھاتی ہے گھٹا

تو تو اک قطرہ بھی دیتی نہیں اے زلف سیاہ
پانی بھر بھر کے زمانے کو پلاتی ہے گھٹا

ہجر محبوب میں بے تاب ہوں بسمل کی طرح
تار بارش یہ نہیں' تیر لگاتی ہے گھٹا

رات بھر جاگے ہیں' اب آنکھ لگی ہے ان کی
کہ دو خاموش ہو کیوں شور مچاتی ہے گھٹا

صورت ماہی بے آب ہیں مے کش بے تاب
اس تپش میں اجل آتی ہے نہ آتی ہے گھٹا

وعدہ کرتے ہیں وہ جس روز یہاں آنے کا
کیا برستی ہے کہ دریا ہی بہاتی ہے گھٹا

تیغ کی طرح چمک جاتی ہے سر پر بجلی
ہجر میں مجھ کو بلا بن کے ڈراتی ہے گھٹا

توبہ مے خوار کی مقبول ہے جب چاہے کرے
زور سے شور سے یہ مژدہ سناتی ہے گھٹا

جب اٹھاتے ہیں دم بادہ کشی وہ ساغر
کیسی اتراتی ہوئی جھومتی آتی ہے گھٹا

نہیں، ساون میں مرے پاس وہ مہ وش اے داغ
مجھ کو تڑپاتی ہے بجلی تو رلاتی ہے گھٹا

۴۹

آئینہ دل نے تماشا کیا
اپنی جگہ میں اسے دیکھا کیا

ایک ستم اے ستم آرا کیا
اور کہوں اور کہوں کیا کیا

سب نے تو دیدار خدا کیا
مجھ کو بھی دیکھا؟ تجھے دیکھا کیا

کھول کے منہ سینے کا پردا کیا
آپ نے چلمن میں تماشا کیا

تونے بھی عاشق نہ کئے اتنے قتل
ہم نے بہت خون تمنا کیا

نکہت گل میں ہے لپٹ اور ہی
کس نے یہاں بند قبلوا کیا

شکوے سے اس کے ہوئے بدنام سب
سو میں اگر ایک نے ایسا کیا

دیکھتے ہی مجھ کو کہا روز حشر — "تو نے یہاں بھی ہمیں رسوا کیا"

قتل جہاں اس کے لئے کھیل تھا — کون کہے آپ نے یہ کیا کیا

داد طلب اس سے ہیں سب داد خواہ — جس نے تجھے اتنے سے اتنا کیا

روز قیامت، وہ دم باز پرس — چشم غضب سے مجھے دیکھا کیا

ہاتھ سے میرے جو ہوا دل ہلاک — اپنے پہ خود خون کا دعوا کیا

ساتھ چلا اس کے دبکتا ہوا — فتنۂ محشر نے تماشا کیا

چھوڑیئے ان باتوں میں رکھا ہے کیا — آپ نے پھر ذکر عدو کا کیا

کس سے کہیں عمر گذشتہ کا حال — کیا نہ کیا ہم نے یہاں کیا کیا

کل کا اگر وعدہ وفا آج ہو — آپ نے امروز کو فردا کیا

میں ستم غیر کا شکوہ کروں — اور وہ سن کر کہیں "اچھا کیا"

اور بھی اک رات سہی انتظار — یا نہ کیا اس نے کرم یا کیا

غیر کے آتے ہی وہ تیور نہ تھے — تم کو انہیں باتوں نے رسوا کیا

حضرت دل عشق صنم سہل تھا — تم نے خدا پر نہ بھروسا کیا

مر کے ہوئیں زندہ بہت حسرتیں — شوق نے اعجاز مسیحا کیا

داغ نے دیکھے ہیں ہزاروں حسین — آپ نے کس شخص سے دعوا کیا

۵۰

امیدوار ہوں کرم بے حساب کا — پیتا ہوں ڈگڈگا کے پیالہ شراب کا

چرچا ہے ان کے گھر میں مرے اضطراب کا — دیکھا سلوک اس دل خانہ خراب کا

بے کار مفت خاک اڑتی پھری صبا — گوشہ الٹ دیا نہ کسی کی نقاب کا

اے چارہ گر کمی نہ کرے لخت دل کہیں — ٹکڑا لگا ہوا ہے یہ چشم پر آب کا

یہ بات ہے بہار چمن ہی کے واسطے — آتا نہیں پلٹ کے زمانہ شباب کا

ساقی تو مجھ کو چاٹ لگا کر الگ ہوا — دھو دھو کے پی رہا ہوں پیالہ شراب کا

یا تمکنت سمائی طبیعت میں آپ کی — یا صبر پڑ گیا دل پر اضطراب کا

میں اک سوال کرکے پشیمان ہو گیا — لچھا بندھا ہوا ہے ہزاروں جواب کا

اٹھا ہے خواب ناز سے کوئی جو دن چڑھے — چمکا ہوا ہے آج نصیب آفتاب کا

واعظ بتا تو بادۂ کوثر کے اسم و قسم — یکتا ہے نام بادہ کشوں میں شراب کا

بہلے گا کس طرح شب غم بے قرار دل — افسانہ گو کی آنکھوں میں ہے زور خواب کا

روزہ رکھیں' نماز پڑھیں' حج ادا کریں — اللہ یہ ثواب بھی ہے کس عذاب کا

لاؤں سبو' پیالہ بھروں' در کو قفل دوں — کیا حکم ہے جناب مشیت مآب کا

مضمون خط شوق کسی میں نہیں ملا — الٹا ہے ایک ایک ورق ہر کتاب کا

کیا لاگ عشق کی ہے کہ دیتا رہا جواب — یعقوبؑ کا خیال زلیخا کے خواب کا

جب میں کروں سوال تو کہتے ہو چپ رہو — کیا بات ہے جواب نہیں اس جواب کا

خوشبو وہی' وہی ہے نزاکت' وہی ہے رنگ — معشوق کیا ہے' پھول ہے وہ بھی گلاب کا

ہونے کو تیری چشم تغافل میں قہر ہو — ہم سے ملے تو لطف ملے کچھ عتاب کا

اس بے قرار دل کا الٰہی علاج کیا — جس کے شکیب پر ہو گماں اضطراب کا

اے زلف یار وجہ بھی کچھ پیچ و تاب کی — اے چشم یار کوئی سبب بھی عتاب کا

اے داغ بخشوائیں گے امت کے وہ گناہ
ہے آسرا جناب رسالت مآب کا

۵۱

غیر پر لطف و کرم بس ہو چکا   ہو چکا ہم پر ستم بس ہو چکا
دل میں رہنے دے کسک اے چارہ گر   درد اپنا کم سے کم بس ہو چکا
میں دم آخر سے اپنے شاد ہوں   انتہا کا رنج و غم بس ہو چکا
گر یہی قسمیں ہیں تو مجھ کو یقیں   آپ کے سر کی قسم بس ہو چکا
ہم کو اے واعظ ابھی مرنا نہیں   وصف گلزار ارم بس ہو چکا
دھوم ہے اب کوچہ دلدار کی   شہرۂ دیر و حرم بس ہو چکا
ہے ہمارے بعد بھی ان کا عتاب   مر کے یہ سمجھے تھے ہم بس ہو چکا
کر چکے پامال اب گھر بیٹھیے   فتنہ برپا ہر قدم بس ہو چکا
اب یہ بت کرتے ہیں ناحق تاک جھانک   بیت رب بیت الصنم بس ہو چکا
بحر الفت سے نکالیں آشنا   تھک گیا ہوں، مجھ میں دم بس ہو چکا
جانب گور غریباں وہ نہ آئے   حشر اے اہل عدم بس ہو چکا
دیکھتا بھی تو نہیں وہ بادہ خوار   ساغر دل جام جم بس ہو چکا

کل جو اک داغ حزیں مشہور تھا
آج وہ بیمار غم بس ہو چکا

۵۲

عاشق مضطر اگر آرام اپنا دیکھتا   عشق کے آغاز میں انجام اپنا دیکھتا
سخت ناکامی تھی اس کو ورنہ یوں مرتا ہی کیوں   کوہکن بنتا ہوا گر کام اپنا دیکھتا

دیکھتا ہے کچھ تو جلوہ ورنہ کیا کرتا نہ ترک / نفع توبہ میں جو مے آشام اپنا دیکھتا
تیرے عاشق کو دکھاتے عشق کا دفتر اگر / نام تیرا دیکھتا یا نام اپنا دیکھتا
آپ تو ناحق ہیں برہم معذرت کرتا ہے دل / جرم جب یہ مورد الزام اپنا دیکھتا
کیا غرض تھی دیکھتے ہم عشق میں اچھا برا / دیکھا تو یہ دل ناکام اپنا دیکھتا
چیر کر سینہ دکھایا کیوں نہ اس کو ہم نے دل / نقش اس تعویذ میں وہ نام اپنا دیکھتا
آج کو جمشید ہوتا تو دکھاتے اس کو سیر / دل ہمارا دیکھ کر کیا جام اپنا دیکھتا
جانتا گر خود غرض خود مطلب ایسا آپ کو / فائدہ کیا میں نہ صبح و شام اپنا دیکھتا
نخوت دولت آنکھیں پھٹ گئیں قارون کی / کاش آنکھیں پھاڑ کر انجام اپنا دیکھتا

داغ کو وہ آگ لگتی جس کا بجھنا تھا محال
گر تمہاری بزم میں ہم نام اپنا دیکھتا

۵۳

کوئی پھرے نہ قول سے، بس فیصلہ ہوا / بوسہ ہمارا آج سے دل آپ کا ہوا
اس دل لگی میں حال جو دل کا ہوا ہوا / کیا پوچھتے ہیں آپ تجاہل سے کیا ہوا
ماتم ہمارے مرنے کا ان کی بلا کرے / اتنا ہی کہہ کے چھوٹ گئے وہ برا ہوا
وہ چھٹتی دیکھتے ہیں ہوائی جو چرخ پر / کہتے ہیں مجھ سے "آپ کا نالہ رسا ہوا"
اس پر بھی تو نہیں ہے غم عشق میں کمی / کھاتا ہے اک جہان تمہارا دیا ہوا
کیا عیش جاوداں کہ غم جاوداں نہیں / انسان کو ہے موت کا کھٹکا لگا ہوا
بیگانہ تھا تو کوئی شکایت نہ تھی ہمیں / آفت تو یہ ہوئی کہ وہ مل کر جدا ہوا
جس نے کیا تپاک اسی نے کیا ہلاک / جو آشنا ہوا وہی ناآشنا ہوا

دشنام کی بھی آپ سے کس کو امید تھی
ہم نے تو اس پہ صبر کیا جو عطا ہوا

اے جذب شوق! ہو نہ ہو نامہ بری ہو
آتا ہے کوئی مخمص ادھر کو اڑا ہوا

عذر ستم سے بس مجھے نادم نہ کیجئے
اس تذکرے کو چھوڑیئے جو کچھ ہوا ہوا

بے خود رہے وصال ہیں' بے ہوش ہجر ہیں
کیا جانے ہم سے کب وہ ملا کب جدا ہوا

اس طرح کے جہان میں ہیں بے غرض کہاں
تیری نگہ ہوئی' دل بے مدعا ہوا

اے چرخ کل کی رات کا غم آج تو نہ دے
ہم صبح کو نہ کھائیں گے شب کا بچا ہوا

آباد کس قدر ہے الٰہی عدم کی راہ
ہر دم مسافروں کا ہے تانتا لگا ہوا

اے کاش میرے تیرے لئے کل یہ حکم ہو
لئے جاؤ ان کو خلد میں جو کچھ ہوا ہوا

پیغامبر ندیم بنے' نامہ بر رفیق
میرا تو مدعا نہ کسی سے ادا ہوا

کس کس طرح سے اس کو جلاتے ہیں رات دن
وہ جانتے ہیں داغ ہے ہم پر مٹا ہوا

۵۴

زباں ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا
اب آچکا ہے لبوں پر معاملہ دل کا

کسی سے کیا ہو تپش میں مقابلہ دل کا
جگر کو آنکھ دکھاتا ہے آبلہ دل کا

خدا کے واسطے کر لو معاملہ دل کا
کہ گھر کے گھر ہی میں ہو جائے فیصلہ دل کا

تم اپنے ساتھ ہی تصویر اپنی لے جاؤ
نکال لیں گے کوئی اور مشغلہ دل کا

قصور تیری نگہ کا ہے کیا خطا اس کی
لگاوٹوں نے بڑھایا ہے حوصلہ دل کا

نہ جان دیتے بن آئے نہ زندہ رہتے بنے
بگڑ گیا ہے یہ کیسا معاملہ دل کا

شباب آتے ہی اے کاش موت بھی آتی
ابھارتا ہے اسی سن میں ولولہ دل کا

کئے ہیں تو نے دل اہل انجمن بے تاب
رواروی میں ہے مصروف قافلہ دل کا

جو منصفی ہے جہاں میں تو منصفی تیری
اگر معاملہ ہے تو معاملہ ل کا

ملی بھی ہے کبھی عاشق کی داد دنیا میں
ہوا بھی ہے کبھی کم بخت فیصلہ ل کا

نگاہ مست کو تم ہوشیار کر دینا
یہ کوئی کھیل نہیں ہے معاملہ ، کا

ہماری آنکھ میں بھی اشک گرم ایسے ہیں
کہ جن کے آ ے بھرے پانی آبلہ ، کا

ہوا نہ اس سے کوئی اور کانوں کان خبر
الگ الگ ہی ا سب معاملہ کا

اگرچہ جان پہ بن بن گئی محبت میں
کسی کے منہ پہ نہ رکھا معاملہ کا

ازل سے تابہ ابد عشق ہے اسی کے لئے
ترے مٹائے نہ گا نہ سلسلہ و کا

کروں تو داور محشر کے سامنے فریاد
تجھی کو سونپ نہ دے وہ معاملہ ، کا

نہ آئیں خضر کبھی آپ بھول کر بھی ادھر
جناب من! نہیں آسان مرحلہ ، کا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے
وہی بتوں کی شکایت، وہی گلہ دل کا

۵۵

عشق میں دل نے بہت کام نکالا اپنا
سچ ہے ملتا ہے کہاں چاہنے والا اپنا

میں اٹھاتا ہوں سہارے کے لئے دست دعا
رہ گیا ہو نہ کہیں راہ میں نالا اپنا

اپنی نظروں میں تو پھرتا ہے وہ قد بوٹا سا
سرو گلشن کو دکھائے قد بالا اپنا

اے سیہ بختی عاشق نہ بنے گی تو زلف
رہنے دے اپنے لئے رنگ یہ کالا اپنا

اس پہ مرتے ہیں جو بے درد ہو بے مہر بھی ہو
عشق ہے سارے زمانے سے نرالا اپنا

دل بچا تیغ نظر سے مگر اب خیر نہیں
تیرے دنبالے نے بھالا جو سنبھالا اپنا

بحر و بر میں نہ کوئی فرق رہے گا باقی
کچھ اگر پھوٹ پڑا پاؤں کا چھالا اپنا

اپنی تصویر وہ کھنچوائے یہ ممکن ہی نہیں
جس نے آئینے میں بھی عکس نہ ڈالا اپنا

غیر کے ملنے سے دنیا میں ہوئی بدنامی
تم نے عالم میں بڑا نام اچھالا اپنا

خاک کس کس کی خدا جانے ہوئی دامن گیر
تم نے چلتے ہوئے دامن نہ سنبھالا اپنا

دل شکن اس نے تو دو حرف ہی لکھے تھے ہمیں
دفترِ شوق ہوا سب تہ و بالا اپنا

کچھ سیہ بختی عاشق میں سعادت ہوتی
سایہ زلفوں نے تیری اس پہ نہ ڈالا اپنا

چرخ کا پاؤں ہے مدت سے یونہی گردش میں
ہے بجا گر کہے خورشید کو چھالا اپنا

دیکھ کر اس کو تعجب ہے جناب ناصح
مجھ سے فرماتے ہیں کیوں دل نہ سنبھالا اپنا

انتظار اے دو ساغر ہو کہاں تک ساقی
کہیں لبریز نہ ہو جائے پیالہ اپنا

اس کے دامن کی جنوں میں بھی رہی ہم کو تلاش
جیب پر اپنی کبھی ہاتھ نہ ڈالا اپنا

غیر سے ملنے کی لکھی ہے نہایت تاکید
اور لکھا ہے مجھے خط میں حوالا اپنا

ہیں برے حال کے سب دیکھنے والے اے داغ
کوئی دنیا میں نہیں پوچھنے والا اپنا

۵۶

تم گلے جب نہ ملو لطف ملاقات ہی کیا
مان بھی جاؤ مری بات یہ ہے بات ہی کیا

دل و دیں لے کے بھی راضی نہ ہوئے آپ کبھی
یہ تو فرمایئے میں کیا' مری اوقات ہی کیا

کشتۂ ناز کو کیوں زندہ کریں آ کے مسیح
تمہیں ٹھکراؤ کہ ہے اس میں کرامات ہی کیا

عالم وجد میں بے خود نہیں ہوتے صوفی؟
نشے میں چور ہیں رندان خرابات ہی کیا

ہمت اے دیدۂ ترا قطرہ فشانی کب تک
موسلا دھار نہ برسے تو وہ برسات ہی کیا

دل سے شے ہم نے تو بھیجی انہیں' وہ کہتے ہیں
"بیش قیمت ہے یہ سوغات میں سوغات ہی کیا"

حشر کے دن وہی کافر مجھے مل جائے گا
میرے کردار کی ہے اور مکافات ہی کیا

جا کے پی آئے وہاں' آتے ہی توبہ کر لی
اس قدر دور ہے مسجد سے خرابات ہی کیا

عاشق اور پھر ایسی کہ چھپائے نہ چھپے
مجھ سے مجرم کے لئے چاہئے اثبات ہی کیا

دل کو لے لیتے ہیں در پردہ وہ عیاری سے
چار غیروں پہ جو کھل جائے تو پھر گھات ہی کیا

روز پیتے ہیں صبوحی بھی ادا کر کے نماز
فرق آجائے تو پابندی اوقات ہی کیا

لہریں آتی ہیں طبیعت میں ہماری کیا کیا
برق وش پاس نہ ہو جب تو وہ برسات ہی کیا

مئے انگور فرشتوں کی بھی قسمت میں نہیں
اس سے محروم ہیں اک قبلہ حاجات ہی کیا

اس میں دھوکا تو نہیں ہم سے ذرا سچ کہئے
کر دیا مانگ کے دل آپ نے خیرات ہی کیا

اب تمنائے شب وصل ہے کس کافر کو
بات کرنے میں گذر جائے تو وہ رات ہی کیا

آگے اس شوخ کے چپ لگ گئی ان کو اے داغ
میرے مطلب کو جو کہتے تھے یہ ہے بات ہی کیا

٥٧

دیکھ کر تیری ادا جی سے گذر جائے گا
مرنے والا تو قیامت میں بھی مر جائے گا

نامہ بر چرب زبانی تو بہت کرتا ہے
دل گواہی نہیں دیتا کہ ادھر جائے گا

اور بھی اور بھی اے درد محبت ہو سوا
گر کمی کی تو مرے دل سے اتر جائے گا

غیر کا قصہ شب وصل میں کیوں لے بیٹھے
باتوں باتوں میں یونہی وقت گذر جائے گا

میرے ہمراہ پس مرگ ڈبونے کے لئے
دیدۂ تر نہ سہی دامن تر جائے گا

رخنہ گر وہ ہو تو محشر کا تماشا کیسا
آن کی آن میں سب کھیل بکھر جائے گا

بے خودی میں ہے کسے ہوش کہاں ہے قاصد
کدھر آیا' نہیں معلوم کدھر جائے گا

عاقبت پاک ہے مے خوار کی سن رکھ زاہد
یہ تو مے خانے سے اللہ کے گھر جائے گا

کھا لیا ہم نے شب ہجر میں سب خون جگر
روز فرقت ہمیں اب صاف گذر جائے گا

کسی بندے پہ برا وقت نہ ڈالے اللہ
کیا خبر تھی کوئی یوں ہجر میں مر جائے گا

کیوں نہ ہم روئیں مقدر کی پریشانی کو
کیا یہ گیسو ہیے تمہارا کہ سنور جائے گا

بوجھ ڈالے نہ بہت دست دعا پر تاثیر
مجھ کو ڈر ہے کہ مرا ہاتھ اتر جائے گا

وصف حوروں کے تو دن رات سنوں اے واعظ
خوف یہ ہے کہ وہاں پرچہ گذر جائے گا

کر کے برباد مجھے چرخ کہاں جاتا ہے
میں بھی ہمراہ اسی کے ہوں جدھر جائے گا

فوج مژگاں نے تری گھیر لیا ہے دل کو
اب کہاں جائے گا بچ کر، یہ کدھر جائے گا

اب تو اے داغ مرے غم سے وہ خوش ہیں پھر کیا
آخر اک دن یہ زمانہ بھی گذر جائے گا

۵۸

مایوس ہجر میں دل ناکام ہو گیا
رخصت ہو اے اجل مجھے آرام ہو گیا

سنتا ہوں، غیر کا بت خود کام ہو گیا
یہ بات سچ ہوئی تو مرا کام ہو گیا

میں ہر طرح سے مورد الزام ہو گیا
تقصیر کی کسی نے مرا نام ہو گیا

اس تشنگی کی آگ اسی آگ سے بجھی
میں پانی پیتے پیتے مے آشام ہو گیا

کیوں میری بات سنتے ہی تلوار کھینچ لی
کیا حرف اختلاط بھی دشنام ہو گیا

آپ اپنے گھر کو رشک مسیحا سدھاریئے
آرام ہو گیا مجھے آرام ہو گیا

عاشق کے ضعف قلب کی کچھ انتہا نہیں
گویا وہ اس زمانے کا اسلام ہو گیا

سینہ مرا سبو ہے مئے عشق کے لئے
آنکھیں پیالہ بن گئیں، دل جام ہو گیا

بگڑے وہ مجھ کو دیکھ کے محفل میں اس طرح
گویا قیامت آگئی کہرام ہو گیا

باہر خودی سے ہو نہ سکا دل تمام عمر
اس کی رگوں کا جال اسے دام ہو گیا

پھر آرزو مراد پر آکر ہوئی ہے یاس
لو پختہ ہو کے پھر یہ شر خام ہو گیا

بس شرح اس کی حضرت ناصح نہ کیجئے
معلوم ہم کو عشق کا انجام ہو گیا

اب صبر کس طرح سے دل بدگماں کو ہو
کیوں یہ کہا کہ شب کو ہمیں کام ہو گیا

رہتا نہیں ہے اپنا مقدر بھی اپنے ساتھ
وہ بھی شریک گردش ایام ہو گیا

کیا طول مدعا جسے کافی ہو روز حشر
کیا فیصلہ جو صبح سے تا شام ہو گیا

قاصد کے ہاتھ چوم لئے میں نے لے کے خط
یہ اک طرح کا بوسہ بہ پیغام ہو گیا

جو ابتدائے عشق میں تھے کام نادرست
انجام کار سب کا سرانجام ہو گیا

دنیا میں داغ صاحب اعزاز ہے تو ہو
وہ آپ کا تو بندۂ بے دام ہو گیا

۵۹

نام زیر آسماں باقی رہا
مر مٹوں گا یوں نشاں باقی رہا

اس کے در پر جبہ سا لاکھوں ہوئے
پھر بھی سنگ آستاں باقی رہا

دیکھئے فردائے محشر کیا بنے
آج کل پر امتحاں باقی رہا

اے گداز غم تجھے کھا جاؤں گا
ایک بھی گر استخواں باقی رہا

شب کو تیری جستجو میں کوبکو
کون سا مجھ سے مکاں باقی رہا

مٹ گئے دنیا کے جلسے سیکڑوں
ہے غنیمت جو سماں باقی رہا

آنکھ اپنی روز محشر کھل چکی
کچھ اگر خواب گراں باقی رہا

دل تگی ہو جائے گی زیر مزار
تو جو اے درد نہاں باقی رہا

آزمائی ہے مروت ہی ابھی
امتحاں سا امتحاں باقی رہا

حال کچھ اے داور محشر نہ پوچھ
حال مجھ میں اب کہاں باقی رہا

مٹ چکا گو اک زمانے کا خیال
پھر بھی دل میں اک جہاں باقی رہا

تخیر کا چھلا چھپایا آپ نے اس نشانی کا نشاں باقی رہا

جا چکا اے داغ سب مال و متاع
شکر ہے لطف زباں باقی رہا

۶۰

د محتسب کا مسرب رندانہ کھل گیا
پہلے ہی عید سے در مے خانہ کھل گیا

باد صبا نے بھی نہ کیا اس کو بے حجاب
سینے پہ ہاتھ آگئے جب شانہ کھل گیا

قاتل نے دیکھے اس میں ہزاروں پری جمال
دل چاک کیا ہوا کہ پری خانہ کھل گیا

ہم سے تغافل اور ہے غیروں سے تاک جھانک
تیرا فریب نرگس مستانہ کھل گیا

جلنے لگے ہیں شمع سے، گل سے ہیں بد دماغ
کیوں ان پہ عشق بلبل و پروانہ کھل گیا

رکھا تھا ہم نے پردہ کہ اس پر کھلے نہ حال
سب راز دل سناتے ہی افسانہ کھل گیا

خونیں ہے پیرھن جو تمھارے شہید کا
اس پر یہ سرخ خلعت شاہانہ کھل گیا

پوچھا مزاج اس نے تو وحشت کی اس نے لی
آخر کو پردۂ دل دیوانہ کھل گیا

اس مے کدے سے ہم تو چلے تشنہ کام ہی
بس ہم پہ ظرف ساقی و پیمانہ کھل گیا

مشتاق دید غش میں پڑے ہیں جو زیر بام
سر کی نقاب کیا رخ جانانہ کھل گیا

اے داغ وقت مرگ ہوا امتحاں ہمیں
اس وقت میں یگانہ و بیگانہ کھل گیا

۶۱

ادھر دیکھ لینا، ادھر دیکھ لینا
کن انکھیوں سے اس کو مگر دیکھ لینا

فقط نبض سے حال ظاہر نہ ہو گا — مرا دل بھی اے چارہ گر دیکھ لینا
کبھی ذکر دیدار آیا تو بولے — قیامت سے بھی پیشتر دیکھ لینا
نہ دینا خط شوق گھبرا کے پہلے — محل، موقع، اے نامہ بر دیکھ لینا
کہیں ایسے بگڑے سنورتے بھی دیکھے — نہ آئیں گے وہ راہ پر دیکھ لینا
تغافل میں شوخی نرالی ادا تھی — غضب تھا وہ منہ پھیر کر دیکھ لینا
شب وعدہ اپنا یہی مشغلہ تھا — اٹھا کر نظر سوئے در دیکھ لینا
بلایا جو غیروں کو دعوت میں تم نے — مجھے پیشتر اپنے گھر دیکھ لینا
محبت کے بازار میں اور کیا ہے — کوئی دل دکھائے اگر دیکھ لینا
مرے سامنے غیر سے بھی اشارے — ادھر بھی، ادھر دیکھ کر، دیکھ لینا
نہ ہو نازک اتنا بھی مشاطہ کوئی — دھن دیکھ لینا کمر دیکھ لینا
نہیں رکھنے دیتے جہاں پاؤں ہم کو — اسی آستانے پہ سر دیکھ لینا
تماشائے عالم کی فرصت ہے کس کو — غنیمت ہے بس اک نظر دیکھ لینا
دیئے جاتے ہیں آج کچھ لکھ کے تم کو — اسے وقت فرصت مگر دیکھ لینا
ہمیں جان دیں گے، ہمیں مر مٹیں گے — ہمیں تم کسی وقت پر دیکھ لینا

جلایا تو ہے داغ کے دل کو تم نے
مگر اس کا ہو گا اثر دیکھ لینا

۶۴

دل مکدر مدام کا نکلا — کب یہ آئینہ کام کا نکلا
گھر سے تم کیوں نکالے دیتے ہو — کیا قصور اس غلام کا نکلا
بھر کے دے جام ورنہ اے ساقی — دم کسی تشنہ کام کا نکلا

مٹ گئی رسم و راہ بھی ان سے — یہ نتیجہ پیام کا نکلا
بحث تھی مے کشی میں زاہد سے — عذر ماہ صیام کا نکلا
یہ سنا ہے کہ اب وہ ہرجائی — صبح آتا ہے شام کا نکلا
گالیاں سنتے ہیں دعا دے کر — خوب پہلو کلام کا نکلا
دل کے ملنے کی پھر امید نہیں — یہ اگر اس کے کام کا نکلا
واہ کیا کیا تیری محبت میں — حوصلہ خاص و عام کا نکلا

سچ تو یہ ہے کہ عاشقی میں داغ
ایک ہی اپنے نام کا نکلا

۶۳

تجھے نامہ بر قسم ہے وہیں دن سے رات کرنا — کوئی ایک بات پوچھے تو ہزار بات کرنا
نہیں اور خوف قاصد مگر ایک بات کا ہے — جو رقیب بھی وہاں ہو بہت التفات کرنا
وہ ہو تیز رو نہ پائے کوئی تم کو حضرت دل — رہ دوست میں جو چلنا تو ہوا کو مات کرنا
ابھی سن ہی کیا ہے جو انہیں وقار و تمکیں — کبھی اجتناب کرنا، کبھی التفات کرنا
مرے دل کی قیمت اتنی نہ بڑھاؤ کون لے گا — جو تمہیں نہ جانتا ہو یہ اسی سے گھات کرنا
ہمیں گلشن جہاں میں یہی کام آخری ہے — اسی باغباں کو واپس ثمر حیات کرنا
یہ زمانہ کہہ رہا ہے کہ وہ قول کے ہیں پورے — مگر اک ہمیں سے وعدہ انہیں بے ثبات کرنا
نکل آئیں گے وہ باہر وہیں شور سن کے اے دل — کبھی ان کے در پہ جا کر کوئی واردات کرنا

وہ کریم کیا نہیں ہے، وہ رحیم کیا نہیں ہے
کبھی داغ بھول کر بھی نہ غم نجات کرنا

شوق ہے اس کو خود نمائی کا — اب خدا حافظ اس خدائی کا
وصل پیغام ہے جدائی کا — موت انجام آشنائی کا
دے دیا رنج اک خدائی کا — ستیاناس ہو جدائی کا
کسی بندے کو درد عشق نہ دے — واسطہ اپنی کبریائی کا
پھنس گیا دل بری جگہ، افسوس! — کوئی پہلو نہیں رہائی کا
صلح کے بعد وہ مزہ نہ رہا — روز سامان تھا لڑائی کا
کہتے ہیں وہ قیامت آنے دو — ابھی موقع نہیں صفائی کا
اپنے ہوتے عدو پر آنے دے — کیوں وہ الزام بے وفائی کا
اشک آنکھوں میں، داغ ہے دل میں — یہ نتیجہ ہے آشنائی کا
ہنستی آتی ہے اپنے رونے پر — اور رونا ہے جگ ہنسائی کا
آج وہ امتحان کرتے ہیں — وقت ہے قسمت آزمائی کا
دل اڑاتا ہے دل لگی کے مزے — پوچھنا کیا لگی لگائی کا
فتنہ گر ایک تو ہے اک محشر — دل شریک اس میں ہے تنہائی کا
اڑ گئے ہوش دام میں پھنس کر — قید کیا نام ہے رہائی کا
اک خدائی کی آفتیں دیکھیں — ہائے صدمہ تری جدائی کا
اور تو ہم کو کچھ نہیں آتا — کام کرتے ہیں آشنائی کا
دل ترا صاف ہو نہیں سکتا — ہیچ ہے محکمہ صفائی کا
بت کدے کی جو سیر کی ہم نے — کارخانہ ہے اک خدائی کا
گرچہ پہنچا ہوں میں کہیں سے کہیں — مرحلہ دور ہے رسائی کا

نہ رہا لطف اس زمانے میں
میرزا داغ میرزائی کا

۶۵

آشنا تو ہے اپنے مطلب کا
فیصلہ ہو چکا ہے یہ کب کا

روز محشر ہے یہ دلیل ان کی
کہتے ہیں "مجھ سے وعدہ تھا شب کا"

کیوں نہ ہو غیر کی دعا مقبول
وہ خدائے کریم ہے [illegible]ب کا

لے کے دل تم نے جب ستم توڑے
پھر ہماری [illegible] میں آدبکا

وہ سنے درد دل جو ہو ہم درد
نہیں، [illegible] کوئی مرے ڈھب کا

کس کو جانوں رقیب محفل میں
ایک نام اس نے رکھ دیا سب کا

غنچہ گل کو سونگھئے بچ کر
بوسہ لے لے نہ آپ کے لب کا

ذکر بے داد پر نہ ہو برہم
کہ نہیں ہے یہ تذکرہ اب کا

داغ مے کو نہ دیکھ اے زاہد
دل تو ہے پاک رند مشرب کا

دم نہیں دل میں ایک مدت سے
خون ہے مدعا و مطلب کا

کافر عشق کیوں مسلماں ہو
سب کو ہے پاس اپنے مذہب کا

جرم تھا پیشتر تغافل بھی
حال جب کا کہوں کہ میں اب کا

چاہنے والے ہوں، برے کہ بھلے
ان کے دفتر میں نام ہے سب کا

ہو مئے ناب یا شراب طہور
تشنہ ہوں ساغر لبالب کا

بات پوری وہ کر نہیں سکتے
زور ہے کیا نزاکت لب کا

کیا کرو گے کہو تو روز جزا
ایک دعویٰ ہوا اگر سب کا

تم نے بھی کچھ سنا کہ تا بفلک
شور پہنچا ہے میری یا رب کا

پہلے انکار اور پھر دشنام یہ نتیجہ ہے عرض مطلب کا

شکر ہے داغ کامیاب ہوا
حق تعالیٰ بھلا کرے سب کا

۶۵

جس دن وہ مرے قتل کے ساماں میں نہ ہو گا — وہ دن ہی کبھی گردش دوراں میں نہ ہو گا

جینا تو بلائے شب ہجراں میں نہ ہو گا — مرنا بھی الٰہی مرے امکاں میں نہ ہو گا

کیوں مفت میں دیوانہ بنوں چھوڑ کے تجھ کو — دامن میں جو ہے ہاتھ گریباں میں نہ ہو گا

کیوں جانے لگا دل ترے ناوک سے نکل کر — سوفار میں ہو گا جو وہ پیکاں میں نہ ہو گا

چمکے گا مرا داغ جگر صورت خورشید — کیا روز قیامت شب ہجراں میں نہ ہو گا

میں پیچ سے تقدیر کے خوش ہوں یہ سمجھ کر — ایسا کوئی بل گیسوئے پیچاں میں نہ ہو گا

بہلاؤں گا اپنے دل ویراں سے طبیعت — یہ دشت بلا کیا مرے زنداں میں نہ ہو گا

ہوتا ہے جدائی میں ضرر جان کا ناصح — ہے یہ تو یقیں تو مرے نقصاں میں نہ ہو گا

کیا آئے دم نزع بلانے سے جو آئے — محسوب یہ احساں کسی احساں میں نہ ہو گا

اتنا تو ہوا دیدۂ گریاں کی بدولت — آباد کوئی کوچہ جاناں میں نہ ہو گا

کیا خوف اذاں ہم کو شب وصل یقیں ہے — اللہ کا گھر کوچہ جاناں میں نہ ہو گا

اپنے بھی تو بیگانے نظر آئیں گے اے داغ
اپنا تو کوئی حشر کے میداں میں نہ ہو گا

۶۶

تم کو کیا ہر کسی سے ملنا تھا — دل ملا کر مجھ ہی سے ملنا تھا

پوچھتے کیا ہو کیوں لائی دیر — اک نئے آدمی سے ملنا تھا

مل کے غیروں سے بزم میں، یہ کہا — "مجھ کو آخر سبھی سے ملنا تھا"

کیوں بہانے کئے شب وعدہ — صاف کہہ دو کسی سے ملنا تھا

عید کو بھی خفا خفا ہی رہے — آج کے دن خوشی سے ملنا تھا

آپ کا مجھ سے جی نہیں ملتا — اس محبت پہ جی سے ملنا تھا

تم تو اکڑے رہے تمہیں اے داغ
ہر طرح مدعی سے ملنا تھا

٦٧

مقتل میں وہ سفاک جو مصروف ستم تھا — آگے صف عشاق سے اپنا ہی قدم تھا

اے نامہ بر اس کا نہ یہ انداز رقم تھا — معلوم ہوا ہاتھ میں دشمن کے قلم تھا

وہ جلد نہ کیوں اٹھتے مری بزم عزا سے — عشرت کدہ غیر بھی دو چار قدم تھا

یاد آتے ہیں اب مجھ کو شب وصل کے احسان — جو عین کرم تھا وہ مرے حق میں ستم تھا

سنتا ہوں کہ ناصح کی زباں بند ہوئی ہے — ہر روز کی جھک جھک سے مرا ناک میں دم تھا

یہ شکوۂ فرقت پہ کہا پیار سے اس نے — "مجھ کو بھی بہت رنج ترے سر کی قسم تھا"

ہم مر گئے لیکن نہ اٹھایا ستم رشک — یہ کام محبت میں تری سب سے اہم تھا

نکلا دل آباد کو برباد ہی کرکے — غیروں کا تصور بھی بڑا نحس قدم تھا

کرتے ہو عبث شکوۂ فرقت کی شکایت — وہ شکر ملاقات گزشتہ سے تو کم تھا

نکلے بھی تو ہمراہ دم باز پسیں کے — جب تک وہ مرے دل میں رہے سینے میں دم تھا

تھا وعدہ یہاں چار پہر رہنے کا ان سے — افسوس مگر وصل کا دن رات سے کم تھا

جل جل کے ہوئے خاک، ہوئی خاک بھی برباد — ہستی میں یہ ہستی تھی، عدم میں یہ عدم تھا
مجنوں کے طرف دار بنے ہیں کئی دن سے — فرماتے ہیں "وہ آپ سے کس بات میں کم تھا"
معشوق، فلک، غیر، شب غم، دل بے تاب — تازیست مرے حال پہ کس کس کا کرم تھا
اس بت نے لفافہ جو دیا مہر لگا کر — گویا وہ کف دست میں قاصد کے پدم تھا
نکلا ہے تلاشی سے فقط اک درم داغ — یاروں کو مرے دل پہ ہزاروں کا بھرم تھا

دل خون ہوا، خاک ہوا، خوب ہوا، داغ
ہر آن کی تکلیف تھی، ہر وقت کا غم تھا

ردیف ب

۶۸

نہیں سنتا ستم ایجاد ہماری یارب — تجھ سے ہر وقت ہے فریاد ہماری یارب
کچھ تو تخصیص ہو مظلوم محبت کے لئے — کاش دنیا میں ملے داد ہماری یارب
پھر کہاں جائیں گے جنت میں اگر جی نہ لگا — ہے طبیعت بہت آزاد ہماری یارب
در پئے بیخ کنی ہو گئے سارے دشمن — جب کہیں جم گئی بنیاد ہماری یارب
ان کے آنے سے اجل پیشتر آئی افسوس — کیا برے وقت ہوئی یاد ہماری یا رب
دل دھڑکتا ہے کہ آغاز محبت ہے ابھی — کیا پڑے دیکھئے افتاد ہماری یارب
پھر کوئی مانے نہ مانے ہمیں پروا کیا ہے — مان لے گر دل ناشاد ہماری یا رب
ہو دم قتل وہ تصویر کا عالم ہم پر — شکل دیکھا کرے جلاد ہماری یارب

ہجر میں زندہ رہا داغ تو وہ کہتے ہیں
"ہائے بے کار ہو بے داد ہماری یارب"

۶۹

نگاہ لطف سے والا نگاہ ہے محبوب ۔۔۔ پناہ خلق سے عالم پناہ ہے محبوب
ہنر شناس ہے محبوب شاہ آصف جاہ ۔۔۔ کمال دوست' مہ نیم ماہ ہے محبوب
کوئی طریق ارادت سے ہم بھٹکتے ہیں ۔۔۔ ہمارے واسطے اک خضر راہ ہے محبوب
مجال کیا ہے نہ سیدھا ہو چرخ کج رفتار ۔۔۔ کہ قہرمان و شہ کج کلاہ ہے محبوب
بلند بخت و سرفراز سب ہیں درباری ۔۔۔ قمر خدم ہے' فلک بارگاہ ہے محبوب
شرف ہے خسرو و جم کو بھی باریابی سے ۔۔۔ وہ صاحب شرف و عز و جاہ ہے محبوب
نشان شر نہ رکھا نام کو زمانے میں ۔۔۔ خدا کے بندوں کا وہ خیر خواہ ہے محبوب
نہ کیوں ہو سایہ دامن میں اس کے خلق اللہ ۔۔۔ کہ شہریار ہے' ظل اللہ ہے محبوب

امید منصب و جاہ و حشم نہ کیوں کر ہو
فقیر داغ ہے' تو پادشاہ ہے محبوب

۷۰

دل ناکام کے ہیں کام خراب ۔۔۔ کر لیا عاشقی میں نام خراب
اس خرابات کا یہی ہے مزہ ۔۔۔ کہ رہے آدمی مدام خراب
زلف ہے چور' چشم یار شریر ۔۔۔ حسن کا سب ہے انتظام خراب
دیکھ کر جنس دل وہ کہتے ہیں ۔۔۔ کیوں کرے کوئی اپنے دام خراب
ابر تر سے صبا ہی اچھی تھی ۔۔۔ میری مٹی ہوئی تمام خراب
وہ بھی ساقی مجھے نہیں دیتا ۔۔۔ وہ جو ٹوٹا پڑا ہے جام خراب
کیا ملا ہم کو زندگی کے سوا ۔۔۔ وہ بھی دشوار' ناتمام' خراب

واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں
خوب رو ہو کے یہ کلام خراب

چال کی رہ نمائے عشق نے بھی
وہ دکھایا جو تھا مقام خراب

داغ ہے بدچلن تو ہونے دو
سو میں ہوتا ہے اک غلام خراب

ردیف پ

۱۷

کیا سبب؟ شکوہ ہے! بشاش ہے جی آپ ہی آپ
چلی آتی ہے مجھے آج ہنسی آپ ہی آپ

ابھی آئی بھی نہیں کوچہ دلبر سے صبا
کھل گئی آج مرے دل کی کلی آپ ہی آپ

ہیں بڑے یار فراموش جناب زاہد
جاکے مے خانے میں چوری سے جو پی آپ ہی آپ

مجھ کو ارشاد سے ناصح کے یہ مفہوم ہوا
جس طرح سے کوئی بن بیٹھے ولی آپ ہی آپ

قطرے قطرے کو ترستی ہیں ہماری آنکھیں
کھا گیا خون جگر رنج دلی آپ ہی آپ

ہم نشیں بھی تو نہیں ہجر میں دل کیا بہلے
باتیں کر لیتے ہیں دو چار گھڑی آپ ہی آپ

سوچتے ہیں کہیں تدبیر بھی قسمت والے
کہ نکل جاتے ہیں ارمان دلی آپ ہی آپ

کچھ تو فرمایئے اس بدمزگی کا باعث
آپ ہی آپ ہے رنجش، خفگی آپ ہی آپ

کبھی کثرت سے غرض ہے کبھی وحدت منظور
کبھی وہ انجمن آرا ہے کبھی آپ ہی آپ

دل لگی آگ ہے اے داغ خبر لو جلدی
جو لگائے سے لگی کب وہ بجھی آپ ہی آپ

ردیف ت

۷۴

بزم دشمن میں نہ کھلتا گل تر کی صورت
جاؤ بجلی کی طرح آؤ نظر کی صورت

نہ مٹانے سے مٹی فتنہ و شر کی صورت
نظر آتی نہیں اب کوئی گذر کی صورت

سوچ لے پہلے ہی تو نفع و ضرر کی صورت
نامہ بر تجھ کو بھلا دیں گے وہ گھر کی صورت

کیا خبر کیا ہوئی فریاد و اثر کی صورت
کہ ادھر کب نظر آتی ہے ادھر کی صورت

بگڑی شوریدہ سری سے مرے گھر کی صورت
وہی دیوار کی صورت ہے جو در کی صورت

چھپ کے بیٹھے ہو آ مجھ سے چلو یونہی سہی
میں بھی اٹھنے کا نہیں پردۂ در کی صورت

اس کو دیکھے کوئی محفل میں' یہ کس کی طاقت
ہر بشر دیکھنے لگتا ہے بشر کی صورت

بار تشبیہ سے دھرے وہ ہوئے جاتے ہیں
کیوں رگ جاں سے ملائی تھی کمر کی صورت

نامہ بر جان کے میں اس کے قدم لیتا ہوں
جب بنا کر کوئی آتا ہے سفر کی صورت

نہیں معشوق کوئی حسن و ادا سے خالی
اس پہ صورت بھی مرے رشک قمر کی صورت

اے جنوں خاک بیاباں کو بیاباں سمجھوں
میری آنکھوں میں ابھی پھرتی ہے گھر کی صورت

ان کے جانے کا وہ صدمہ وہ مری تنہائی
اور روتی ہوئی وہ شمع سحر کی صورت

رشک آئینے سے کیا' وہم تو اس بات کا ہے
تیرے دل میں نہ پھرے آئینہ گر کی صورت

خط میں لکھا تھا کہ آتا ہے کلیجا منہ کو
اب دکھائیں انہیں کس منہ سے جگر کی صورت

وصف حوران بہشتی کے سنے اے واعظ
سب سے اچھی ہے جو اچھی ہے بشر کی صورت

لب پاں خوردہ کی شوخی پہ نہ اترا ظالم
ملتی جلتی ہے مرے زخم جگر کی صورت

خواب راحت سے جو اٹھے ہیں وہ کلمہ پڑھتے
نظر آئی ہے کسی پاک نظر کی صورت

آج آنکھیں نہیں یا میں نہیں، دیکھو تو غضب
کہ دکھائی ہے مجھے غیر کے گھر کی صورت

آئے تھے گھر میں مرے آگ ببولا بن کر
ٹھنڈے ٹھنڈے وہ گئے باد سحر کی صورت

ہاتھ آنکھوں پہ شب وصل عبث رکھتے ہو
میری صورت نہ سہی دیکھو سحر کی صورت

آپ نے کی ہیں عبث شرم سے نیچی آنکھیں
چبھ گئی یہ بھی ادا دل میں نظر کی صورت

دل سے نکلے تو پھرے خانہ خرابوں کی طرح
تم نے برسوں دیکھی نہیں گھر کی صورت

منتظر ہجر میں ہم، وصل میں مشتاق ہو تم
نظر آتی نہیں دونوں کو سحر کی صورت

در و دیوار کا جلوہ نہیں دیکھا جاتا
ان کے آتے ہی بدل جاتی ہے گھر کی صورت

کوئی دم کوئی گھڑی کل نہیں پڑتی دل کو
میں بیاں کس سے کروں آٹھ پہر کی صورت

لئے جاتا ہے ہمیں جوش جنوں صحرا کو
دیکھتے جاتے ہیں منہ پھیر کے گھر کی صورت

حضرت داغ تو شاعر ہیں ہوا باندھتے ہیں
نہ دعا کی کوئی صورت نہ اثر کی صورت

۷۳

بزم میں دیکھا ہے کس حسرت سے میں نے سوئے دوست
مجھ کو دشمن سے گلے مل کر جو آئی بوئے دوست

یہ بلائیں کس کو لپٹیں دیکھئے ہوں کس کے سر
کچھ پریشاں سے نظر آتے ہیں مجھ کو موئے دوست

سخت جانوں پر ہوا کرتی ہے اکثر مشق تیغ
چشم بد دور آج کل ہیں روپ پر بازوئے دوست

میں برائی میں بھی ہو جاتا برابر کا شریک
میری قسمت سے سوا بگڑی ہوئی ہے خوئے دوست

وہ عدو کے ساتھ آتے ہیں عیادت کو مری
اک نظر ہے سوئے دشمن، اک نظر سوئے دوست

اے صبا توہی اٹھائے چل ذرا وقت خرام
قد آدم سے زیادہ بڑھ گئے گیسوئے دوست

آپ اپنے کو تو چشم شوق پہلے دیکھ لے
کیا ہنسی ہے کھیل ہے یوں دیکھ لینا روئے دوست

ذکر آتا ہے اگر ان کا تو کٹ جاتی ہے بات
تیغ سے بڑھ کر کہیں برش میں ہیں ابروئے دوست

فرق اتنا تو رہے زیر زمین اے آسمان
پاس دشمن کے ہو دشمن، دوست ہم پہلوئے دوست

مجھ کو وہم آیا کہ بے شک مدعی کا ہے یہ خط
دب گیا تھا گوشہ دامن تہ زانوئے دوست

بانکپن کرتے ہیں مشتاقوں سے کیا کیا خوب رو
دیکھتے ہی میری صورت تن گئے ابروئے دوست

غیر کے نقش قدم اے داغ رہبر ہو گئے
مٹنے والوں نے بتایا ہے نشان کوئے دوست

۷۴

نہیں سنتے وہ اب ہماری بات سچ ہے بن آئے کی ہے ساری بات
دو دو باتیں ہوئی تھیں واعظ سے رکھ لی اللہ نے ہماری بات
غیر سے اس نے ہی نہ پوچھا حال کرنے دیتی نہ بے قراری بات

حال دل سن کے یہ جواب ملا — اب نہ ہو گی مری تمہاری بات
دل دہلتا ہے مجھ سے دشمن کا — کہ دلیروں کی ہے کراری بات
کھیل ہے امتحاں ترے آگے — میرے آگے ہے جاں نثاری بات
حال کہہ کر پلٹ گیا قاصد — خوب بگڑی ہوئی سنواری بات
حشر میں کچھ نہ کچھ نکالے گی — میری شرم گناہ گاری بات
خامشی میں ادا کریں مطلب — یہ تو ہے ان کی اختیاری بات
لب شیریں کا بوسہ دے دیجئے — زہر لگتی ہے گر ہماری بات
لوٹ لیتی ہے داغ کے دل کو
تیری ہر ایک پیاری پیاری بات

۷۵

کیجئے قتل کا ابرو سے اشارا جھٹ پٹ — یہی تلوار کرے کام ہمارا جھٹ پٹ
وہ شکایت کی خبر سن کے ہوئے جب برہم — لے دیا نام رقیبوں نے ہمارا جھٹ پٹ
دل کو نظروں سے گرا کر نہ ہوئے آپ خبر — ایسے گرتے کو تو دیتے ہیں سہارا جھٹ پٹ
سچ یہ ہے کی مرے قاصد نے بڑی چالاکی — کرکے تسلیم' خط شوق گذارا جھٹ پٹ
قول دینے میں کیا عذر نزاکت پہروں — ہاتھ پر ہاتھ کبھی تم نے نہ مارا جھٹ پٹ
پس دیوار جو اس نے مری آواز سنی — وہیں دربانوں کو گھبرا کے پکارا جھٹ پٹ
بچتے رہنے گا میری آہ شرر افشاں سے — کہ پہنچتا ہے اس آتش کا شرارا جھٹ پٹ
نہ ہوا ایک نگہ سے جو مرا کام تمام — پھر کے پھر دیکھ لیا اس نے دوبارا جھٹ پٹ
نامہ بر زندہ جو پھرتا ہے تو یہ کہتا ہے — اب تو دلوایئے انعام ہمارا جھٹ پٹ
تیرہ بختی نے بڑی دیر لگا رکھی ہے — کہیں چمکے مری قسمت کا ستارا جھٹ پٹ

۶۷

جب پریشانی عاشق کی مصیبت سن لی　　اس نے بکھری ہوئی زلفوں کو سنوارا جھٹ پٹ
دل بے تاب کو کیا تاب ہو سوزِ غم کی　　آگ پر رکھتے ہی اڑ جاتا ہے پارا جھٹ پٹ
پھر نہ کہئے گا کہ ہم سے نہ کہا داغ کا حال
لیجئے اس کی خبر آپ خدارا جھٹ پٹ

ردیف ث

۷۶

پڑا ہے بل جبیں پر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
ہوا کیوں تیز خنجر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
خفا رہتے ہو اکثر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
ستم ہوتے ہیں مجھ پر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
کہا گر ہم نے ہرجائی تو کیوں تم نے برا مانا
پھرا کرتے ہو دن بھر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
یہ حیرت ہے کہ اس کافر نے مجھ کو ذبح کرنے میں
کہا اللہ اکبر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
طبیعت میری جب سنبھلی ذرا، ان کو عجب آیا
ہوا آرام کیوں کر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
اشاروں میں ہوئی تھیں مجھ سے ان سے آج کچھ باتیں
یہی چرچا ہے گھر گھر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث

غبار دل ترا لیا میرے اشکوں نے نہیں دھویا
کہ اب تک ہے مکدر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
نہیں رکھا قدم تم نے تو ہرگز کوئے دشمن میں
بپا پھر کیوں ہے محشر کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
سنبھل کر گفتگو کرتے ہو لیکن باتوں میں
بگڑ جاتے ہیں تیور، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث
تمہیں جانو تمہیں سمجھو وہ کیوں اتنا پریشاں ہے
بتائے داغ مضطر، کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث

ردیف ج

۷۷

میرا جدا مزاج ہے، ان کا جدا مزاج
پھر کس طرح سے ایک ہو اچھا برا مزاج
دیکھا نہ اس قدر کسی معشوق کا غرور
اللہ کیا دماغ ہے، اللہ کیا مزاج
کس طرح دل کا حال کھلے اس مزاج سے
پوچھوں مزاج تو وہ کہیں "آپ کا مزاج؟"
تم کیا کسی کے دل میں بھلا گھر بناؤ گے
بنتا نہیں بنائے سے بگڑا ہوا مزاج
تم کو ذرا سی بات کی برداشت ہی نہیں
ایسا اکھل کھرا بھی ہے کس کام کا مزاج
نااتفاقیاں تمھیں پیام و سلام تک
جب مل گئی نظر سے نظر، مل گیا مزاج
پالا پڑے کہیں نہ کسی بدمزاج سے
ہروقت دیکھتے ہیں مزاج آشنا مزاج
آخر یہ عرض حال ہے دشنام تو نہیں
ہاتھوں سے کیوں نکلنے لگا آپ کا مزاج

دن رات کا ہے فرق تمہارے مزاج میں
دن کو جدا مزاج، تو شب کو جدا مزاج

کل ان کا سامنا جو ہوا خیر ہو گئی
بدلی ہوئی نگاہ تھی، بدلا ہوا مزاج

ان کو بغیر چھیڑ کیے چین ہی نہیں
کتنی شریر طبع ہے، کیا چلبلا مزاج

جس کے مزاج میں یہ تلون ہو کیا نبھے
لاؤں کہاں سے روز الٰہی نیا مزاج

قاصد کو چٹکیوں میں ہمیشہ اڑا دیا
اس شوخ کا بھی شوخ ہے بے انتہا مزاج

آب سرشک، آتش حسرت، غبار غم
مل کر ہوائے شوخ سے میرا بنا مزاج

سچ ہے خدا کی دین میں کیا دخل ہو سکے
اک داغ کا مزاج ہے، اک آپ کا مزاج

۷۸

جائے آسودگی کہاں ہے آج
جو زمیں کل تھی آسماں ہے آج

میرے گھر تو تو مہماں ہے آج
کیوں شب ہجر وہ کہاں ہے آج

میں بھی جاتا ہوں ساتھ غیروں کے
دوست دشمن کا امتحاں ہے آج

کیا ڈریں گے وہ اس سے محشر میں
کل یہی ہو گی جو فغاں ہے آج

تم وہاں تھے تو دل وہاں تھا کل
تم یہاں ہو تو دل یہاں ہے آج

عشق کو ابتدا میں ہم سمجھے
فتنہ آخر الزماں ہے آج

کل ادا دل کا حال ہو کہ نہ ہو
سن لو گویا مری زباں ہے آج

آرزو وصل کی شہید ہوئی
ماتم مرگ نوجواں ہے آج

اس ہدف پر لگائیں گے وہ تیر
دل نشیں داغ کا نشاں ہے آج

ردیف چ

۷۹

جس دم رقیب کہنے کو آتے ہیں جھوٹ چ — ان کو مری طرف سے لگاتے ہیں جھوٹ چ

قاصد کے کچھ کلام غلط ہیں تو کچھ صحیح — ہم کو الگ الگ نظر آتے ہیں جھوٹ چ

اول ہی سے ہے ان کا خوشامد طلب مزاج — پھر ہاں میں ہاں ندیم ملاتے ہیں جھوٹ چ

دیکھیں تو ہم بھی اس بت پرفن کی بات چیت — کیونکر بتانے والے بتاتے ہیں جھوٹ چ

آتا ہے داستان محبت میں ان کو لطف — بے پر کی ہم بھی روز اڑاتے ہیں جھوٹ چ

یہ جانتے ہیں جان تو جائے گی ایک دن — ناصح کے ڈر سے خیر مناتے ہیں جھوٹ چ

وعدہ وفا کریں نہ کریں، آئیں یا نہ آئیں — گھبرا کے کچھ وہ بول تو جاتے ہیں جھوٹ چ

ہم ناصح شفیق کے شاگرد ہو گئے — ہر روز کا سبق وہ پڑھاتے ہیں جھوٹ چ

انصاف یہ کہ ان کے سوالوں کا کیا جواب — باتیں اگرچہ ہم بھی بناتے ہیں جھوٹ چ

جوہر اس آئینے کے ہوئے خوب آشکار — دل میں تمہارے سب نظر آتے ہیں جھوٹ چ

اس نکتہ چیں سے داغ یہ تقریر پیچ دار
آگے تمہارے سب ابھی آتے ہیں جھوٹ چ

ردیف ح

۸۰

لیتا ہے آدمی ہی سے تو آدمی صلاح — میری وہی صلاح ہے جو آپ کی صلاح

میں پوچھتا ہوں آپ سے الفت کے باب میں
دیجئے خدا کے واسطے اچھی کوئی صلاح

دل کو صلاح کار بنا کر ہوئے خراب
دشمن وہی ہے دے جو بری بات کی صلاح

کہتے ہیں جب وہ مجھ سے "تجھے ہم کریں گے قتل"
کہتا ہوں ہاتھ باندھ کے "جو آپ کی صلاح"

وہ دوست ہے مشیر جتائے جو وقت پر
یہ مشورہ خلاف ہے' یہ ہے بری صلاح

رنج فراق یار میں مر جاؤں یا جیوں
میں تجھ سے پوچھتا ہوں یہ اے بے کسی صلاح

عادت میں فرق' رائے جدا' وضع مختلف
اے پند گو ملے گی نہ میری تری صلاح

مشتاق تیغ ناز ہوں' لوں کس سے مشورہ
دے گا نہ کوئی موت کی تا زندگی صلاح

مرضی سے دوست کی ہے غرض' مری کیوں نہ جاؤں
اس نے ہنسی خوشی مجھے مرنے کی دی صلاح

قائم مزاج کیا ہو تمہیں وہ نہیں رہے
دل کی طرح بدلنے لگی ہر گھڑی صلاح

پیری میں خاک توبہ کروں جب کہے طبیب
ناداں ایسے وقت میں ہے مے کشی صلاح

کیوں مدعی سے چارہ طلب داغ ہو گیا
کیا جانے ایسے شخص کو یہ کس نے دی صلاح

۸۱

یکھی شب فراق یہ کس کا غرور' صبح؟
کیا کھینچتی ہے آپ کو رہ رہ کے دور صبح

صد شکر خوب حسن پہ لیل و نہار ہیں
زلف پری ہے شام تو رخسار یار صبح

ہوتا ہے نشہ دیر میں مجھ بادہ نوش کو
میں شام کو پیوں گا تو ہو گا سرور صبح

اب یوں ترے بغیر گذرتے ہیں رات دن
شام بلا ہے شام' تو صبح نشور صبح

گذری ہے باتوں باتوں میں آدھی شب وصال
میرے حضور شام ہے ان کے حضور صبح

چمکی ہے اب بھی روشنی داغ ہجر سے
گو شمع میں ملاتی ہے اپنا بھی نور صبح

شب باش ہوتے ہیں جو وہ گھر میں رقیب کے کرتی نہیں ہے آٹھ پہر بھی ظہور صبح
مشاطہ کاش میرے دل صاف کو دکھائے آئینہ دیکھتے ہیں وہ اٹھ کر ضرور صبح
ان سے شب وصال جو ذکر سحر کیا بولے خدا نخواستہ ہو اب سے دور صبح
میں نے شب فراق یہ کہہ کر گذار دی وہ آئی، لے وہ آئی، دل ناصبور، صبح

بے صبریوں سے داغ شب غم میں فائدہ
کم بخت تیرے نالوں سے ہو گی ضرور صبح

ردیف خ

۸۴

نرگسی چشم ہے بلا کی شوخ شوخ بھی اور انتہا کی شوخ
ہاتھ رکھ میری چشم پرخوں پر ہو گی رنگت سوا حنا کی شوخ
ہر نگہ تیری انتہا کی شریر ہر ادا تیری انتہا کی شوخ
جس کے دیکھے سے ہو نظر بجلی ہے وہ تصویر مہ لقا کی شوخ
تیری تحریر انتہا کی متین تیری تقریر انتہا کی شوخ
آئی اس برق وش کے کوچے سے آج رفتار ہے صبا کی شوخ
کیا ٹھکانا تری طبیعت کا ابتداء میں ہے انتہا کی شوخ
ہے تری طرز شوخی گفتار اپنے مطلب کی، مدعا کی، شوخ
چیخ اٹھے عندلیب اگر سن لے گفتگو میرے دل ربا کی شوخ
جو فرشتے سے بھی نہ باز آئے ہے زباں ایسی بے حیا کی شوخ

اس مرقع کی جان وہ ہی تو ہے
داغ نے خوب شکل پا کی شوخ

ردیف د

۸۳

خدا دے تو دے آرزوئے محمدؐ | کریں چشم و دل جستجوئے محمدؐ
کھلے گی مری آنکھ جب روز محشر | کھنچے گی مری مد روح سوئے محمدؐ
کہاں باغ جنت کہاں باغ یثرب | کہاں بوئے گل اور بوئے محمدؐ
خوشی سے ابل جائیں تسنیم و کوثر | جو مل جائے آب وضوئے محمدؐ
کہوں کیوں نہ ہر بار صلی علیٰ میں | تصور میں پھرتا ہے روئے محمدؐ
ادھر دوست خوش ہیں ادھر غیر راضی | خوشا خلق و خوئے نکوئے محمدؐ
بنیں دست مژگاں مرے پاؤں یارب | کروں طے ان آنکھوں سے کوئے محمدؐ
بھریں خضر بھی سامنے جس کے پانی | زہے عزت وہ آبروئے محمدؐ

الٰہی نہ ہو داغ کا بال بیکا
رگ جاں بنے تار موئے محمدؐ

۸۴

ملی ہم کو جنت قیامت کے بعد | ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد
نہ ہو مہرباں ہو کے نامہرباں | عداوت بری ہے محبت کے بعد

حیا کے، تبسم کے، اغماض کے — مزے لے رہا ہوں شکایت کے بعد
ملا لوں ذرا آنکھ بھی زیرِ تیغ — مری جان نکلے گی حسرت کے بعد
لڑیں گے وہ حوروں سے فردوس میں — یہ فتنہ اٹھے گا قیامت کے بعد
عبث عذر ہے اب عبث لطف ہے — کروں شکر کیونکر شکایت کے بعد
مرے حال پر رحم آہی گیا — وہ چل کر پلٹ آئے رخصت کے بعد
محبت سے پہلے نہ کیوں مر گیا — مری موت آئی طبیعت کے بعد
ہوا مانعِ سیر، حسن و جمال — نہ دیکھیں گے کچھ اچھی صورت کے بعد
نہیں اس کے خوگر ہم اے آسماں — نہ دے ہم کو تکلیف راحت کے بعد
وفادار ہوتے ہیں دیر آشنا — یہ عقدہ کھلا ایک مدت کے بعد
مجھے منہ لگا کر نہ دل سے اتار — کہ ذلت نہیں دیتے عزت کے بعد
مجھے طعنہ دے کر کیا وصفِ غیر — دیا اور چرکا جراحت کے بعد
اسی کا مزہ ہو تو کیا کیجئے — کہا مانتے ہیں وہ حجت کے بعد

تڑپنا نہ دیکھا گیا داغ کا
ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

۸۵

اے وعدہ فراموش! رہی تجھ کو جفا یاد
یہ بھول بھی کیا بھول ہے، یہ یاد بھی کیا یاد
تھا وردِ زباں نعرۂ یارب شبِ فرقت
آتا ہے برے وقت میں بندے کو خدا یاد

جو رنج اٹھائے ہیں وہ بھولے نہیں جاتے
غم دل سے سوا یاد ہے، دل تم سے سوا یاد

افسانۂ غم سن کے کہا طعن سے اس نے
"کیا ہوش ہے، کیا ذہن ہے، کیا حافظہ، کیا یاد"

بھولا نہیں میں قطع تعلق میں غم و عیش
اس کا بھی مزا یاد ہے اس کا بھی مزا یاد

تم خواہ عداوت اسے سمجھو کہ محبت
رہتی ہے رقیبوں کی مجھے تم سے سوا یاد

وہ سنتے ہیں کب دل سے مری رام کہانی
فرماتے ہیں "کچھ اور بھی ہے اس کے سوا یاد"

سنتا ہوں رقیبوں سے بڑا معرکہ گذرا
اس وقت مجھے بھول کے تم نے نہ کیا یاد

گو جان سے جانا ہے تری بزم میں جانا
اس کو ہی شکایت ہوئی جس کو نہ کیا یاد

دل دیتے ہیں لو مفت ہی کیا یاد کرو گے
احسان جو مانو گے تو آئے گی وفا یاد

چبھتا تھا لڑکپن ہی سے کچھ بانکپن اس کا
ترچھی سی نگہ یاد ہے، برچھی سی ادا یاد

بندے سے ہے کیوں پرسش اعمال الٰہی
انسان کو رہتی ہے کہاں اپنی خطا یاد

مرتا ہوں مگر خیر مناتا نہیں اپنی
کرتا ہوں اسی کے لئے جو جو ہے دعا یاد

استاد نے اچھا سبق عشق پڑھایا
جب اس کو بھلاتا ہوں یہ ہوا ہے سوا یاد

محشر میں حسینوں کی طرف تاک لگائے
وہ میں ہی تو ہوں گا' یہ رہے تم کو پتا یاد

تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر
مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد

رہتا ہے عبادت میں ہمیں موت کا کھٹکا
ہم یاد ،خدا کرتے ہیں کر لے نہ خدا یاد

معشوق سے اے داغ تغافل کا گلہ کیا
کیوں یاد کرے تجھ کو کرے اس کی بلا یاد

ردیف ر

۸۶

تم لگاؤ عاشق دل گیر پر — ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر
چارہ گر مرتے ہیں کیوں تدبیر پر — چھوڑ دیں مجھ کو مری تقدیر پر
اس نگاہ امتحاں کو دیکھنا — ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر
شرم مجھ سے اور وہ بھی وصل میں — تم تو نادم ہو کسی تقصیر پر
دوسرے کو دیکھ سکتے ہی نہیں — آتے ہیں منہ اپنی بھی تصویر پر
یوں تو سو پہلو بٹھائے وصل کے — دل نہیں جمتا کسی تدبیر پر

بھیج کر خط پھر مکر جانا یہ کیا — دیکھئے آئے ہیں اس تحریر پر
داور محشر کے آگے تو سہی — لوٹ جاؤ تم مری تقریر پر
گریۂ شب سے توقع تھی بہت — اوس الٹی پڑ گئی تاثیر پر
شوخیِ الفاظ کچھ لائے گی رنگ — آنکھ پڑتی ہے مری تحریر پر

داغ سچ ہے جو خدا چاہے کرے
آدمی کا بس نہیں تقدیر پر

حسرت آتی ہے دل ناکام پر — اس کو دے ڈالوں خدا کے نام پر
عذر کیوں کرتے ہو اس سے فائدہ — مٹ چکے ہم لذت دشنام پر
کان میں سن لو کہ رسوائی نہ ہو — ہم چلے آئے ہیں جس پیغام پر
ہو گیا صیاد بھی عاشق مزاج — خود بچھا جاتا ہے اپنے دام پر
جان کر ہوں مبتلا تو کیا علاج — تھی نظر آغاز سے انجام پر
جب پسند آتا ہے میرا شعر انہیں — گالیاں پڑتی ہیں میرے نام پر
رہ گیا ہے دل تمہاری بزم میں — چھوڑ آئے ہیں اسے ہم کام پر
وصل کی شب کیوں نہ اترا کر کہے — صبح عاشق ہو گئی ہے شام پر
ان سے جھگڑا طے ہوا روز حساب — ہو گئی ڈگری ہمارے نام پر
بدگمانی! مجھ کو لے چل ان کے ساتھ — مسکراتے جاتے ہیں ہر گام پر
مجھ سے کہتے ہیں کہ پہچانو یہ خط — ہاتھ رکھ کر وہ عدو کے نام پر
ہجر میں یہ بھی نہیں آتا کبھی — کیوں نہ ہو تیرا گماں آرام پر
صورت و سیرت رہی بالائے طاق — دل تو آجاتا ہے اچھے نام پر

جلنے لگتی ہے زباں کہتے ہی داغ
اف نکل جاتی ہے میرے نام پر

۸۸

خلوت میں جب کسی کو نہ پایا ادھر ادھر
گھبرا کے دیکھتے تھے وہ کیا ادھر ادھر

تقدیر ہی میں دامن یوسف کے چاک تھا
پڑتا وگرنہ دست زلیخا ادھر ادھر

آغاز ہے جنوں کا طبیعت ہے جوش پر
پھرتا ہوں جاکے جانب صحرا ادھر ادھر

بوسہ ملا نہ عارض جاناں کا وصل میں
سرکی ذرا نہ زلف چلیپا ادھر ادھر

محشر میں بعد پرسش اعمال دیکھنا
ہم دیکھتے پھریں گے تماشا ادھر ادھر

نفرت ہے ان کو وصل سے میرا یہی سوال
بے ڈھب پڑا ہوا ہے یہ جھگڑا ادھر ادھر

دیکھ اے صبا! اڑے نہ اسیروں کا آشیاں
ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا ادھر ادھر

محفل میں اس نے ہم کو بلا کر دکھائی سیر
دیکھی جمی ہوئی صف اعدا ادھر ادھر

تم رات کو کہاں تھے؟ تمہاری تلاش میں
پھرتا تھا کوئی ڈھونڈنے والا ادھر ادھر

ہم تشنہ جمل ہیں تو ہم کو دیکھ کر
ساقی چھپا نہ ساغر و مینا ادھر ادھر

کیا کیا شب وصل سوال و جواب میں
رہتا ہے ہار جیت کا نقشا ادھر ادھر

اس فتنہ گر سے پھر بھی تو پالا پڑے گا داغ
ہے تاک جھانک آپ کی بے جا ادھر ادھر

آئے کوئی تو بیٹھ بھی جائے ذرا سی دیر — مشتاق دید لطف اٹھائے ذرا سی دیر

ہنگام نزع اٹھ گئے سب بیٹھ بیٹھ کر — بالیں پہ میری اپنے پرائے ذرا سی دیر

قاصد کو چین ہی نہیں آتا، علاج کیا — جب تک نہ جاتے جاتے لگائے ذرا سی دیر

کچھ رہ گیا ہے قصہ غم وہ سنا تو دوں — کاش ان کو نیند اور نہ آئے ذرا سی دیر

رکھتے ہی دل پہ دست حنائی اٹھا نہ تو — وہ آگ خاک ہے کہ جلائے ذرا سی دیر

آخر انہیں ہوا یہ تماشا بھی ناپسند — پرزے ہمارے خط کے اڑائے ذرا سی دیر

پھرتا ہے میرے دل میں کوئی حرف مدعا — قاصد سے کہہ دو اور نہ جائے ذرا سی دیر

دیکھا تو فیصلہ تھا قیامت میں کچھ نہ تھا — گذری تھی ان کو آنکھ دکھائے ذرا سی دیر

ہوتی ہیں اتنی بات کی برسوں شکایتیں — کوئی اگر کسی کو ستائے ذرا سی دیر

میں کچھ تو خواب مرگ سے ہو جاؤں آشنا — فرقت کی رات نیند جو آئے ذرا سی دیر

میں دیکھ لوں اسے وہ نہ دیکھے مری طرف　　　باتوں میں کوئی اس کو لگائے ذرا سی دیر

سب خاک ہی میں مجھ کو ملانے کو آئے تھے　　　ٹھہرے رہے نہ اپنے پرائے ذرا سی دیر

قاتل بھی تیز دست ہے بسمل بھی جاں بلب　　　خنجر نے کی ہے بیٹھے بٹھائے ذرا سی دیر

تم نے تمام عمر جلایا ہے داغ کو

کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائے ذرا سی دیر

۹۰

آئے ہیں ترے کوچے میں ہم گھر سے نکل کر　　　اب جائیں کہاں عرصہ محشر سے نکل کر

سو گھر وہ پھرا کرتے ہیں اس گھر سے نکل کر　　　کیا پاؤں نکالے دل مضطر سے نکل کر

میں داور محشر سے بت داد طلب تھا　　　وہ ڈانٹ گئے مجھ کو برابر سے نکل کر

دونا ہو تڑپنے کا تماشا جو ستم گر　　　بسمل میں دم آئے ترے خنجر سے نکل کر

صد شکر کہ دنیا میں بھٹکتے نہ پھرے ہم　　　اللہ کے گھر پہنچے ترے گھر سے نکل کر

ارمان تو یہ ہے نہ رہے تجھ سے صفائی　　　اس دل میں پڑے پیچ مقدر سے نکل کر

سن لیتے ہیں رستے میں جو آہٹ بھی کسی کی　　　الٹے ہی پلٹ جاتے ہیں وہ گھر سے نکل کر

اٹکا ہے مرا دم تری تلوار میں قاتل　　　جانے کا نہیں حلقہ جوہر سے نکل کر

دنیا ہی میں ملتے ہیں اسے دوزخ و جنت　　　انسان ذرا سیر کرے گھر سے نکل کر

گھبرائے ہوئے طور ہیں ہر نقش قدم کے　　　یہ کون گیا صبح ترے گھر سے نکل کر

اللہ رے غیرت مری اللہ رے ہمت　　　آگے ہی رہا شوق میں رہ بر سے نکل کر

پہچان لیا سب نے یہ آتے ہیں وہیں سے　　　ہم چھپ نہ سکے محفل دل بر سے نکل کر

جس طرح بھرے شیشے سے مے جام میں ساقی　　　یوں اترے مرے حلق میں ساغر سے نکل کر

مرنے کی بھی فرصت نہیں اے گردش ایام　　　آسودہ ہوں کیوں کر ترے چکر سے نکل کر

اس گل کا پڑا جس شجر خشک پہ سایہ — شاخیں ہوئیں سرسبز نئے سر سے نکل کر
ہے آتش حسن اس بت کافر کی جہاں سوز — یہ آگ غضب پھیلی ہے پتھر سے نکل کر
اے کاش وہیں ڈوب مریں شرم گنہ سے — جنت میں نہ ہم جائیں گے کوثر سے نکل کر
محفل میں بٹھایا پھر انہیں کھینچ کے دامن — وہ چھپ کے چلے تھے مرے سرپر سے نکل کر
اس ترک نگہ کو نہیں مژگاں کا سہارا — لڑتے ہوئے دیکھا اسے لشکر سے نکل کر

دلی سے چلو داغؔ کرو سیر دکن کی
گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

۹۱

شامت مری دل ان کو دکھایا نکال کر — چلتے ہوئے وہ جیب میں چپکے سے ڈال کر
مرگ رقیب کا نہ زیادہ ملال کر — تیرا کدھر خیال ہے اپنا خیال کر
الفت کی ہم بلا میں پھنسے دیکھ بھال کر — دل کو غضب میں ڈال دیا آنکھ ڈال کر
مجھ کو دیا ہے گرچہ لب یار نے جواب — آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں دوبارہ سوال کر
کیا کوئی اس کنائے کو پہنچانتا نہیں — دیتے ہو گالیاں مجھے غیروں پہ ڈال کر

ان سنگ دل بتوں کو نہ اے داغ رحم آئے
رکھ دے جو کوئی اپنا کلیجا نکال کر

۹۲

کہتے ہیں وہ یہ وصف گل نوبہار پر — "طرہ ہے اپنی ایک جوانی ہزار پر"
قاتل نے بہر اپنی ہدایت کے واسطے — لکھا گزشتہ سن مری لوح مزار پر

دل مر گیا ہے جب سے ہمارا یہ حال ہے
طاری ہو جیسے سوگ کسی سوگ گوار پر

اس کو مٹائے دیتی ہے بے داد آپ کی
اب کیجئے کرم ستم روزگار پر

تڑپائیں تابہ حشر اگر ان کا بس چلے
لوٹے ہوئے ہیں میرے دل بے قرار پر

پیغام بر رقیب بنے یہ خبر نہ تھی
دنیا کے کام ہوتے ہیں سب اعتبار پر

ملتے ہیں کچھ کچھ اس بت کم سن کے رنگ ڈھنگ
آتا ہے پیار اس دل ناکردہ کار پر

حسرت بھی ان میں بند، تمنا بھی اس میں بند
مہریں لگی ہوئی ہیں دل داغ دار پر

ساقی کو صرفہ اور یہ ہے مے کشوں کو پیاس
پڑتے ہیں ہاتھ جام مے خوش گوار پر

اتنے سے دل میں ایک زمانہ کی خواہشیں
بھولا ہوا ہوں زندگی مستعار پر

بے ڈھب گھرا ہوا ہے، پھنسا ہے بری طرح
اللہ رحم کرے دل ناکردہ کار پر

ہوتا ہے سب کا ایک اشارے میں فیصلہ
وہ چشم شوخ بند نہیں ہے ہزار پر

تم کو تو آرزو کی خلش بھی نہیں ہوئی
کیا جانو کیا گذرتی ہے امیدوار پر

وہ رفتہ رفتہ ہاتھ کے چالاک ہو گئے
رکھ رکھ کے ہاتھ میرے دل بے قرار پر

پیری میں دل ہے یاد جوانی سے داغ داغ
آئی ہوئی ہے اپنی خزاں بھی بہار پر

امید اس کی ذات سے اے داغ چاہئے
سب منحصر ہے رحمت پروردگار پر

۹۳

جانچ لو ہاتھ میں پہلے دل شیدا لے کر
نہیں پھرنے کا مری جان یہ سودا لے کر

ناز ہوتا ہے انہیں مال پرایا لے کر
دون کی لیتے ہیں میرا دل شیدا لے کر

مجھ گراں بار محبت کے بنیں لاکھ مزار
پہنچوں جنت میں سہارے پہ سہارا لے کر

وقت اظہار محبت بہت اتراتی ہے
دل کے بدلے مری جانب سے تمنا لے کر

۸۳

آگیا حضرت ناصح سے مرا ناک میں دم
روز آتے ہیں نئی طرح کا جھگڑا لے کر

دل کا سودا جو کرے تم سے وہ سودائی ہے
دام دیتے ہی نہیں مال پرایا لے کر

خاک کر دے تپ غم آگ لگا کر مجھ کو
دوش نازک پہ چلے کیوں وہ جنازا لے کر

جان کر نامہ محبوب کیا استقبال
جب کسی شخص کا پرچہ کوئی آیا لے کر

رکھ دیا ہاتھ مرے منہ پہ بت کافر نے
صبح اٹھتے نہ دیا نام خدا کا لے کر

تم سے کیا واسطہ' کیوں مہر و وفا کی ہے تلاش
دو گے کیا غیر کو یہ حصہ ہمارا لے کر

سن کے وہ حال مرا غیر سے فرماتے ہیں
"آئے ہیں آپ محبت کا سندیسا لے کر"

خنجر غمزہ و تیغ نگہ و تیر ادا
آئیں گے قتل کا سامان وہ کیا کیا لے کر

کیا لگاتے ہیں وہ اس چیز کی قیمت دیکھیں
جائیں ہم آج وہاں دل کا نمونا لے کر

آنکھ کا ہے یہ اشارہ کہ نہ چھوڑیں دل کو
منہ سے کہتے ہیں کرے کوئی اسے کیا لے کر

دست مژگاں نہ سنبھالے تو نہ سنبھلے ہرگز
چشم بیمار بھی اٹھتی ہے سہارا لے کر

زلف نے باندھ لیں مشکیں تو دل مجرم کی
یہ بھی احسان ہے گر چھوڑ دے بدلا لے کر

گھر سے نکلو تو سہی' آنکھوں سے دیکھو تو سہی
اقربا آئے ہیں عاشق کا جنازا لے کر

میں وہ بیمار ہوں جی جاؤں اگر یہ سن لوں
قتل کو آئے ہیں تلوار مسیحا لے کر

ہے یہ بختی مہجور بھی بڑھتی دولت
تو روانہ ہوا اسے اے شب یلدا لے کر

ایسے لینے سے تو ہے جان کا دینا اچھا
کیا جئے گر جئے احسان کسی کا لے کر

دیکھتا ہے کبھی منہ اور کبھی سوئے فلک
آئینہ ہاتھ میں وہ آئینہ سیما لے کر

خط کے لے جانے سے ایمان نہیں جانے کا
کوئی جاتا ہی نہیں بندہ خدا کا لے کر

کیا تماشا ہے کہ جب غیر سے ہوتے ہیں خفا
گالیاں دیتے ہیں وہ نام ہمارا لے کر

مہربانی سے تری وصل میں یہ دھڑکا ہے
نہ نکل جائے دل کو تمنا لے کر

گم ہوا ہے' نہیں ملتا کہیں قاصد کا پتا
اڑ گیا خط کے عوض کیا پر عنقا لے کر

اپنی آنکھوں سے تو دیکھی نہیں دل کی چوری — کیوں گنہ گار ہوں میں نام کسی کا لے کر

شرط انصاف ہے یہ داغ کا دعویٰ ہے بجا
آدمی عشق کرے نام ہمارا لے کر

۹۴

یوں برس پڑتے ہیں کیا ایسے وفاداروں پر — رکھ لیا تو نے تو عشاق کو تلواروں پر

منحصر قدر ہے رحمت کی گنہ گاروں پر — مال کا مول ہے موقوف خریداروں پر

عطر افشاں تری زلفیں ہیں جو رخساروں پر — یہی روغن تو ٹپکتا ہے ان انگاروں پر

سینک دے آتش رخسار سے دل کی چوٹیں — عشق کی مار پڑی ہے ترے بیماروں پر

کوچہ یار سے برباد بھی ہوکر نہ گیا — خاک اڑ اڑ کے مری جم گئی دیواروں پر

اشک خجلت کسی میکش کے جو دوزخ میں گرے — اوس پڑ جائے دھکتے ہوئے انگاروں پر

لے کے بوسے کسی بے رحم نے ڈالے ہیں نشاں — کاکلیں چھوٹی ہیں اس واسطے رخساروں پر

محتسب توڑ کے شیشہ نہ بہا مفت شراب — ارے کم بخت! چھڑک دے اسے مے خواروں پر

آگ تلووں سے لگی بزم عدو میں یارب — فرش گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر

آگئی نغمہ لیلیٰ کی صدا کانوں میں — قیس کا ہاتھ پڑا جیب کے جب تاروں پر

"کیوں تڑپنے نہ دیا اس کو" وہ یہ کہتے ہیں — خفگی مجھ سے سوا ہے مرے غم خواروں پر

کل تمہیں داور محشر سے یہ کہنا ہو گا — رحم کر رحم کر محبت کے گنہ گاروں پر

خوف رنداں سے یہ ہے بزم میں زھاد کا حال — سب کے سب ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں دستاروں پر

عاشق آئے ہیں کہ دیوانوں کا لشکر آیا — کیا چڑھائی ہے ترے کوچے کی دیواروں پر

حشر کے روز بھی ایک ایک کی پہچان رہے — کچھ بنا دیجئے نشاں اپنے طلب گاروں پر

ایسی دیکھی نہ سنی عاشقی و معشوقی — جان جاتی ہے اجل کی ترے بیماروں پر

داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا
دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزاروں پر

۹۵

مزے لوں درد کے میں تھوڑے تھوڑے ظلم سہہ سہہ کر
ستم کیجئے تو تھم تھم کر، جفا کیجئے تو رہ رہ کر

ملے تھے آج مدت میں بہت روئے، بہت تڑپے
وہ درد عشق سن سن کر، ہم اپنا درد کہہ کہہ کر

ہوئی ہے شمع محفل تو شریک گریہ عاشق
تجھے اے قلقل مینا کہا تھا کس نے قہ قہ کر

چھپایا زلف نے چہرہ تو شوخی نے کیا ظاہر
ہزاروں بار نکلا وصل کی شب چاند گہہ گہہ کر

تڑپنے میں مزہ آتا ہے اس کم بخت کے ہم کو
اگر دل یاس سے بیٹھا ابھارا ہم نے کہہ کہہ کر

ٹھکانا کیا ہے جب جوش بہت جوش پر آئے
جناب خضر کی بھی ناؤ ڈوبے اس میں بہہ بہہ کر

یہ جانا تھا نہ آئیں گے تو کیوں جانے دیا ان کو
یہی اے داغ پچھتاوا مجھے آتا ہے رہ رہ کر

۹۶

میرے دل کو دیکھ کر، میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

دل لگاتا تھا زمانے کی ہوا کو دیکھ کر
آشنا کو دیکھ کر ناآشنا کو دیکھ کر

کوچہ دشمن سے یہ آتی نہ ہو یارب کہیں
جی اڑا جاتا ہے کچھ باد صبا کو دیکھ کر

میں نے پوچھا تھا ملو گے دن کو تم یا رات کو؟
مسکرائے اپنی وہ زلف دوتا کو دیکھ کر

ہم انہیں آنکھوں سے دیکھیں گے ترا حسن و جمال
گر یہی آنکھیں رہیں اپنی خدا کو دیکھ کر

گر دل مشتاق کو دیکھا بھی تو بے اختیار
دوڑتے ہیں ہاتھ اس بند قبا کو دیکھ کر

اب تو دیکھا تم نے اپنے داد خواہوں کا ہجوم
اب تو آنکھیں کھل گئیں روز جزا کو دیکھ کر

بدگماں میری طرف سے ہیں وہ مجھ سے بھی سوا
راہ چلتے ہیں تو میرے نقش پا کو دیکھ کر

گردش گردوں کا باعث اور کچھ کھلتا نہیں
بھاگتا پھرتا ہے یہ تیری جفا کو دیکھ کر

حضرت زاہد ہماری چھیڑ کی عادت نہیں
گدگدی ہوتی ہے دل میں پارسا کو دیکھ کر

کوچہ جاناں کے بدلے کوئے دشمن میں نہ جائے
خاک ہونا ہے ہمیں لیکن ہوا کو دیکھ کر

ہم مٹے جس پر تری بے ساختہ وہ بات تھی
تو بھی عاشق ہو ہی جاتا اس ادا کو دیکھ کر

غیر نے کی بے وفائی' سب کی شامت آگئی
اگ ہو جاتے ہیں وہ اہل وفا کو دیکھ کر

زندگی سے تنگ تھا فرقت میں اللہ رے خوشی
جان میں جان آگئی پیک قضا کو دیکھ کر

دل ربا ہے شرم بھی شوخی بھی دل کس کس کو دوں
اس ادا کو دیکھ کر یا اس ادا کو دیکھ کر

پیشتر ان کو گماں تھا جب نہ دیکھی آرزو
پھر تو گھبرائے دل بے مدعا کو دیکھ کر

خوب تھی تنہا طریق عشق میں آوارگی
پاؤں پھولے ہیں ہمارے رہ نما کو دیکھ کر

مختصر یہ ہے ملا اتنا مرے خط کا جواب
کاٹ ڈالا اس نے حرف مدعا کو دیکھ کر

اس نے حیرت سے کہا دیکھی جو لیلیٰ کی شبیہہ
"قیس دیوانہ ہوا تھا اس بلا کو دیکھ کر"

غیر نے مہندی لگائی اس کے ہاتھوں میں جو داغ
خون آنکھوں میں اتر آیا حنا کو دیکھ کر

یہاں تک تو پہنچا گریباں سے بڑھ کر
کہاں جائے گا چاک' داماں سے بڑھ کر

خلش گر نہیں کوئی مژگاں سے بڑھ کر
کھٹکتی ہے یہ پھانس پیکاں سے بڑھ کر

نکلتا نہیں پاؤں وحشت زدوں کا
نہیں کوئی زنداں بیاباں سے بڑھ کر

عجب مرتبہ کافر عشق کا ہے ملی دوت کفر ایماں سے بڑھ کر
نہ پوچھو اسے "کون ہے؟" کیا بتائیں مگر ایک دیکھا ہے شیطاں سے بڑھ کر
عجب بے خلش زندگی ہو رہی ہے دیا یاس نے لطف ارماں سے بڑھ کر
ہوا بھی اگر کچھ تو دو چار پل ہے قیامت کا دن روز ہجراں سے بڑھ کر
وہ کہتے ہیں اپنے بھی تیر نظر کو چلا ہے کہاں میری مژگاں سے بڑھ کر
ابھی اے دل آشفتگی تیری کیا ہے پریشان ہو زلف پریشاں سے بڑھ کر
نہ لے ڈینگ کی دل خدنگ نگہ سے نہیں بولتے ایسے مہماں سے بڑھ کر
کریں غیر کی اور تعریف کیا ہم وہ ہے سنگ دل تیرے درباں سے بڑھ کر
مری پیشوائی وہاں کون کرتا لیا موت نے کوئے جاناں سے بڑھ کر
اگر پیشتر اپنے وعدے سے آؤ یہ احسان ہو عہد و پیماں سے بڑھ کر
فرشتوں کو نسبت نہیں عشق میں کچھ نہ انساں سے گھٹ کر نہ انساں سے بڑھ کر
یہ حوروں پہ مرتا ہے بے دیکھے بھالے نہیں کوئی عاشق مسلماں سے بڑھ کر

دیا مفت دل داغ نے اس پری کو
نہیں کوئی ناداں انساں سے بڑھ کر

۹۸

اپنی نظر میں ہیچ ہے سارے جہاں کی سیر دل خوش نہ ہو تو کس کا تماشا کہاں کی سیر
اب تک تو دیکھتے رہے جوبن بہار کا آئندہ ہم کریں گے تمہاری خزاں کی سیر
باب قبول تک نہیں پہنچی ہماری آہ پھر پھر کے کر رہی ہے ابھی آسماں کی سیر
سیر خزاں بھی دیدۂ عبرت نگر کرے کیا کی جو کی بہار گل و گلستاں کی سیر

دل میں بھی، جگر میں بھی ہے نگہِ یار　　دیکھے تو کوئی آنکھ سے اس مہماں کی سیر
دنیا کے دیکھنے کے لئے آنکھ چاہئے　　جنت کی سیر سے ہے سوا اس مکاں کی سیر
پتا کھڑک گیا تو وہ لپکا اسی طرف　　دیکھی تمام رات عجب پاسباں کی سیر
کچھ جھومتے ہیں نشے میں کچھ ہیں گرے پڑے　　کچھ اور ہی ہے محفلِ پیرِ مغاں کی سیر
کس پر جمائے آنکھ خریدار کیا کرے　　بازارِ حسن میں ہے نئی ہر دکاں کی سیر
ہم جانتے تھے یہ کہ انہیں خوف آئے گا　　وہ دیکھتے ہیں نالہ آتش فشاں کی سیر
کیوں دیکھنے لگے مری چشم پر آپ کو　　دریا پہ آپ کیجئے آبِ رواں کی سیر
کیوں آدمی کو عالمِ بالا کی ہو ہوس　　بڑھ کر نہیں زمین سے کچھ آسماں کی سیر

دلی میں پھول والوں کی ہے ایک سیر داغ
بلدے میں ہم نے دیکھ لی سارے جہاں کی سیر

طعنہ زن کیوں کر نہ ہو گلزار پر　　چوٹ ہے اپنے دلِ افگار پر
جب وہ آئے شوخیِ گفتار پر　　چل گئی چال اپنی بھی رفتار پر
صبح کو وہ جاگ کر پھر سو رہے　　رہ گیا ہے آئینہ رخسار پر
اٹھ نہیں سکتی حیا کے بوجھ سے　　رحم آتا ہے نگاہِ یار پر
کس کو تھا محشر میں خوفِ باز پرس　　ہاتھ دوڑا دامنِ دلدار پر
روکتا ہے جب ہمیں دربانِ یار　　شعر لکھ آتے ہیں ہم دیوار پر
ہجر میں ہر سانس ہے اک تیغ تیز　　زندگی تلوار کی ہے دھار پر
دوست لائے اس گلی سے جب مجھے　　جم گیا سایہ مرا دیوار پر
ضبط سے اشکوں کے طاقت آگئی　　پھر گیا پانی دلِ بیمار پر

زلف عارض پر نہ چھوڑو رات دن ۔۔۔ جھائیاں پڑ جائیں گی رخسار پر
جیتے جی کا یہ بھی اک آزار ہے ۔۔۔ صبر کرنا وعدۂ دیدار پر
مہربانی اس سے ہو سختی نہیں ۔۔۔ مہر کر دی کیا دل دلدار پر
چشم جاناں سے الگ ہو اے حیا ۔۔۔ یوں جھکا پڑتے نہیں بیمار پر
دیکھ پائے جن میں مضمون وصال ۔۔۔ معترض ہیں وہ انہیں اشعار پر

داغ کا کیوں غم کیا؟ کہتے ہیں وہ
جب برسے میرے ماتم دار پر

ردیف ز

۱۰۰

یا خواجہ معین الدین چشتی' سلطان الہند غریب نواز
یا واقف راز خفی و جلی' سلطان الہند غریب نواز

آگاہ ہو میرے حال تم سے' گم کردہ خرد ہوں ہوش ہیں گم
دشمن ہیں پئے آزار دہی' سلطان الہند غریب نواز

فریاد تمہیں سے ہے میری' تکلیف سہی کیسی کیسی
ہو داد طلب کی داد رسی' سلطان الہند غریب نواز

منہ عیش و طرب نے پھیر لیا' دن رات کے غم نے گھیر لیا
سب دور ہوں میرے رنج دلی' سلطان الہند غریب نواز

دل اور جگر خم خانہ عشق' آنکھیں ہوں مری پیمانہ عشق
اے عاشق زار خدا و نبی' سلطان الہند غریب نواز

لائی ہے مجھے امید کرم اس خاک کی اس در کی ہے قسم
آیا ہوں پئے حاجت طلبی، سلطان الہند غریب نواز

کیا میری زباں، کیا میرا بیاں، میں ہیچ مداں، تم پر قرباں
کہتے ہیں ملک بھی تم کو یہی، سلطان الہند غریب نواز

یہ داغ کہاں تک رنج سہے تم سے نہ کہے تو کس سے کہے
تم آل نبی، اولاد علی، سلطان الہند غریب نواز

۱۰۱

چبھتا ہے مرے دل میں ترے ناز کا انداز
آزار کا آزار ہے، انداز کا انداز

کیا جھوم کے مستانہ چلا جانب مقتل
دیکھو تو ذرا عاشق جاں باز کا انداز

تم بات میں کر دو گے دل مردہ کو زندہ
ہونٹوں سے ٹپکتا ہے وہ اعجاز کا انداز

کیا جان کسی کی ہے نظر بھر کے جو دیکھے
انداز پھر اس دلبر طناز کا انداز

دروازے پہ آہی گئے وہ میری صدا سے
ملتا تھا بہت غیر کی آواز کا انداز

نقش قدم یار بھی کرتا ہے مسخر
رفتار میں ہے چشم فسوں ساز کا انداز

خط پھینک کے سہما ہوا آتا ہے کبوتر
اگلا سا نہیں ہے پر پرواز کا انداز

دنیا میں کسے محرم اسرار بنائیں
ہے ایک ہی غماز کا، ہم راز کا انداز

تم بزم میں یوں غیر کو سر پہ نہ بٹھاؤ
محدود ہے ہر شخص کے اعزاز کا انداز

ہم کہتے نہ تھے جان پہ بن جائے گی اے دل
دیکھ اور نگہ غلط انداز کا انداز

یوں زیر زمیں خاک میں اچھوں کو ملاتا
ٹھہرا فلک تفرقہ پرداز کا انداز

میں اس سے بھی خوش ہوں کہ تری طرز جفا سے
ملتا ہے مرے طالع ناساز کا انداز

اے داغ مقلد ہیں اسی طرز کے ہم بھی
ہر شعر میں ہو بلبل شیراز کا انداز

ردیف س

۱۰۲

عرض کرتے ہم جو ہوتے حضرت آدمؑ کے پاس
آدمی وہ ہے کہ دنیا میں نہ پھٹکے غم کے پاس

چارۂ زخم محبت کیا کروں یہ فکر ہے
رکھ لیا تیزاب بھی جراح نے مرہم کے پاس

نقد دل رکھ کر گرہ میں ہو گیا ہے مال دار
اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوئے پرخم کے پاس

کہتی ہے چشم سخن گو سحر پردازی کے ساتھ
کیوں یہ جادو تو نہیں تھا عیسیٰؑ مریم کے پاس

جان میں جان آگئی ہے آج ان کو دیکھ کر
دوسرا اک اور بھی دم ہے ہمارے دم کے پاس

تعزیت کو میری وہ آئے تو گھبرا جائیں گے
چاہئے بزم طرب بھی مجلس ماتم کے پاس

ہم ہیں لہری بندے' آئے' پی پلا کر چل دیے
جس کو لالچ ہو وہ ساقی جم کے بیٹھے جم کے پاس

جب سے آیا ہے پیامِ شوق کا لے کر جواب
بدگمانی بیٹھنے دیتی نہیں ہم دم کے پاس

تیرے بیماروں کا چوتھے آسماں پر ہے دماغ
کوئی لے جائے انہیں اب عیسیٰ مریمؑ کے پاس

ہاتھ آیا چور، لے کر یہ رقم چلتا نہ ہو
آپ کی انگلی میں ہے دزدِ حنا خاتم کے پاس

دیکھ کر فیاض کو گھٹتی ہے کیا طبعِ بخیل
موت تھی قارون کی ہوتا اگر حاتم کے پاس

ہاتھ میں طاقت نہیں کیا کیجئے اخفائے راز
رہ گیا آ آ کے دامن دیدۂ پرنم کے پاس

کون سی خوبی ہے اس میں، پوچھتا بھی ہے کوئی
داغ جیسا دل ہے تیرے پاس ہے عالم کے پاس

۱۰۳

برسوں رہا ہوں میں کسی نازک بدن کے پاس
کیا جی لگے نہالِ گل و یاسمن کے پاس

دل ہے مرا ہر ایک رفیقِ کہن کے پاس
جتنا وطن سے دور ہوں اتنا وطن کے پاس

کامل ہو عشق پاک تو پرویز سا رقیب
شیریں کو لائے شوق سے خود کوہ کن کے پاس

وہ نازکی ہے مجھ پہ نہ افسوس کر سکے
انگشت حیف رہ گئی آکر دھن کے پاس

اے بے کسی! رہے گی نہ بے پردہ اپنی لاش
میت خود اڑ کے جائے گی گور و کفن کے پاس

نظروں سے اس نے کام لیا صید گہ میں
جب تیر ہو چکے بت ناوک فگن کے پاس

ویراں پڑا ہے دل تو کلیجا ہے داغ دار
جنگل لگا ہوا ہے ہمارے چمن کے پاس

غربت سے ہم پھریں تو کہیں پھر پلٹ نہ جائیں
احباب کچھ نشان بتا دیں وطن کے پاس

خسرو کے ہاتھ عشق کی دولت نہ آسکی
وہ مال کوہ کن کا رہا کوہ کن کے پاس

جتنا تھا شوق بوسے کا اتنا ہی خوب تھا
جاجا کے رہ گیا دھن اس کے دھن کے پاس

ہوتی ہے اس کے منہ کی بھی ہر بات دل شکن
ناصح رہا ہے کیا بت پیماں شکن کے پاس

بچ کر چلے وہ سایہ دیوار سے بھی دور
آنکلے گر کبھی مرے بیت الحزن کے پاس

ظالم کہاں سے تیری طبیعت میں بل پڑا
کیا یہ نہیں تھا زلف شکن در شکن کے پاس

ہے لاکھ شکر کہ اے داغ آج کل
آرام سے گذرتی ہے شاہ دکن کے پاس

آزمایا ہے مدام آپ کو بس بس، اجی بس
دونوں ہاتھوں سے سلام آپ کو بس بس، اجی بس

آپ کی بندہ نوازی ہے جہاں میں مشہور
جانتا ہے یہ غلام آپ کو بس، بس اجی بس

منہ نہ کھلوایئے میرا یونہی رہنے دیجئے
یاد بھی ہے وہ کلام آپ کو بس بس، اجی بس

کوچہ غیر ہی میں زور نزاکت بھی ہوا
وہیں کرنا تھا قیام آپ کو بس بس، اجی بس

کیا برے ڈھنگ میں کوئی نہیں اچھا کہتا
غیر بھی رکھتے ہیں نام آپ کو بس بس، اجی بس

ہم نے کل دیکھ لیا، دیکھ لیا، دیکھ لیا
کہیں جاتے سرِشام آپ کو بس بس، اجی بس

طالب وصل ہو کیوں کوئی جو دشنام سنے
کون بھیجے یہ پیام آپ کو بس بس، اجی بس

حیلہ مہر و وفا پر نہ تامل نہ درنگ
اور وعدے میں کلام آپ کو بس بس، اجی بس

پیجئے خون جگر اپنا جناب زاہد
بادہ و ساغر و جام آپ کو بس بس، اجی بس

کیجئے ہاتھ لگا کر جو مرا کام تمام
یہ بھی آتا نہیں کام آپ کو بس بس، اجی بس

یہ تو کہئے کہ نشان اس کا مٹایا کس نے
یاد ہو داغ کا نام آپ کو بس بس، اجی بس

ردیف ش

۱۰۵

سر کو ہے تیرے سنگ در کی تلاش
پاؤں کو تیری رہ گزر کی تلاش

مجھ کو ہے اپنے نامہ بر کی تلاش
نامہ بر کو ہے ان کے گھر کی تلاش

نہ ملا ہم کو تو وہ ہرجائی
گئی بے کار عمر بھر کی تلاش

جوش کھاتا ہے سینے میں کیا کیا
خون دل کو ہے چشم تر کی تلاش

طالب وصل ہم، وہ درپے قتل
ہے برابر ادھر ادھر کی تلاش

نکلی پڑتی ہے کیوں تری تلوار
اس کو رہتی ہے کس کے سر کی تلاش

چار سو پھرتی ہے جو اس کی نگہ
ہے کسی دل کی یا جگر کی تلاش

چاہتی ہے نزاکت اپنی نمود
ہے اسے بھی تری کمر کی تلاش

میری ہمت کے پاؤں ٹوٹ گئے
اب کہاں ہے وہ پیشتر کی تلاش

اہل دنیا کو ہو گی جنت میں
کبھی شب کی کبھی سحر کی تلاش

منزل عشق درکنار رہی
چاہئے پہلے راہ بر کی تلاش

یا خدا حشر میں مرا کیا کام
لائی ہے ایک فتنہ گر کی تلاش

یہ خرابہ خراب کرتا ہے
نہ کرے کوئی سیم و زر کی تلاش

کن حجابوں میں اس کو پایا ہے   کیوں نہ ہو واہ رے بشر کی تلاش
روز لکھتا ہوں اک نیا نامہ   روز رہتی ہے نامہ بر کی تلاش
ڈھونڈ لیتی ہے لاکھ میں یکتا   کوئی دیکھے مری نظر کی تلاش
میرے حال زبوں سے گھبرا کر   چارہ گر کو ہے چارہ گر کی تلاش

حضرت داغ کا یہ سن شریف
اور پھر شوخ سیم بر کی تلاش

ردیف ص

۱۰۶

کوئی ان سے کرے ہزار اخلاص   جانتے ہی نہیں وہ پیار اخلاص
ناگوار آپ کو ہے اتنا ہی   جس قدر مجھ کو خوش گوار اخلاص
کرتے ہیں وہ ہزار بار ستم   اور بھولے سے ایک بار اخلاص
وہ جھڑکتے ہیں بار بار ہمیں   ہم جتاتے ہیں بار بار اخلاص
چھوڑتی ہی نہیں کسی صورت   دل سے رکھتی ہے زلف یار اخلاص
تم وہی ہو جنہوں نے قتل کیا   نہ جتاؤ سر مزار اخلاص
گو زباں سے کریں وہ رنج اظہار   ہے نگاہوں سے آشکار اخلاص
ان سے بیگانہ وار رہنا تھا   نہ ہوا ہم کو ساز گار اخلاص

داغ! ان دلبران پر فن سے
نہ کرے کوئی زینہار اخلاص

.ıl .ıl 34.7KB/s 4:52 55%

وصل چاہوں تو کہیں "رہنے دے اپنا اخلاص
یہ مرے ساتھ نکالا ہے کہاں کا اخلاص"

غیر سے ملتے ہو چھپ کر یہ کھلا ہے ہم پر
واہ! بس دیکھ لیا ہم نے تمہارا اخلاص

اب کدورت ہوئی مشہور خدا کی قدرت
دھوم تھی جس کی وہ تھا میرا تمہارا اخلاص

جب کبھی دیکھتے ہیں عاشق و معشوق میں ربط
جل کے وہ کہتے ہیں "کس کام کا ایسا اخلاص"

اس لئے سورۂ اخلاص نہیں پڑھتے وہ
کہ نہ ہو جائے کسی شخص سے اپنا اخلاص

تیری بات وہ کیا ہے جو وہ منظور کریں
نہ گوارا انہیں رنجش، نہ گوارا اخلاص

پیار اخلاص کی باتیں ہوں مزہ ہے اس کا
رنج سے رنج تو اخلاص سے ہو گا اخلاص

قصہ لیلیٰ و مجنوں جو سنایا تو کہا
"اگلے وقتوں کا نہیں سنتے پرانا اخلاص"

تم تو نادان ہو انکار کئے جاتے ہو
وصل سے اور بھی بڑھ جائے گا دونا اخلاص

واجب القتل ہیں اغیار اگر غور کرو
یہ جتاتے ہیں یونہی مفت کا جھوٹا اخلاص

غیر منہ آتے ہیں مجھ پر یہ خبر بھی ہے انہیں
نہ مری ان کی کدورت، نہ کسی کا اخلاص

اب رقیبوں کی شکایت ہے ہمارے آگے
کہہ دیا تھا کہ بڑھاتے نہیں اتنا اخلاص

کل سے آج، آج سے کل ہو گی محبت بڑھ کر
رفتہ رفتہ یونہی ہو جائے گا پورا اخلاص

مجھ سے ملنا ہے اگر ملئے خلوص دل سے
آپ ظاہر کا جتاتے ہیں یہ کیسا اخلاص

داغ سا مخلص خالص نہ ملے گا تم کو
اس کا اخلاص، پھر اس درجے کا ایسا اخلاص

ردیف ض

۱۰۸

بے داد و جور و لطف و ترحم سے کیا غرض
تم کو غرض نہیں تو ہمیں تم سے کیا غرض

کیوں ہم شب فراق میں تارے گنا کریں
ہم کو شمار اختر و انجم سے کیا غرض

کوئی ہنسا کرے تو بلا سے ہنسا کرے
کیوں دل جلائیں، برق تبسم سے کیا غرض

لیتے ہیں جاں نثار کوئی منت مسیح
جو ہو شہید عشق اسے قم سے کیا غرض

جو خاکسار عشق ہیں ملتے ہیں خاک میں
اہل زمیں کو چرخ چہارم سے کیا غرض

دل طرز انجمن ہی سے بیزار ہو گیا
مطلب ہمیں شراب سے کیا، خم سے کیا غرض

کیوں بزم عیش چھوڑ کے بزم عزا میں آئیں
ان کو ہمارے پھولوں سے چہلم سے کیا غرض

روز ازل سے پاک ہیں رندان بے ریا
ان کو وضو سے اور تیمم سے کیا غرض

شیدائیوں کو عزت دنیا سے ننگ ہے
دیوانے کو ملامت مردم سے کیا غرض

معشوق سے امید کرم؟ داغ خیر ہے
اس بندۂ خدا کو ترحم سے کیا غرض

کرتے ہیں وہ تمام حسینوں پہ اعتراض
پھر وہ بھی اس طرح کہ نہ اٹھے ہر اعتراض

لکھا جواب خط نہ جدا میرے خط ہی پر
اس نکتہ چیں نے بھیج دیئے لکھ کر اعتراض

اٹھکیلیوں کی چال سے چلنا نہ حشر میں
عالم کرے گا تم پہ سر محشر اعتراض

اہل زباں کی قدر تو اہل زباں کو ہے
بے سوچے سمجھے ہونے لگے گھر گھر اعتراض

اے داغ کیوں حریف کو ہو اس سے فائدہ
کرتے نہیں سخن ور دانش ور اعتراض

ردیف ط

۱۱۰

آج ٹھہرے مری تمہاری شرط — وصل کی شرط بھی ہے پیار شرط
شرط بھی اور پھر تمہاری شرط — جیت لی تم نے، میں نے ہاری شرط
بے ستوں کاٹتا نہ کیوں فرہاد — کہ محبت کی تھی یہ بھاری شرط
اشک غماز ہو تو کیا کیجئے — ہے محبت میں راز داری شرط
دل لگی کیا کریں وہ دل نہ رہا — جس بنا پر ہوئی تھی ساری شرط
دل رباؤں کو ہے جفا لازم — دل فگاروں کو بے قراری شرط
کیوں نہ دشمن کو دشمنی ہو فرض — دوست کو جب ہو دوستداری شرط
اور سنئے وہ مجھ سے کہتے ہیں — "حشر کے دن ہے جاں نثاری شرط"
ہو یہ عادت نہ باعث غفلت — ہے تغافل میں ہوشیاری شرط
کام عشاق کا تمام کیا — خوب پوری ہوئی تمہاری شرط
جوش رحمت کے واسطے زاہد — ہے ذرا سی گناہ گاری شرط
غیر لاکھوں میں بے وفا نکلے — آیئے آپ کی ہماری شرط

بدگمانوں سے عشق کا دعویٰ
واہ اے داغ خوب ہاری شرط

ردیف ظ

۱۱۱

ہے یہاں بھی اس بت کافر کو نخوت' الحفیظ
الحفیظ اے داور روز قیامت' الحفیظ

کس طرح سے ہو بسر یارب دیار عشق میں
ہر بلا پر ہے بلا' آفت پر آفت' الحفیظ

تیری تمکیں کم نہ تھی کچھ مار کھانے کے لئے
اور پھر اس پر یہ شوخی' یہ شرارت' الحفیظ

جس نے دیکھا اس کے عاشق کو کہا بے اختیار
تیرے بندے پر الٰہی یہ مصیبت' الحفیظ

میں وہ عاصی ہوں اگر بخشا گیا تو کیا عجب
دیکھ کر مجھ کو پکاریں اہل جنت' الحفیظ

جل گئے ہم جل گئے اے داغ فرقت الاماں
اف رے اف اے آتش سوز محبت' الحفیظ

خاک میں گھر مل گیا' دل مل گیا' ہم مل گئے
اور تجھ کو ہے وہی اب تک کدورت' الحفیظ

آئینہ جب دیکھتا ہوں ہجر میں کہتا ہوں میں
آدمی کی ایسی ہو جاتی ہے صورت' الحفیظ

عاشق مظلوم کے لاشے کو ہنس کر دیکھنا
تو ہے کتنا سنگ دل' اے بے مروت' الحفیظ

آدمی کی تاب کیا جو دل سنبھالے' ہوش ہوں
اس ادائے جاں ستاں پر ایسی صورت' الحفیظ

ایک بجلی تھی ادا اس شعلہ رو کی' دیکھئے
ہو گئی اتنے میں کیسی دل کی حالت' الحفیظ

دے شفا تو داغ کو یارب بحق مصطفیٰ
الحذر یہ درد و بیماری کی شدت' الحفیظ

ردیف ع

۱۱۲

ہیں بت سے عاشق دل گیر جمع — تیرے ترکش میں ہیں کتنے تیر جمع

اچھی صورت سے ہمیں بھی عشق ہے — کرتے ہیں تصویر پر تصویر جمع

کوچہ قاتل میں آفت آگئی — جب ہوئے دوچار بھی رہ گیر جمع

یا لگا دو آگ یا لکھ دو جواب — ہو گیا ہے دفتر تحریر جمع

چومتے ہیں تیرے دیوانے کے پاؤں — جس قدر میں حلقہ زنجیر جمع

تھوڑی تھوڑی ہی ملے اس در کی خاک — چٹکی چٹکی ہم کریں اکسیر جمع

پھر کرے چو رنگ وہ قاتل مجھے — پھر ہوں سب اعضا تہ شمشیر جمع

دیکھ کر صورت مرے صیاد کی — ایک جا ہوتے نہیں نخچیر جمع

بے مقدر خاک بھی بنتا نہیں — گر ہوں لاکھوں نسخہ اکسیر جمع

خون دل کا چشم تر ٹھیکا نہ لے — اس سے ہونے کی نہیں توفیر جمع

تیری قسمت میں ستارے ہیں کہاں — کوڑیاں کیں تونے چرخ پیر جمع

بدلی زاہد نے نئی پوشاک روز — کس قدر ہیں جامعہ تزویر جمع

تیری محفل کوئی جادو گھر ہوئی — ہیں ہزاروں صاحب تسخیر جمع

حلق پر میرے چھری پھرتی نہیں — کیجئے خاطر دم تکبیر جمع

کیا خلش کرتی ہیں دل میں حسرتیں — ہو گئے گویا ہزاروں تیر جمع

کس طرح یک جا ہوں داغ اپنے عزیز
ہونے دیتی ہی نہیں تقدیر جمع

ردیف غ

۱۱۳

دیکھ کر وہ عارض رنگیں، ہے یوں دل باغ باغ
جیسے ہوں نظارۂ گل سے عنادل باغ باغ

بن گیا خون کف پا سے گلستان خار زار
میں چلا صحرا میں گویا چند منزل باغ باغ

صورت غنچہ کھلی جاتی ہیں باچھیں کس قدر
کیا خوشی ہے، کس کو مارا، کیوں ہے قاتل باغ باغ

گلشن فردوس میں حوریں نظر آئی ہیں کیا
ہاتھ تلواروں کے کھا کر ہے جو بسمل باغ باغ

کیا کہوں اے ہم نشیں اس بزم رنگیں کی بہار
زیب محفل تھا وہ گل رو، اہل محفل باغ باغ

کون سے طائر کی ہے صیاد کو ایسی تلاش
ڈھونڈتا پھرتا ہے کیوں گلچین کے شامل باغ باغ

جب کوئی طوفاں زدہ کشتی کنارے پر لگی
کس قدر دل میں ہوئے سب اہل ساحل باغ باغ

دیکھ کر آئینہ دونوں ہو گئے برہم یہ کیا
تم ادھر خوش ہو ادھر مدمقابل باغ باغ

پھر نہ پائے گی قیامت تک یہ اپنا آشیاں
عندلیب اس طرح کیوں پھرتی ہے غافل باغ باغ

جو ہمارے حق میں کانٹے بوئیں، صد افسوس ہے
تم پھرو گل گشت کرتے، ان کے شامل باغ باغ

اس کی خوش بو جب کسی گل میں نہ پائی آپ نے
پھر جنتب داغ کیا پھرنے سے حاصل باغ باغ

ردیف ف

۱۱۴

کافر وہ زلف پر شکن، ایک اس طرف ایک اس طرف
پھر اس پہ چشم سحر فن، ایک اس طرف ایک اس طرف

ہنگام رحلت دیکھئے دل کس طرف اپنا جھکے
بیٹھے ہیں شیخ و برہمن ایک اس طرف ایک اس طرف

ہیں آسمان حسن کے روشن ستارے مہ جبیں
بازو پہ تیرے نورتن ایک اس طرف ایک اس طرف

دل کی، جگر کی جائے کیا۔ افسردگی، مژمردگی
زخم کہن، داغ کہن ایک اس طرف ایک اس طرف

زلفوں کی یہ سرگوشیاں، دل پر بلائیں لائیں گی
غماز ہے گرم سخن، ایک اس طرف ایک اس طرف

غیروں کا مجمع اور تم پریوں کا جمگھٹ اور ہم
پہلو بہ پہلو انجمن، ایک۔ اس طرف ایک اس طرف

دل ایک تنہا بیچ میں، آنکھیں تری سفاک دو
شمشیر زن، ناوک فگن، ایک اس طرف ایک اس طرف

میں مر گیا ہوں، وصل میں راحت ہو ہر پہلو مجھے
تکئے ہوں دو زیر کفن، ایک اس طرف ایک اس طرف

تو اور دھنے بائیں ہوں لیلیٰ و شیریں بزم میں
میں اور قیس و کوہ کن، ایک اس طرف ایک اس طرف

بازو تو چھٹتے ہی نہیں صحرا کو کیوں کر جاؤں میں
لپٹے ہیں دو اہل وطن، ایک اس طرف ایک اس طرف

دونوں فرشتے دوش پر کیا لکھ سکیں حالت مری
آلودۂ رنج و محن، ایک اس طرف ایک اس طرف

رخسار تیرے سیم گوں پھر اس پہ گلگونے کا رنگ
پھولا ہے کیا رنگ چمن ایک اس طرف ایک اس طرف

اترا رہا ہے داغ کیا ہنگام گلگشت چمن
رنگیں قبا گل پیرہن، ایک اس طرف ایک اس طرف

۱۱۵

وہ کہتے ہیں دل کی کہاں صاف صاف
بظاہر ہے ان کا بیاں صاف صاف

کدورت کا باعث تو کوئی کھلے
بیاں کیجئے مہرباں صاف صاف

مرے راز دل کی ہے ان کو تلاش
کہیں کہہ نہ دے راز داں صاف صاف

رہے زیر عارض کہاں شب کو پھول
نظر آتے ہیں سب نشاں صاف صاف

رہے ابر مے خانے پر حشر تک
دکھائی نہ دے آسماں صاف صاف

کوئی پارسا جب الجھتا ہے کچھ — سناتا ہے پیرِ مغاں صاف صاف
دکھاتے ہیں آئینہ خورشید کو — ترے گال اے دل ستاں صاف صاف
محبت کے قصے ہیں الجھے ہوئے — سنو مجھ سے تم داستاں صاف صاف
پسند آئے ہم کو بھی اشعار داغ
زباں پاک و شستہ، بیاں صاف صاف

ردیف قاف

۱۱۶

ہے جمال یار سے تنویر عشق — حسن نے چکائی ہے تقدیر عشق
کھینچ لائے عرش تک تسخیر عشق — آپ نے دیکھی نہیں تاثیر عشق
جس کے دل پر کارگر ہے تیر عشق — حشر تک پڑے گا وہ نخچیر عشق
تیرے عاشق کا سراپا دیکھ کر — کھچ گئی ہے سامنے تصویر عشق
دل ضعیفوں کا جواں کیوں کر نہ ہو — کرتی ہے کایا پلٹ اکسیر عشق
عاشقوں کی کیا خطا انصاف کر — دے سزا اس کو یہ ہے تقصیر عشق
عقل دیوانی ہے جو ہو سامنے — چوکتا ہے کب نشانہ، تیر عشق
جھوٹے وعدے ان کے پھر اس پر دلیل — رات بھر کیا کیا رہی تقریر عشق
میں نے دیکھی تھی قیامت خواب میں — دی مجھے اک شخص نے تعبیر عشق
داور روز قیامت دیکھ لے — اس کلیجے پر لگا ہے تیر عشق
مار ہی ڈالا یہ جب بجلی گری — چلتی ہے رک رک کے کب شمشیر عشق

انتہائے عاشقی میں ہے یہ شوق — ہم ابھی ہوں اور دامن گیر عشق
دل مچل کر آپ رہتا ہے اسیر — ایسی کچھ بھاری نہیں زنجیر عشق
زخم جب بھرتا نظر آتا ہے کچھ — دل میں رکھ لیتے ہیں ہم شمشیر عشق
یہ بلا آئی ہوئی ٹلتی نہیں
داغ کیا ہو چارہ و تدبیر عشق

۱۱۷

مٹ گئے افسوس! سارے ذوق شوق — ہائے وہ ہم وہ ہمارے ذوق شوق
عشق آخر کو مسلط ہو گیا — دل مرا ہارا نہ ہمارے ذوق شوق
دل لگی ہو یا ہنسی یا چھیڑ چھاڑ — ہوتے ہیں پیاروں کے پیارے ذوق شوق
آس ٹوٹی، دل ہمارا مر گیا — اپنے اپنے گھر سدھارے ذوق شوق
ابتدائے سن میں ہے مشق جفا — رنگ لائیں گے تمہارے ذوق شوق
ہر گلی کوچے میں اب ہے تاک جھانک — پھرتے ہیں ان کو ابھارے ذوق شوق
عاشقوں کا دل سلامت چاہئے — کب ہوئے اس سے کنارے ذوق شوق
حسن پر قربان مشتاقوں کے دل — اس کے صدقے میں اتارے ذوق شوق
داغ صاحب بھی ہوئے عاشق مزاج
ہو گیا ان کو بھی بارے ذوق شوق

ردیف ک

۱۱۸

نہ آئی بات جو دل سے زباں تک
وہ پہنچی بدگماں تک، راز داں تک

یہ سب جھگڑے ہیں جان ناتواں تک
رہے گا دم کہاں تک غم کہاں تک

تغافل مرنے والوں سے کہاں تک
ہمیں جینا پڑا ہے امتحاں تک

چلے آئے وہ جھونکے میں ہوا کے
نزاکت ان کو لے آئی یہاں تک

زباں سے تھا نہ ممکن شکوۂ جور
اشاروں سے کہا آخر کہاں تک

دل اس کی بزم سے کس طرح اکھڑے
ٹھہر جائے جہاں عمر رواں تک

ہمیں باد خزاں سے بھی ہے اک فیض
کہ تنکے اڑ کے آئے آشیاں تک

کنارہ کر گیا دامن بھی تیرا
نہ آیا میری چشم خوں فشاں تک

زمیں ٹل جائے ٹلنے کے نہیں ہم
کہ اب تو آگئے اس آستاں تک

دم رخصت ہوا اندیشہ غیر
گئے ہمراہ ہم ان کے مکاں تک

کہوں کیا طالع واژوں کی تاثیر
گرا ہوں میں پہنچ کر آسماں تک

مزے کی ہے ہماری بھی کہانی
کوئی پہنچا دے ان کے قصہ خواں تک

ترے تیر نگہ سے کوئی بچ کر
اماں پاتا نہیں دارالاماں تک

رہے کیا مصطفیٰ آباد میں داغ
وہ سارے لطف تھے خلد آشیاں تک

۱۱۹

رہا جذب دل کا اثر دیر تک
ملائے رہے وہ نظر دیر تک

مزہ دے گیا ہو نہ پیغام شوق　　کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
وہی وقت پیری بھی ہے داغ عشق　　جلا یہ چراغ سحر دیر تک
ذرا سا جو الجھا یہ تار نگہ　　دباتے رہے وہ کمر دیر تک
یہاں دم بدم سو پیام وصال　　سکوت ان کو ہر بات پر دیر تک
بڑی دیر میں سوچ کر لب کھلے　　رہے گی دعا بے اثر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغیر حال　　وہ سوچا کئے دیکھ کر دیر تک
غشی کا بھی احسان مجھ پر ہوا　　وہ زانو رہا زیر سر دیر تک
کہیں رات کو وہ ہوئے بے حجاب　　اڑا آج نور قمر دیر تک
ادھر دیکھنا نامہ بر غور سے　　وہ محفل میں دیکھیں جدھر دیر تک
حیا سے جھکی تھیں کب آنکھیں تری　　لڑی ہے کسی سے نظر دیر تک
وہ سمجھے نہ سمجھے مرا مدعا　　ہلی ان کی گردن مگر دیر تک
نفس کی عجب سیر ہے ہم نفس　　کرے یوں مسافر سفر دیر تک
ٹپکتا ہے دیوار و در سے ترے　　کسی نے ملی چشم تر دیر تک
وہ رخصت طلب اور میں جاں بلب　　رہا حشر وقت سحر دیر تک
خبر سن کے خوش خوش وہ آتے تو ہیں　　نہ نکلی مری جاں اگر دیر تک
ترے وعدے سے زندگی بڑھ گئی　　جئے ہم اس امید پر دیر تک
محبت میں تکرار کا ہے مزا　　گلے ہوں جو باہم دگر دیر تک

نئی چاہ چھپتی ہے اے داغ کب
اڑے گی ابھی یہ خبر دیر تک

ردیف ل

۱۲۰

بے قراری ہوئی آخر سبب چارۂ دل
بن گیا ہول دل انجام کو گہوارۂ دل

تیر کے بدلے لگا دے کوئی برچھی ظالم
روزن سینہ سے کرتا ہو جو نظارۂ دل

دفتر شوق سے بھاری نہیں یہ اے قاصد
ساتھ مکتوب کے تو باندھ لے پشتارۂ دل

یہی اچھا ہے کہ آنکھیں ہیں تمہاری بیمار
یہی بیمار تو کرتی ہیں مرا چارۂ دل

خون مژگاں سے نکلتا ہے ہزارے کی طرح
چھوٹتا ہے جو مرے سینے میں فوارۂ دل

جن کی تقدیر میں گردش ہے نہیں ان کو قرار
قطب تارا نہ ہوا کوکب سیارۂ دل

پڑتی ہے ضرب محبت تو نکلتی ہے فغاں
شور محشر سے ہم آہنگ ہے نقارۂ دل

یہ زمانے کی خبر ٹھیک ہمیں دیتا ہے
طاق ہے اور بھی ہر کام میں ہرکارۂ دل

بے تاب کی تصویر انہیں کیا بھیجوں
کہ مصور سے اترتا نہیں انگارۂ دل

کوئی جانے کہ خریدار نہیں' چاہ نہیں
چلتے پھرتے ہی وہ کر لیتے ہیں نظارۂ دل

لعل و یاقوت کی اے داغ جو ہے فرمائش
بھیج دو ان کے لئے لخت جگر پارۂ دل

۱۲۱

وصل کی ٹھہری جو اے ماہ جبیں آج سے کل
وہ بھی نزدیک ہے کچھ دور نہیں آج سے کل

ایک دن اور بھی مہمان کی خاطر کر لوں
کاش رخصت ہو مری جان حزیں آج سے کل

کیجئے وعدہ خلافی بھی تو اس پہلو سے
کہ سوا ہو مجھے ملنے کا یقیں آج سے کل

ہم کو ایک ایک گذرتی ہے قیامت کی گھڑی
اُن کے نزدیک تو کچھ بات نہیں آج سے کل

دم بدم ہم نے زمانے کا تنزل دیکھا
ہمیں کہتے ہیں گر اچھے تھے ہمیں آج سے کل

خود نمائی کے لئے وعدۂ فردا کیسا
کیا بدل جائے گا وہ پردہ نشیں آج سے کل

آجاؤ گے یہاں سے تو اٹھاؤ گے قلق
آج کا دن ہے برا جاؤ کہیں آج سے کل

ناتواں آہ کو دے کون سہارا یا رب
چل کے پہنچے گی یہ تا عرش بریں آج سے کل

صبر کر اے دل مضطر وہ نہیں ملنے کی
کل سے آج ان کی ہوئی ہو گی یونہی آج سے کل

آج ہی وہ جو نہ آئے تو یہ جانا ہم نے
تیری بگڑی دل اندوہ گزیں آج سے کل

زندگی بھر تو قیامت کی اٹھائی تکلیف
بارے آئی ہے مجھے زیر زمیں آج سے کل

خوب رو یوں کو نہیں کچھ غم فردا اے داغ
ہوں گے مغرور زیادہ یہ حسیں آج سے کل

مزہ دے گیا ہے شباب اول اول — ملے خوب رو انتخاب اول اول
وہ کب لطف کرتے ہیں بے آزمائے — کرم آخر آخر، عتاب اول اول
خدا شرم رکھے تری انتہا تک — کہ ڈالی ہے منہ پر نقاب اول اول
انہیں سے پھر آخر کو کھل کھیلتے ہیں — وہ کرتے ہیں جن سے حجاب اول اول
الٰہی رہے بانکپن ان کا قائم — سنبھالی ہے تیغ خوش آب اول اول
خدا سے دعا ہے کہ مظلوم تیرے — بھگت جائیں روز حساب اول اول
نیا ہے چلو فتنہ حشر کو بھی — ہوا ہے ابھی ہم رکاب اول اول

قطعہ

وہ پیغام بر کی مدارات پیہم — وہ رسم سوال و جواب اول اول
وہ جلسے وہ احباب رندانہ مشرب — وہ معشوق و شرب شراب اول اول
وہ سیر چمن، وہ تماشائے دریا — وہ لطف شب ماہتاب اول اول
وہ گلیوں میں راتوں کو چھپ چھپ کے جانا — وہ یاروں سے کچھ کچھ حجاب اول اول
وہ ہر بات کا شوق بے سوچے سمجھے — وہ ہر کام کرنا شتاب اول اول
وہ پہلے پہل دل لگانا کسی کا — وہ کچھ شوق کا اضطراب اول اول
جوانی کی لہروں میں کیا کیا رہے ہم — خراباتیوں میں خراب اول اول
کوئی دن رہے پارسا ہم بھی زاہد — بہت ہم نے لوٹے ثواب اول اول
رہا درس و تدریس کا شوق ہم کو — نظر سے نہ سرکی کتاب اول اول

کبھی ہم سے ہوتا نہ تھا ترک اولیٰ
رہے ہم مشیت مآب اول اول

بنے ستم و سام و گیو و نریماں
رہے رشک افراسیاب اول اول

رہے زیر راں اسپ چالاک اکثر
سواروں میں تھے لاجواب اول اول

پھکیتی بکیتی کی تھی مشق کیا کیا
ہر اک فن میں تھے کامیاب اول اول

ہوئی داغ اب ان کی تعبیر الٹی
نظر آئے جو ہم کو خواب اول اول

۱۲۴

رہتا ہے روز اس کی ملاقات کا خیال
ہو جائے خواب کاش یہ دن رات کا خیال

بیٹھے ہیں خانقاہ میں جب دو گھڑی بھی ہم
آہی گیا ہے پیر خرابات کا خیال

کیوں کر نہ یاد آئے شب ہجر روز حشر
اس دن ضرور چاہئے اس رات کا خیال

کھٹکا نہ ہو تو عیش سے گذرے کوئی گھڑی
رہتا ہے بزم یار میں ہر بات کا خیال

ماہ صیام بھی اسی موسم میں آگیا
رندوں کو اس سے بڑھ کے ہے برسات کا خیال

رنجش بھی ہو تو دل کی تسلی کے واسطے
کرتا ہوں ان کے لطف و عنایات کا خیال

اے دل! عدو کی بزم میں کیوں لے گیا مجھے
کم بخت آگیا نہ مدارات کا خیال

باتیں سنو تو حضرت صوفی سے عرش کی
جاتا ہے دور قبلہ حاجات کا خیال

اے داغ جو کہا ہے اسے کر دکھائیں گے
انسان کیا وہ جس کو نہ ہو بات کا خیال

ردیف م

١٢٥

دیا رقیبوں کو تم نے پیام، نام بنام
مری طرف سے بھی پہنچے سلام، نام بنام

مری شکایت تحریر وجہ رشک ہوئی
کہ اب وہ لکھتے ہیں دفتر مدام، نام بنام

سلیقہ دیکھئے اس وقت دوست دشمن کا
سپرد ہو جو کوئی انتظام، نام بنام

اگر تڑپتی ہے بجلی تو ابر روتا ہے
ملا ہر ایک کو ہر ایک کام، نام بنام

یہ کس کے قتل کی شادی منائی جاتی ہے
کہ رقعے بٹنے کا ہے اہتمام، نام بنام

ستم رسیدوں میں لکھے گئے ہیں روز ازل
تمہارے چاہنے والے تمام، نام بنام

تمہاری چال کو طاؤس و کبک کیا پہنچیں
جدا جدا ہے ادائے خرام، نام بنام

بچائے جان خدا اہل مہر و الفت کی
وہ کوستے ہیں انہیں صبح و شام، نام بنام

خدا کرے مرے آگے نہ آئے نام رقیب
پکارے جائیں گے روز قیام، نام بنام

کیا ہے آپ کو جس جس نے بے وفا مشہور
جو حکم ہو تو بتا دے غلام، نام بنام

گئے ہیں داغ وہاں چھپ کے دیکھئے کیا ہو
گنے گئے ہیں جہاں خاص و عام، نام بنام

١٢٦

رشک سے غیروں کے جی کھوتے ہیں ہم
کیا بروں کی جان کو روتے ہیں ہم

گرچہ کچھ بے جا دم بسمل نہیں
خنجر سفاک کو دھوتے ہیں ہم

بے خودانہ اپنی ہشیاری رہی — جاگتے ہیں کچھ تو کچھ سوتے ہیں ہم
حاصل اعمال ہیں خلد و سقر — وہ ہی پھل پاتے ہیں جو بوتے ہیں ہم
ہاتھ منہ ان کا دھلایا غیر نے — ہاتھ اپنی جان سے دھوتے ہیں ہم
اپنے گھر رہنے دے کیوں کر حوروش — حضرت آدم ہی کے پوتے ہیں ہم
جان کنی اپنا ہے کام اے کوہ کن — عشق میں پتھر نہیں ڈھوتے ہیں ہم
دیکھ لیں گے فتنہ محشر کو بھی — اب تو چادر تان کر سوتے ہیں ہم

داغ ہے کس کو میسر درد عشق
رنج ہوتا ہے تو خوش ہوتے ہیں ہم

۱۴۷

ابھی ہماری محبت کسی کو کیا معلوم — کسی کے دل کی حقیقت کسی کو کیا معلوم
یقیں تو یہ ہے وہ خط کا جواب لکھیں گے — مگر نوشتہ قسمت کسی کو کیا معلوم
بظاہر ان کو حیادار لوگ سمجھے ہیں — حیا میں جو ہے شرارت کسی کو کیا معلوم
قدم قدم پہ تمہارے ہمارے دل کی طرح — پسی ہوئی ہے قیامت کسی کو کیا معلوم
یہ رنج و عیش ہوئے ہجر و وصل میں ہم کو — کہاں ہے دوزخ و جنت کسی کو کیا معلوم
جو سخت بات سنے دل تو ٹوٹ جاتا ہے — اس آئینے کی نزاکت کسی کو کیا معلوم
کیا کریں وہ سنانے کو پیار کی باتیں — انہیں ہے مجھ سے عداوت کسی کو کیا معلوم
خدا کرے نہ پھنسے دام عشق میں کوئی — اٹھائی ہے جو مصیبت کسی کو کیا معلوم
ابھی تو فتنے ہی برپا کیے ہیں عالم میں — اٹھائیں گے وہ قیامت کسی کو کیا معلوم

جناب داغ کے مشرب کو ہم سے تو پوچھو
چھپے ہوئے ہیں یہ حضرت کسی کو کیا معلوم

ردیف ن

۱۲۸

آپ جن کو ہدف تیر نظر کرتے ہیں
رات دن ہائے جگر، ہائے جگر کرتے ہیں

اور کیا داغ کے اشعار اثر کرتے ہیں
گدگدی دل میں حسینوں کے مگر کرتے ہیں

غیر کے سامنے یوں ہوتے ہیں شکوے مجھ سے
دیکھتے ہیں وہ ادھر بات ادھر کرتے ہیں

دیکھ کر دور سے درباں نے مجھے للکارا
نہ کہا یہ ٹھہر جاؤ خبر کرتے ہیں

تھک گئے نامہ اعمال کو لکھتے لکھتے
کیا فرشتوں کا برا حال بشر کرتے ہیں

ابھی غیروں سے اشاروں میں ہوئی ہیں باتیں
دیکھتے دیکھتے آپ آنکھوں میں گھر کرتے ہیں

در و دیوار سے بھی رشک مجھے آتا ہے
غور سے جب کسی جانب وہ نظر کرتے ہیں

ان سے پوچھے جو کوئی، خاک میں ملتے ہیں کہاں؟
وہ اشارہ طرف راہ گذر کرتے ہیں

ایک تو نشہ ہے اس پہ نشیلی آنکھیں
ہوش اڑتے ہیں جدھر کو وہ نظر کرتے ہیں

عشق میں صبر و تحمل ہی کیا کرتے ہم
یہ بھی کم بخت کسی وقت ضرر کرتے ہیں

غیر کے قتل پہ باندھیں یہ بہانہ ہے فقط
کھینچ کر اور بھی پتلی وہ کمر کرتے ہیں

حضرت داغ کو دلی کی ہوا خوب لگی
رات دن عیش ہے جلسوں میں بسر کرتے ہیں

۱۲۹

عذر آنے میں بھی ہے اور بلاتے بھی نہیں
باعث ترک ملاقات بتاتے بھی نہیں

منتظر ہیں دم رخصت کہ یہ مر جائے تو جائیں
پھر یہ احسان کہ ہم چھوڑ کے جاتے بھی نہیں

سر اٹھاؤ تو سہی آنکھ ملاؤ تو سہی
نشہ مے بھی نہیں نیند کے ماتے بھی نہیں

کیا کہا، پھر تو کہو، "ہم نہیں سنتے تیری"
نہیں سنتے تو ہم ایسوں کو سناتے بھی نہیں

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

مجھ سے لاغر تری آنکھوں میں کھٹکتے تو رہے
تجھ سے نازک مری نظروں میں سماتے بھی نہیں

دیکھتے ہی مجھے محفل میں یہ ارشاد ہوا
کون بیٹھا ہے اسے لوگ اٹھاتے بھی نہیں

ہو چکا قطع تعلق تو جفائیں کیوں ہوں
جن کو مطلب نہیں رہتا وہ ستاتے بھی نہیں

زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیوں جیتے ہو
جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں

۱۳۰

چوٹ کھاتا دل حزیں نہ کہیں   درد رہ جائے گا کہیں نہ کہیں
کیا ملے گا کوئی حسیں نہ کہیں   جی بہل جائے گا کہیں نہ کہیں
ہے کدورت بھری ہوئی اس میں   آسماں پر بھی ہو زمیں نہ کہیں

حال پہلو بچا کے لکھا ہے
تاڑ جائے وہ نکتہ چیں نہ کہیں

یہ تو کہئے کہ رات کی باتیں
آپ نے غیر سے کہیں نہ کہیں

جن کو حوریں بیان کرتے ہیں
خلد میں ہوں یہی حسین نہ کہیں

مجھ کو گریاں اٹھا نہ محفل سے
بیٹھ جائے ابھی زمیں نہ کہیں

کیوں کہیں تجھ سے آرزوئیں ہم
فائدہ کیا، کہیں کہیں نہ کہیں

لا اسے جذب شوق تھم تھم کر
گر پڑے شوخ نازنیں نہ کہیں

نہ کرو امتحان مہر و وفا
آئے اس جھوٹ پر یقیں نہ کہیں

موت اسی آستاں پہ آجائے
صرف سجدہ ہو پھر جبیں نہ کہیں

آپ کی گفتگو کا کیا کہنا
چار باتیں بھی دل نشیں نہ کہیں

غیر دیتا ہے کیوں مجھے ساغر
سانپ ہو زیر آستیں نہ کہیں

ہجر میں ہے خیال اس کا مجھے
کسما جائے ہم نشیں نہ کہیں

قتل جس کا تمہیں ہے مدنظر
وہ گنہ گار ہوں ہمیں نہ کہیں

وہ رکاوٹ اسے بھی سمجھیں گے
دم رکے وقت واپسیں نہ کہیں

دل بخشش بھی یوں ترے منہ سے
نکلے بے ساختہ نہیں نہ کہیں

رشک یہ بھی ہے صبر پر میرے
غیر کہہ بیٹھیں آفریں نہ کہیں

تیرے عاشق ہیں کافر و دین دار
ایک ہو جائے کفر و دیں نہ کہیں

داغ پھر تاک جھانک کرتے ہیں
اب گھرے، اب پھنسے کہیں نہ کہیں

۱۳۱

عشق میں دل کہیں حواس کہیں
ایسے رہتے ہیں اپنے پاس کہیں

کون پردے میں چھپ کے بیٹھا ہے بھر کے جاتا ہے کیوں گلاس کہیں
مجھ کو ہے اس سے احتمالِ وفا نہ غلط ہو مرا قیاس کہیں
زہر کھاتے ہیں تنگ آ کر ہم یہ دوا آئے دل کو راس کہیں
بزم میں داغ گر نہیں تو نہ ہو
یہیں ہو گا وہ آس پاس کہیں

۱۳۲

اے فلک! موردِ عتاب ہوں میں وصل سے خاک کامیاب ہوں میں
تم میں یہ وصف ہے کہ ہو بے داغ مجھ میں یہ عیب بے حجاب ہوں میں
دے کے خط کون انتظار کرے اپنے قاصد کے ہم رکاب ہوں میں
جب ملا رہ نما تو یہ جانا رہرو راہ ناصواب ہوں میں
کیوں کسی زلف کی بلا میں پھنسوں کیوں گرفتار پیچ و تاب ہوں میں
کیوں کسی چشم مست کو دیکھوں مفت آلودۂ شراب ہوں میں
داغ کیا خوب صرصر عصیاں
خاک پائے ابو تراب ہوں میں

۱۳۳

میں نے چاہا جو تمھیں اس کا گنہ گار تو ہوں
مگر اتنا بھی سمجھ لو کہ وفادار تو ہوں

عمر بھر آپ نے مجھ کو کبھی اچھا نہ کہا
خیر اچھا نہ سہی آپ کا بیمار تو ہوں

یا خدا پرسش اعمال کا دیتا ہوں جواب
بلت کا ہوش کسے ہے ابھی ہشیار تو ہوں

مے و معشوق سے انکار نہیں اے زاہد
عاشق زار تو ہوں رند قدح خوار تو ہوں

گو مرے پاس نہیں غیر متاع کاسد
میں تماشائی انداز خریدار تو ہوں

ابھی کیا جانے کوئی مجھ کو تمہارا شیدا
کوئی دن اور بھی رسوا سر بازار تو ہوں

گو مری وضع نہیں یہ کہ ملوں غیر سے میں
تابع حکم جفا کار و ستم گار تو ہوں

کیا گزر جائے تجھے رات یونہی بے کھٹکے
بزم میں گل نہ سہی میں نہ سہی خار تو ہوں

تاب نظارۂ انوار تجلی نہ سہی
اتنی ہمت ہے کہ میں طالب دیدار تو ہوں

داغ مرنے نہیں دیتا مجھے رشک اغیار
ورنہ مر جاؤں ابھی جان سے بیزار تو ہوں

۱۳۴

ہم تو فریاد و فغاں آہ و بکا کرتے ہیں
جن سے کچھ ہو نہیں سکتا وہ دعا کرتے ہیں

خوف محشر سے وہ کب ترک جفا کرتے ہیں
بہت اس طرح کے ہنگامے ہوا کرتے ہیں

خوب خوش باش گذر اہل صفا کرتے ہیں
نہ خفا ہوتے ہیں ایسے نہ خفا کرتے ہیں

ایک انداز سخن طرز شکایت ٹھہری
ہم جدا کرتے ہیں شکوے وہ جدا کرتے ہیں

پوچھتا ہے جو مزاج اپنا کوئی فرقت میں
منہ سے اتنا ہی نکلتا ہے دعا کرتے ہیں

کچھ تعلق تو رہے، شکوۂ بے جا ہی سہی
نہ کیا تم نے گلا اس کا گلا کرتے ہیں

یا الٰہی مرے درباں سے وہ پوچھے آکر
کون ہے کس سے ملاقات ہے کیا کرتے ہیں

ہاتھ سے قتل نہ وہ پاؤں سے ملال کریں
گھر ہی میں بیٹھے ہوئے حکم کیا کرتے ہیں

حسینوں کی جو تعریف کریں کیا ضد ہے
وہ طرف داری ارباب وفا کرتے ہیں

پرسش داور محشر سے ڈریں کیوں عاشق
یہ خطا وار تو بندے کی خطا کرتے ہیں

تم کو بیمار محبت سے بھی عار آتی ہے
ہم تو اچھوں کے لئے روز دعا کرتے ہیں

اپنے کوچے میں نہ کیجئے مری مٹی برباد
آپ بھی خاک اڑاتے ہیں یہ کیا کرتے ہیں

دست مژگاں کا اشارہ ہے کہ رسوا کیجئے
انہیں ہاتھوں سے وہ انگشت نما کرتے ہیں

اب یہی ضد ہے کہ ہم قتل کریں گے تجھ کو
وہ تو ہر بات میں اپنا ہی کہا کرتے ہیں

ان کو پروا نہیں کیوں دل کے خریدار بنیں
مفت کے قصے ہی وہ مول لیا کرتے ہیں

آپ کے عشق میں جو مجھ کو نہ کرنا تھا کیا
دیکھئے آپ مرے واسطے کیا کرتے ہیں

صبر کرنے کا ہمارے بھی یہی ہے انداز
آپ جس طرح سے پیمان وفا کرتے ہیں

سچ کہا تذکرۂ غیر سے کیا حاصل ہے
اک تماشے کے لئے چھیڑ دیا کرتے ہیں

جان بلب جان کے مجھ کو یہ پیام آیا ہے
لو مبارک ہو کہ اب عہد وفا کرتے ہیں

داغ کا رشک سنا غیر سے اس نے تو کہا
اس کی تقدیر میں جلنا ہے، جلا کرتے ہیں

۱۳۵

ہم دل کی بات داور محشر سے کیا کہیں — یہ راز کہہ کے اس بت کافر سے کیا کہیں
آشوب حشر اس بت خود سر سے کیا کہیں — محشر کا حال فتنۂ محشر سے کیا کہیں

گو اپنی ضد کے ایک ہو تم مان جاؤ گے
یہ مانتا نہیں دل مضطر سے کیا کہیں

بنتی نہیں ہے بات مصیبت کہے بغیر
کہتے ہیں پھر کہ داور محشر سے کیا کہیں

ہے مے کدے میں قلقل مینا کی یہ صدا
ساقی کے جوڑ توڑ کو ساغر سے کیا کہیں

سمجھے ہو تم کہ غیر کے شکوے ہیں ایک دو
یہ داستان کم نہیں دفتر سے کیا کہیں

دلبر اشارہ فہم ہے، دشمن نگاہ باز
ہم چپکے چپکے بھی دل مضطر سے کیا کہیں

لب تک امنڈ امنڈ کے تو آتی ہیں حسرتیں
چلتی نہیں زبان ترے ڈر سے، کیا کہیں

تم اور کان رکھ کے سنو بات غیر کی
مجبور ہو گئے ہیں مقدر سے کیا کہیں

دل کا فسانہ کس سے کہیں اے شب فراق
دیوار و در سے، چرخ سے، اختر سے کیا کہیں

کوئی کرے سوال تو کچھ دیجئے جواب
بت بن گئے جب آپ تو پتھر سے کیا کہیں

سنتا ہے وقت ذبح یہ کب اپنی بے کسی
قاتل سے کہہ بھی سکتے ہیں خنجر سے کیا کہیں

یہ ہم کو ناگوار ہے وہ اس کو ناگوار
دلبر سے کیا سنیں، دل مضطر سے کیا کہیں

کہتے ہیں وہ "کہو تو سہی دل کا حال کچھ"
حیران ہم کھڑے ہیں گھڑی بھر سے کیا کہیں

دل میں ہمارے آپ کی جو چبھ گئی ہے بات
پیکاں سے بڑھ کے تیز ہے نشتر سے کیا کہیں

نادان رہنمائے رہ شوق ہو گیا
منزل میں جو بلا ہے وہ رہبر سے کیا کہیں

ہوتی صفائے دل تو بتاتا نہ آئینہ
جوہر اس آئینے کے سکندر سے کیا کہیں

بے وجہ ان بتوں کی خموشی نہیں ہے داغ
کیا جانے کل یہ داور محشر سے کیا کہیں

۱۳۶

مجھے دل کی ایذا سے راحت نہیں
پرائی مصیبت سے فرصت نہیں

بہت دور ایسی قیامت نہیں
مگر ان کو وعدے کی عادت نہیں

غم دو جہاں بھی ہے کافی مجھے
مگر آدمی کو قناعت نہیں

نظر کھائے جاتی ہے عشاق کی — حسینوں کو دنیا میں راحت نہیں
بڑی کشمکش میں ہے عہد وفا — کبھی ہے کبھی ان کی نیت نہیں
اٹھا کر مری نعش اس نے کہا — کوئی اس سے بڑھ کر مصیبت نہیں
یہاں منصفی حشر پر منحصر — وہاں فیصلے کی ضرورت نہیں
رہا ہجر بت میں دل سنگ سخت — کچھ اپنوں کو اپنوں سے الفت نہیں
یہ دل ہے، یہ حسرت یہ ارمان ہے — مری جان! حاضر میں حجت نہیں
مزاج آپ کا ہے مزاج آج کل — پرائی طبیعت طبیعت نہیں
تری آرزو جن کو ہے ان کو ہے — خدا کی قسم ہم کو حسرت نہیں
بظاہر اٹھانا مجھے بزم سے — اشارے سے کہنا اجازت نہیں
ہوا توبہ مے سے میں جاں بلب — عداوت ہے یہ ترک عادت نہیں
قیامت ہو یا دل ہو یا موت ہو — کوئی ان میں رکنے کی آفت نہیں
دیا نامہ بر نے یہ آکر جواب — انہیں بات کرنے کی فرصت نہیں

زمیں میں گڑا شرم عصیاں سے میں
نہ جانو کہ محشر میں تربت نہیں

قطعہ

کہاں دل سے میں نے اسے یاد رکھ — انہیں تجھ سے نفرت ہے الفت نہیں
وہاں بے نیازی ہے ہر شان میں — وہاں خود نمائی سے فرصت نہیں
وہ کیوں وعدۂ وصل پورا کریں — یہ اقرار ہے کوئی منت نہیں
وہ کیوں جذب دل سے ہوں اندیشہ مند — محبت ہے کوئی کرامت نہیں
وہ کیوں سوز داغ جگر سے ڈریں — کہ یہ آفتاب قیامت نہیں

وہ کیوں چشم پرخوں کی دیکھیں بہار — یہ رونا ہے باران رحمت نہیں
وہ کیوں سن کے پی جائیں غیروں کی بات — یہ ہیں زہر کے گھونٹ شربت نہیں
وہ کیوں عشق ظاہر کو باور کریں — حقیقت میں کچھ بھی حقیقت نہیں
وہ کیوں جوش مشتاق پر رحم کھائیں — عدو کے مرض کی یہ شدت نہیں
وہ کیوں دیکھیں صورت اٹھا کر نگاہ — یہ کیا بار ناز و نزاکت نہیں
وہ کیوں مول لیں جنس دل کیا غرض — کہ اس شے کی ان کو ضرورت نہیں
وہ کیوں شکوۂ رنج فرقت سنیں — شکایت ہے یہ کچھ حکایت نہیں
وہ کیوں کر نہ دیں جھڑکیاں گالیاں — کہ عاشق مزاجوں کی عزت نہیں

دیا دل نے مایوس ہو کر جواب
نہیں داغ اب کوئی حسرت نہیں

۱۳۷

مظہر نور دیں معین الدینؒ — آفتاب زمیں معین الدینؒ
خواجہ خواجگان ہندوستان — بے گماں بالیقیں معین الدینؒ
سرور انبیاء رسول اللہ — حامی مسلمیں معین الدینؒ
میں ترے آستاں کا خاک نشین — تو مرا دل نشیں معین الدینؒ
المدد، المدد کہ تیرے سوا — کوئی میرا نہیں معین الدینؒ
در فردوس پر ہو آپ کا ہاتھ — اور یہ آستیں معین الدینؒ
وہ جہاں ہے وہیں ہے دل میرا — میں جہاں ہوں وہیں معین الدینؒ

داغ تیرا ہی دم بھرے جائے
تادم واپسیں معین الدینؒ

جو یک دلی ہو تو ہو بات کا یقیں سے یقیں
کہ ہاں سے ہاں ہے مرے مہرباں نہیں سے نہیں

تری گلی کے مقابل جو لائیں جنت کو
مکاں مکاں سے کرے رو کشی مکیں سے مکیں

علاج اور نہیں کوئی خوش نصیبی کا
نصیب ہو تو ملوں غیر کی جبیں سے جبیں

ہمارے دل پہ محبت کا نقش کندہ ہے
ملا سکے نہ سلیماںؑ بھی اس نگیں سے نگیں

تمہارے سامنے یہ آئینے کی صورت ہے
کہ جس طرح سے کرے لاگ ہر حسیں سے حسیں

وہ کیوں بلائیں مجھے اپنی بزم عشرت میں
غرض ہے کے جو کوئی مفت ہو حزیں سے حزیں

صفائے دل ہو تو ہو پیچ دار کیوں تقریر
یہ باتیں آپ کی ہم نے چناں چنیں سے چنیں

در صنم سے گیا منہ اٹھائے کعبے کو
اڑا کے لے گئی وحشت مجھے کہیں سے کہیں

پڑا ہے تفرقہ کیا دل میں اور دلبر میں
ہزاروں کوس ہو گر ہو بہت قریں سے قریں

نشانہ دل کو بناتے ہی لی جگر کی خبر
نگہ کے تیر کو چلنا پڑا یہیں سے یہیں

غزل میں داغ کی مضموں ہیں خاکساری کے
نہیں ہے پست ان اشعار کی زمیں سے زمیں

۱۳۹

اڑائی خاک تیری جستجو میں ہر کہیں برسوں
پھری ہے آسماں بن کر مرے سر پر زمین برسوں

نہ آیا ہے نہ آئے ان کے وعدہ کا یقیں برسوں
یونہی ہے آج کل پرسوں مگر ملتے نہیں برسوں

برا ہو جذبہ دل کا اسے کیوں کھینچ لایا تھا
کہ آنکھوں سے دبائے ہم نے پائے نازنین برسوں

کسی کوچے میں جب ہم اچھی صورت دیکھ لیتے ہیں
لگی رہتی ہے اپنے دم قدم سے وہ زمیں برسوں

نہ آنکھوں کا اجارہ ہے نہ دل کا زور ہے ان پر
وہ خود مختار ہیں ٹھہریں کہیں دم بھر کہیں برسوں

ہوا ہے جان کا خواہاں کوئی اب رہ نہیں سکتی
رہے تیری امانت کے الٰہی ہم امیں برسوں

کسی خورشید رو کے پاؤں پر رکھا تھا سر اک دن
مثال ماہ چمکی ساتھ قسمت کے جبیں برسوں

تہہ شمشیر قاتل اس خوشی سے جان دی میں نے
لب دشمن سے بھی نکلی صدائے آفریں برسوں

نہیں تھا تو بھی تھا وہ بے وفا آغوش دشمن میں
کہ میری بدگمانی نے اسے رکھا وہیں برسوں

جنوں کو بھی تو بے ساماں نہیں دیکھا گیا ہم سے
رہی ہے دست وحشت میں ہماری آستیں برسوں

یہیں رہنا یہیں سہنا یہیں مرنا یہیں بھرنا
یہی در ہے یہی سر ہے گذاریں گے یہیں برسوں

کسی نازک بدن کی ایک دن خوشبو جو سونگھی تھی
اسی حسرت میں سونگھا ہم نے عطر نازنیں برسوں

مرے آنسو مکدر کیوں نہ نکلیں دیدۂ تر سے
کہ آنکھوں میں پھری ہے اس کے کوچے کی زمیں برسوں

تڑپتے جس نے دیکھا اس دل بے تاب کو دم بھر
رہا ہے ہول دل میں مبتلا وہ ہم نشیں برسوں

صفائی اس کو کہتے ہیں اسی پر ناز ہے تم کو
کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہی نہیں برسوں

مجھے رکھا ہے ایسا زندہ درگور اس کی فرقت نے
زمیں پر یوں رہا گویا رہا زیر زمیں برسوں

خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو
وہی دل سوز ہے جو رہ چکا ہے دل نشیں برسوں

حال دل تجھ سے، دل آزار، کہوں یا نہ کہوں
خوف ہے مانع اظہار، کہوں یا نہ کہوں

نام ظالم کا جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو
آسماں کو بھی ستم گار کہوں یا نہ کہوں

آخر انسان ہوں میں، صبر و تحمل کب تک
سینکڑوں سن کے بھی دو چار کہوں یا نہ کہوں

ہاتھ کیوں رکھتے ہو منہ پر مرے، مطلب کیا ہے
باعث رنجش و تکرار کہوں یا نہ کہوں

تم سنو یا نہ سنو اس سے تو کچھ بحث نہیں
جو ہے کہنا مجھے سو بار کہوں یا نہ کہو

مجھ سے قاصد نے کہا سن کے زبانی پیغام
یہی کہنا تو ہے دشوار کہوں یا نہ کہوں

کہہ چکے غیر تو افسانے سب اپنے اپنے
مجھ کو کیا حکم ہے سرکار کہوں یا نہ کہوں

فکر ہے، سوچ ہے، تشویش ہے، کیا کیا کچھ ہے
دل سے بھی عشق کے اسرار کہوں یا نہ کہوں

آپ کا حال جو غیروں نے کہا ہے مجھ سے
ہیں مرے کان گنہ گار کہوں یا نہ کہوں

نہیں چھپتی، نہیں چھپتی، نہیں چھپتی، الفت
سب کہے دیتے ہیں آثار کہوں یا نہ کہوں

داغ ہے نام مرا، برق طبیعت میری
گرم اس طرح کے اشعار کہوں یا نہ کہوں

۱۴۱

مقتضائے وقت کا پابند ہر حالت میں ہوں
میں زمیں پستی میں ہوں تو آسماں رفعت میں ہوں

ایک میں دل کے نہ ہونے سے ہزار آفت میں ہوں
غم میں ہوں، ماتم میں ہوں، حیرت میں ہوں، حسرت میں ہوں

ہوش جب آیا تو یہ جانو قیامت آگئی
زندگی میری جبھی تک ہے کہ میں غفلت میں ہوں

کیوں ہوا جاتا ہے دل پر ان بتوں کا اختیار
میں تو یااللہ تیرے قبضہ قدرت میں ہوں

جلوۂ دیدار کو ہے خود نمائی سے غرض
اور میں کم بخت بے خود شوق کی حالت میں ہوں

پندگو! تیری سنوں کیا اس ہجوم شوق میں
چھیڑنا یہ تذکرہ اس وقت بے فرصت میں ہوں

ہیں زمانے میں ہزاروں چاہنے والے مرے
آپ کا بندہ ہوں جب تک آپ کی خدمت میں ہوں

۱۴۲

خار دامن گیر ہیں اہل وطن سے بھی سوا
میں عزیز اہل وحشت وادیِ غربت میں ہوں

وجہ تسکیں ہو گیا فرقت میں آخر اضطراب
اب تڑپنے کی نہیں طاقت بڑی راحت میں ہوں

چارہ گر اس زندگی سے موت بہتر ہے مجھے
اب اگر اچھا بھی ہوں میں تو بڑی مدت میں ہوں

شاہ میرا قدر داں، احباب میرے مہرباں
میں دکن میں جب سے ہوں اے داغ اک جنت میں ہوں

۱۴۲

زلفیں رخسار پر نہ آئیں کیوں
ان کے پیچھے پڑیں بلائیں کیوں

غیر باتوں میں زہر اگلتا ہے
اس کی جھوٹی مجھے پلائیں کیوں

اپنی عادت نہیں یہ اے غم عشق
ہم بڑھا کر تجھے گھٹائیں کیوں

بدگماں ہوں جب امتحان کے بعد
پھر کسی کو وہ آزمائیں کیوں

جھوٹی قسمیں بہت ہیں کھانے کو
میرے مرنے کا غم وہ کھائیں کیوں

مست و بے خود رہے زمانے میں
دیکھے اچھی بری ہوائیں کیوں

مے اگر تیز ہے تو اے ساقی
آگ پانی میں ہم لگائیں کیوں

جب تڑپتا ہے کوئی، کہتے ہیں
برچھیاں بن گئیں ادائیں کیوں

آج غیروں کے شکوے ہوتے ہیں
آپ ایسوں کو منہ لگائیں کیوں

جان پر کیا بنی کہو تو سہی
داغ پر درد ہیں صدائیں کیوں

۱۴۳

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں
کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہیں

مٹ گئے ہم تو فقط نام ہی اس کا سن کر
دیکھ کر جنس خریدار ہوا کرتے ہیں

دود دل سلسلہ عشق بنا بھی تو کیا
کہیں معشوق گرفتار ہوا کرتے ہیں

آپ کی بزم محبت کی عدالت ٹھہری
روز دو چار کے اظہار ہوا کرتے ہیں

وہ نہ مانیں گے مری میں یہ نہ مانوں گا کبھی
حسب عادت یونہی انکار ہوا کرتے ہیں

بادہ کش معصیت شب سے بری خوب ہوئے
کچھ یونہی صبح کو ہشیار ہوا کرتے ہیں

کوئی سنتا نہیں یہ پند و نصیحت ناصح
آپ کیوں کہہ کے گنہ گار ہوا کرتے ہیں

بوسہ دے دیجئے لعل نمکین کا مجھ کو
جان نثار ایسے نمک خوار ہوا کرتے ہیں

میں برا اور طبیعت مری اچھی' کیا خوب
منتخب کیوں مرے اشعار ہوا کرتے ہیں

بھاگتے ہی نظر آتے ہیں تری آنکھوں سے
لڑنے مرنے کو جو تیار ہوا کرتے ہیں

چشم بیمار کے دیکھے سے ہوئی یہ صحت
جو ہیں اچھے وہی بیمار ہوا کرتے ہیں

تیغ بھاری ہے' وہ نازک ہیں' مری عمر دراز
مشورے قتل کے ہر بار ہوا کرتے ہیں

داغ نے خط غلامی جو دیا فرمایا
ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہیں

۱۴۴

دیکھیں تو کیسے فتنے ہیں نیچی نگاہ میں
آئینہ رکھ دے کاش کوئی ان کی راہ میں

دیکھو پڑا نہ ہو دل گم گشتہ راہ میں
میری نگاہ میں نہ تمہاری نگاہ میں

امیدوار رحمت باری ہوں اس قدر
ہوتا ہوں میں شریک پرائے گناہ میں

کس فتنہ گر کی چال نے بے تاب کر دیا
نقش قدم بھی دوڑتے پھرتے ہیں راہ میں

وہ شوق وصل و رنگ شکایت ہی مٹ گیا
عاشق کو دل لگی کا مزا کیا نباہ میں

یوسف غلام بن کے بکے جائے ننگ ہے
سارے ہی قافلے کو ڈبونا تھا چاہ میں

تقدیر کو جب آگ لگاتا ہے سوز عشق
ہوتی ہے روشنی مرے بخت سیاہ میں

پھینکے جو کاٹ کر کسی لاغر کے ہاتھ پاؤں
کانٹے بچھائے آپ نے دشمن کی راہ میں

ہوتی ہے دیکھنے کے لئے آنکھ میں نگاہ
دیکھو تمہاری آنکھ ہے میری نگاہ میں

کرتے ہیں یوں بگڑ کے مرے باب میں سوال
جرات جواب کی نہیں رہتی گواہ میں

محشر میں کس طرف سے یہ آنے لگی صدا
آتا ہو جس کو آئے ہماری پناہ میں

دل بھی کہیں جمے تو ہمارا قدم جمے
اک پاؤں بت کدے میں تو اک خانقاہ میں

جو پیچ پڑ گئے تھے وہ سارے نکل گئے
اب گفتگو رہی مری ان کی نباہ میں
ہنگام شکوہ خوف بٹھانے سے فائدہ
تم خود ہی بیٹھ جاؤ دل داد خواہ میں
ہم دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے ان کے پاس
کیا آگیا ہے فرق ہماری نگاہ میں
بجلی گری کہ آہ پڑی بادہ خوار کی
ہل چل پڑی ہوئی ہے عجب خانقاہ میں
کیا سب کا خون گردن قاتل ہی پر رہا
اک بوند بھی لہو کی نہیں قتل گاہ میں
کیوں داغ دہلوی کی زباں مستند نہ ہو
پیدا کیا خدا نے اسے تخت گاہ میں

خواب راحت سے وہ بیدار ہوئے ہیں کہ نہیں
فتنہ حشر کے آثار ہوئے ہیں کہ نہیں
ہم سے جب وعدہ کیا تھا وہ بہت کم سن تھے
دیکھئے قتل انکار ہوئے ہیں کہ نہیں
اب ہے عنقا مرض عشق و محبت کی دوا
کبھی پہلے بھی یہ آزار ہوئے ہیں کہ نہیں

شاہد حال ترے دیدہ و دل ہیں میرے
ان گواہوں کے بھی اظہار ہوئے ہیں کہ نہیں

بوسہ غیر نے کیا داغ لگائے دیکھو
نیل گوں چاند سے رخسار ہوئے ہیں کہ نہیں

تیرے جلوے نے دورنگی سے کیا ہے یک رنگ
متفق کافر و دیں دار ہوئے ہیں کہ نہیں

گھر سے نکلیں نہ کبھی، پوچھ نہ لیں وہ جب تک
جمع دس بیس خریدار ہوئے ہیں کہ نہیں

وعدۂ مہر و وفا یہ تو ہے معمولی بات
ہم سے کچھ اور بھی اقرار ہوئے ہیں کہ نہیں

اب جو تو مجھ کو پھنساتا ہے بتا اے صیاد
کچھ رہا اگلے گرفتار ہوئے ہیں کہ نہیں

بادۂ عشق میں سرشار جو ہیں اے واعظ
ایسے مے خوار گنہ گار ہوئے ہیں کہ نہیں

آہ لب پر مرے آئی تو قیامت آئی
وہ بھی ہشیار خبردار ہوئے ہیں کہ نہیں

میری آنکھوں سے ذرا جانچیے اپنی قیمت
آپ بھی اپنے خریدار ہوئے ہیں کہ نہیں

داغ اس فکر میں دن رات گھلا جاتا ہے
مجھ سے راضی مرے سرکار ہوئے ہیں کہ نہیں

۱۴۶

چھین کر دل بت خود کام لئے جاتے ہیں لوٹ کر راحت و آرام لئے جاتے ہیں

نظر آتا ہوں، نہ اس بزم سے اٹھ سکتا ہوں
ناتوانی سے بڑے کام لئے جاتے ہیں

مر گیا کون شب وصل کی امید میں آج
کس کا تابوت سر شام لئے جاتے ہیں

گرچہ دیتے ہیں زباں سے وہ شکایت کا جواب
دل میں کیا کیا دم الزام لئے جاتے ہیں

نامہ بر ایک بھی سچا نہیں دیکھا ہم نے
سیکڑوں مفت کے انعام لئے جاتے ہیں

شکوۂ مہر و وفا کس نے کہا کس سے سنا
پھر وہی آپ مرا نام لئے جاتے ہیں

جب تصور میں کوئی پردہ نشین ہوتا ہے
دل سے آنکھوں کے بہت کام لئے جاتے ہیں

عشق کرتا ہے مرے دل کی صفائی کیا کیا
ایسے مہمان سے بھی کام لئے جاتے ہیں

مول جنت کا ہوا نقد عبادت زاہد
ہے کہیں مال کہیں دام لئے جاتے ہیں

دل نے جو ہم سے کہا ہے وہ ادا کرتا ہے
اپنا ہم آپ ہی پیغام لئے جاتے ہیں

کیا مزا ہے کہ شکایت میں مزہ آتا ہے
خود وہ الزام پر الزام لئے جاتے ہیں

ے کشو! حضرت زاہد کی تلاشی لینا
کہ چھپائے ہوئے وہ جام لئے جاتے ہیں

پہلے تو ایسے وفادار کو آزاد کیا
مول اب داغ کے ہم نام لئے جاتے ہیں

۱۴۷

صاف کب امتحان لیتے ہیں
وہ تو دم دے کے جان لیتے ہیں

یوں ہے منظور خانہ ویرانی
مول میرا مکان لیتے ہیں

تم تغافل کرو رقیبوں سے
جاننے والے جان لیتے ہیں

پھر نہ آنا اگر کوئی بھیجے
نامہ بر سے زبان لیتے ہیں

اب بھی گر پڑ کے ضعف سے نالے
ساتواں آسمان لیتے ہیں

تیرے خنجر سے بھی تو اے قاتل
نوک کی نوجوان لیتے ہیں

اپنے بسمل کا سر ہے زانو پر کس محبت سے جان لیتے ہیں
یہ سنا ہے مرے لئے تلوار اک مرے مہربان لیتے ہیں
یہ نہ کہہ ہم سے تیرے منہ میں خاک اس میں تیری زبان لیتے ہیں
کون جاتا ہے اس گلی میں جسے دور سے پاسبان لیتے ہیں
منزلِ شوق طے نہیں ہوتی ٹھیکیاں ناتوان لیتے ہیں
کر گذرتے ہیں، ہو بری کہ بھلی دل میں جو کچھ وہ ٹھان لیتے ہیں
وہ جھگڑتے ہیں جب رقیبوں سے بیچ میں مجھ کو سان لیتے ہیں
مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی آیئے امتحاں لیتے ہیں

داغ بھی ہے عجیب سحر بیاں
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں

۱۴۸

نالاں ہے دوست، کچھ خبر نیک و بد نہیں
مجھ بے گناہ پر یہ ستم جس کی حد نہیں
یہ کیا کہا کہ غیر کو تجھ سے حسد نہیں
بن جاؤ تم گواہ تو اس کی سند نہیں
بندے کو آسرا ہے فقط اس کی ذات کا
اللہ کی مدد سے زیادہ مدد نہیں
تجھ سا ہی بلکہ تجھ سے بھی اچھا ملے گا اور
تو اس صنم کدے میں صنم ہے صمد نہیں

۱۴۹

ہم کو ملے تو لطف رہے اے جناب خضر
گردش زدوں کو لذت عمر ابد نہیں

ہم کس شمار میں رہے ہو کر خمیدہ پشت
یہ حرف ہمزہ وہ ہے کہ جس کا عدد نہیں

کیا دیکھ کر نہال ہوں شمشاد و سرو کو
وہ بانکپن، وہ چال، وہ بوٹا سا قد نہیں

بچ بچ کے میری قبر سے چلتا ہے کیوں عدو
عشرت سرائے خلد ہے، کنج لحد نہیں

کیا فرض ہے کہ ہو بنی آدم ہی میں رقیب
شیطان رو سیاہ بھی تو لاولد نہیں

وہ دل کہاں کہ تیری محبت ہو دل نشیں
کوئی بھی ایسی روح کے قابل جسد نہیں

خون جگر کہاں صف مژگاں کے واسطے
افسوس ایسی فوج کو ملتی رسد نہیں

دشمن کو چار چاند لگے ہیں تو کیا کریں
ہم کو کسی سے کینہ و بغض و حسد نہیں

کیوں کر رہے ہمیشہ طبیعت کا ایک حال
وہ بحر پھر ہے خاک اگر جزر و مد نہیں

وہ امتحاں کریں تو سہی سوز عشق کا
اے داغ داغ دل سے زیادہ سند نہیں

۱۴۹

دل گیا، تم نے لیا، ہم کیا کریں   جانے والی چیز کا غم کیا کریں
ہم نے مر کر ہجر میں پائی شفا   ایسے اچھے کا وہ ماتم کیا کریں
اپنے ہی غم سے نہیں ملتی نجات   اس بنا پر فکر عالم کیا کریں
ایک ساغر پر ہے اپنی زندگی   رفتہ رفتہ اس سے بھی کم کیا کریں
کر چکے سب اپنی اپنی حکمتیں   دم نکلتا ہو تو ہم دم کیا کریں
دل نے سیکھا شیوۂ بیگانگی   ایسے نامحرم کو کیا کریں
معرکہ ہے آج حسن و عشق کا   دیکھیے وہ کیا کریں ہم کیا کریں
آئینہ ہے اور وہ ہیں دیکھیے   فیصلہ دونوں یہ باہم کیا کریں
آدمی ہونا بہت دشوار ہے   پھر فرشتے حرص آدم کیا کریں
تند خو ہے کب سنے وہ دل کی بات   اور بھی برہم کو برہم کیا کریں
حیدر آباد اور لنگر یاد ہے   اب کے دلی میں محرم کیا کریں

کہتے ہیں اہل سفارش مجھ سے داغ
تیری قسمت ہے بری ہم کیا کریں

۱۵۰

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں   تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں
ہماری طرف اب وہ کم دیکھتے ہیں   وہ نظریں نہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں
زمانے کے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں   ہمیں جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں

پھرے بت کدے سے تو اے اہل کعبہ
پھر آکر تمہارے قدم دیکھتے ہیں

ہمیں چشم بینا دکھاتی ہے سب کچھ
وہ اندھے ہیں جو جام جم دیکھتے ہیں

نہ ایمائے خواہش، نہ اظہار مطلب
مرے منہ کو اہل کرم دیکھتے ہیں

کبھی توڑتے ہیں وہ خنجر کو اپنے
کبھی نبض بسمل میں دم دیکھتے ہیں

غنیمت ہے چشم تغافل بھی ان کی
بہت دیکھتے ہیں جو کم دیکھتے ہیں

غرض کیا کہ سمجھیں مرے خط کا مضمون
وہ عنوان و طرز رقم دیکھتے ہیں

سلامت رہے دل برا ہے کہ اچھا
ہزاروں میں یہ ایک دم دیکھتے ہیں

رہا کون محفل میں اب آنے والا
وہ چاروں طرف دم بدم دیکھتے ہیں

ادھر شرم حائل ادھر خوف مانع
نہ وہ دیکھتے ہیں، نہ ہم دیکھتے ہیں

انھیں کیوں نہ ہو دل ربائی سے نفرت
کہ ہر دل میں وہ غم الم دیکھتے ہیں

جواب خط شوق لکھتا ہے مشکل
وہ گھڑیوں شگاف قلم دیکھتے ہیں

نگہباں سے بھی کیا ہوئی بدگمانی
اب اس کو ترے ساتھ کم دیکھتے ہیں

ہمیں داغ کیا کم ہے یہ سرفرازی
کہ شاہ دکن کے قدم دیکھتے ہیں

۱۵۱

دل مفت لوں، ہرگز نہ دوں، وہ یہ کہے، میں یوں کہوں
اس کے سوا بھی سوچ لوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں

وصف لب عیسیٰ کروں، تقریر سحر آگیں سنوں
ہو فرق اعجاز و فسوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں

انعام چاہے خط رساں تو میں سناؤں گالیاں
اس کو طمع مجھ کو جنوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں

دشمن کے طعنے جب سنوں کیوں کر نہ میں دشنام دوں
بہ جائے گا دریائے خوں' وہ یہ کہے میں یوں کہوں

ناصح سے وقت گفتگو کیا کیا ہوئی ہے دو بدو
بہتر ہے یہ' بدتر ہے یوں' وہ یہ کہے میں یوں کہوں

جو یہ کہے اچھا ہے تو اس سے کہوں جھوٹا ہے تو
کیوں کر نہ ہو حالت زبوں' وہ یہ کہے میں یوں کہوں

دیکھا جو انداز صبا لائی خبر' دل نے کہا
میں منکر فال و شگوں' وہ یہ کہے میں یوں کہوں

کرتا ہے واعظ ہجو سے کہتا ہوں میں ہے خوب شے
کیوں کر نہ ہو حجت فزوں وہ یہ کہے میں یوں کہوں

کہتا ہے ناصح کر دوا مجھ کو طپش میں ہے مزا
کس طرح دل کو ہو سکوں' وہ یہ کہے میں یوں کہوں

کیا دیکھئے ہو وقت پر قاصد چلا ہے سوچ کر
وہ یہ کہے میں یوں کہوں' وہ یہ کہے میں یوں کہوں

وہ چاہتا ہے فصل ہو میں چاہتا ہوں وصل ہو
اے داغ کس آفت میں ہوں' وہ یہ کہے میں یوں کہوں

۱۵۴

ہزار رنج و مصیبت کے دن گذارے ہیں
کبھی جو لڑ گئی قسمت تو وارے نیارے ہیں
خدا کی شان کریمی کا پوچھنا کیا ہے
غضب تو یہ ہے گنہ گار ہم تمہارے ہیں
ازل سے سوختہ قسمت رہے ترے عاشق
ستارے ان کے نصیبوں کے کیا شرارے ہیں

گلہ کیا جو رقیبوں کا ان سے، فرمایا
تمہارے دوست بھی سب مدعی ہمارے ہیں

برا نہ جان حسینوں کو مان اے واعظ
خدا گواہ یہ بندے خدا کو پیارے ہیں

تمہارے چشم فسوں ساز سے نہیں شکوہ
ہمیں ہے خوب خبر جن کے یہ اشارے ہیں

بگڑ گئی ہے طبیعت، بدل چکا ہے مزاج
نہ تم ہمارے ہو اب سے نہ ہم تمہارے ہیں

وفا کرو کہ جفا، اختیار ہے تم کو
برے ہیں یا ہیں بھلے جیسے ہیں ہیں تمہارے ہیں

کھلے نہ باب اجابت تو کیا کرے کوئی
بہت دعا نے پکارا ہے ہاتھ مارے ہیں

بھٹکتی پھرتی ہیں آہیں، تباہ ہیں نالے
رفیق دل کے سہارے سے بے سہارے ہیں

ہمارے دل کو اگر لوٹ لو تو ہم جانیں
کہ تم نے ایک زمانے کے مال مارے ہیں

تری ادا جو قضا ہو تو کچھ نہیں پروا
ڈریں گے موت سے کیا دل کے جو کرارے ہیں

زمیں پہ رشک مہ و مہر ہیں حسیں لاکھوں
فلک پہ دو ہی تو چمکے ہوئے ستارے ہیں

وہ تند خو ہے تو ہو داغ کچھ نہیں پروا
مزاج بگڑے ہوئے سینکڑے سنوارے ہیں

۱۵۳

یہ لطف زہد و رندی ہے کہ ہر فرقے میں داخل ہوں
کوئی دن ان میں شامل ہوں کوئی دن ان میں شامل ہوں

وہ اس بزم ہستی میں عزیز اہل محفل ہوں
ہزاروں جان کی اک جان لاکھوں دل کا اک دل ہوں

مزا ہے تجھ میں کیا اے سوز الفت، واہ قائل ہوں
جگر بھی لوٹتا ہے اس تمنا میں کہ میں دل ہوں

ضعیفی پر جناب خضر کی کیا رحم آتا ہے
وہ جس منزل میں ہیں میں ان سے آگے چند منزل ہوں

برابر کا نہ ہو کوئی تو لطف خود نمائی کیا
وہ کہتا ہے کہ کیوں کر آپ اپنے سے مقابل ہوں

چھپایا تھا بہت کم بخت کو وزدیدہ نظروں سے
پکار اٹھا مرے پہلو میں لو حاضر ہوں میں دل ہوں

ترے لب پر زباں پر تیری' میرا نام کیوں آئے
اسے بھی عار آتی ہے کہ کیوں جھوٹوں میں شامل ہوں

سکوں بدتر ہے میرا' بے قراری اس سے بھی بدتر
ٹھہرنے کے لئے حسرت' تڑپنے کے لئے دل ہوں

نگاہ شوق نے کی عرض حاجت وہ بھی ڈر ڈر کر
کبھی مانگا نہیں اپنی زبان سے میں وہ سائل ہوں

زمانہ کیا ستائے گا' فلک آزار کیا دے گا
مصیبت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی کہ بے دل ہوں

مجھے ساری بلائیں ہجر کی شب دیکھنی ہوں گی
جگا دے لے کے چٹکی درد دل جس وقت غافل ہوں

نہ کر اے چارہ گر ناحق کا صرفہ زہر دینے میں
جو مرنے کے نہیں قابل تو کیا جینے کے قابل ہوں

کہیں میری روانی ہے کہیں افتادگی میری
کہیں میں آب دریا ہوں کہیں میں خاک ساحل ہوں

وہاں اے زاہد ایسے آدمی کی کیا بسر ہو گی
نہ جنت میرے قابل ہے نہ میں جنت کے قابل ہوں

کرے تو پابجولاں اپنے ہاتھوں سے جو وحشی کو
جنوں کو بھی یہ سودا ہو کہ پابند سلاسل ہوں

ترا کوچہ اگر فردوس ہے، تجھ کو مبارک ہو
مجھے کیا فائدہ، کیوں جیتے جی جنت میں داخل ہوں

محبت اور پھر میری محبت چھپ سکے کیوں کر
وہاں اثبات پر اثبات ہے، میں دل میں قائل ہوں

خدا کی مہر ہے شاہ دکن کی قدر دانی ہے
کہ میں آرام سے خوش حال ہوں اے داغ خوش دل ہوں

۱۵۴

جہاں ہوں جس جگہ ہوں ہم دم اصحاب کامل ہوں
نظر آنکھوں میں ہوں، منہ میں زباں ہوں، سینے میں دل ہوں

کھٹکتا ہوں ہر اک کو، کیا شریک اہل محفل ہوں
کہاں بیٹھوں کہاں اٹھوں، الٰہی کس کے شامل ہوں

جسے میں راہ پر لاؤں مجھے وہ راہ پر لائے
کہیں میں ہادی منزل، کہیں گم کردہ منزل ہوں

جو تو ہے خود نما تو میں بھی ہوں آئینہ عرفاں
مخاطب سے مخاطب ہوں، مقابل سے مقابل ہوں

پتے کی کہہ رہا ہوں بچی بچی بے خودی میں بھی
عجب مجذوب سالک ہوں، عجب ہشیار غافل ہوں

محبت کی نشانی دفتر عالم میں ہے مجھ سے
نہ کوئی مد زائد ہوں، نہ کوئی حرف باطل ہوں

خدا نے خیر کر لی بچ گئی دربان سے عزت
یہی کہنا پڑا کچھ مانگنے آیا ہوں، سائل ہوں

ذرا سے ضبط غم پر یہ شکایت ہونے لگتی ہے
مجھے جس طرح چاہے رکھ ترا قیدی، ترا دل ہوں

کبھی جینے کی تدبیریں، کبھی مرنے کے ساماں ہیں
کبھی اپنا مسیحا ہوں، کبھی میں اپنا قاتل ہوں

نہ روکے سے رکے وہ چلتے چلتے کہ گئے یہ بھی
ٹھہر جاؤں جو ٹھہرانے سے، کیا میں آپ کا دل ہوں

کیا اقرار جرم عشق ان کے شاد کرنے کو
اب آفت آگئی اپنی زبان سے آپ قائل ہوں

کہاں کی داد خواہی حشر میں جب یہ کہا اس نے
ترا جی چاہتا ہے میں گنہ گاروں میں داخل ہوں

اسی کو اتحاد عاشق و معشوق کہتے ہیں
پکار اٹھتا ہے خود مجنوں کہ میں لیلائے محمل ہوں

زمیں سے آسماں تک جانتے ہیں جاننے والے
مجھے دیکھو کہ میں اپنے کئے سے آپ غافل ہوں

بنا جاتا ہے محشر بھی تو مقتل، کیا تماشا ہے
ہر اک کو آرزو ہے کشتہ انداز قاتل ہوں

چراتا ہوں نگہ یاس و حسرت ورنہ اے قاتل
تجھے بھی اک اشارے میں لٹا دوں میں وہ بسمل ہوں

خدا جانے فلک کو داغ مجھ سے کیوں عداوت ہے
کسی فن میں نہ لائق ہوں نہ فائق ہوں نہ کامل ہوں

۱۵۵

جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم میں ہم کو جنت ملی جہنم میں
کچھ ترا شوق کچھ تری حسرت اور رکھا ہی کیا ہے اب ہم میں
عرق آلودہ رخ ترا شب وصل غرق ہے آفتاب شبنم میں
کیا اسی نازکی پہ دعویٰ ہے آپ پھرتے ہیں چشم عالم میں
چل گئی چال آپ کی ہم پر سیدھے سادے تھے آگئے دم میں
ہو گیا عید ان کو میرا سوگ قہقہے اڑ رہے ہیں ماتم میں
روسیاہی گئی نہ اے زاہد ڈوب مرتا تھا چاہ زمزم میں
بزم دشمن میں کس طرح مرتا موت آتی نہیں جہنم میں
دل کی قیمت بہت ہے نیم نگہ یہ تو آئے گا اس سے بھی کم میں
دل کو آشفتگی نے کیوں گھیرا یہ بھی ہو جمع زلف برہم میں
جب سے دیکھی ہے ہم نے تیری پلک پڑ گیا بال چشم پرنم میں
اب عنایت ہے کیوں خدا کے لئے کون سی بات بڑھ گئی ہم میں

داغ کو وہ جلا کے کہتے ہیں
ہم نے روشن کیا ہے عالم میں

۱۵۶

شکر بھی ٹھہرا شکایت، میں کیا کروں تو کیا کروں
بات کرنی ہے قیامت، میں کروں تو کیا کروں

کر دیا مجبور اس عاشق مزاجی نے مجھے
آہی جاتی ہے طبیعت میں کروں تو کیا کروں

جتنی باتیں کام کی تھیں کر چکے سب اہل عشق
تو گرفتارِ محبت میں کروں تو کیا کروں

التجائیں جس قدر تھیں اس بت کافر سے کیں
اب خدا سے عرضِ حاجت میں کروں تو کیا کروں

پا برہنہ، دشت ویراں، دور منزل، راہ سخت
تو بتا اے شامِ غربت، میں کروں تو کیا کروں

دل تو ہے ان کی نظر میں کیا بہانہ چل سکے
دوستو حاضر میں حجت، میں کروں تو کیا کروں

میری لاشے پر کہا "کیا بے وفا یہ شخص تھا
بے مروت سے مروت میں کروں تو کیا کروں"

یہ کسی نے سچ کہا ہے بندگی بے چارگی
شکوۂ آزار قسمت، میں کروں تو کیا کروں

مجھ سے فرماتے ہیں، وہ "یہ تو خدا کا کام ہے
تیری تسکینِ طبیعت، میں کروں تو کیا کروں"

ہوش ہی جاتے رہیں تو آدمی کیا کر سکے
دیکھ لوں جب اچھی صورت میں کروں تو کیا کروں

دل سے وہ کافر صنم نکلے تو سب کچھ ہو قبول
جاکے مسجد میں عبادت میں کروں تو کیا کروں

دل نے کی ہے جو خطا اپنے کیے کو پائے گا
ایسے مجرم کی شفاعت میں کروں تو کیا کروں

ضبطِ غم بھی ناصح مشفق کیا دو چار دن
اور اے حضرت سلامت میں کروں تو کیا کروں

ان کو عادت جور کی ہے وہ کریں تو کیا کریں
ترک عادت ہے عداوت میں کروں تو کیا کروں

کر دیا شاہ دکن نے داغ مستغنی مجھے
آرزوئے جاہ و دولت میں کروں تو کیا کروں

۱۵۷

اس ادا سے وہ جفا کرتے ہیں — کوئی جانے کہ وفا کرتے ہیں
یوں وفا عہد وفا کرتے ہیں — آپ کیا کہتے ہیں کیا کرتے ہیں
ہم کو چھیڑو گے تو پچھتاؤ گے — ہنسنے والوں سے ہنسا کرتے ہیں
نامہ بر تجھ کو سلیقہ ہی نہیں — کام باتوں میں بنا کرتے ہیں
چلئے عاشق کا جنازہ اٹھا — آپ بیٹھے ہوئے کیا کرتے ہیں
یہ بتاتا نہیں کوئی مجھ کو — دل جو آتا ہے تو کیا کرتے ہیں
حسن کا حق نہیں رہتا باقی — ہر ادا میں وہ ادا کرتے ہیں
تیر آخر بدل کافر ہے — ہم اخیر آج دعا کرتے ہیں
روتے ہیں غیر کا رونا پہروں — یہ ہنسی مجھ سے ہنسا کرتے ہیں
اس لئے دل کو لگا رکھا ہے — اس میں محبوب رہا کرتے ہیں
تم ملو گے نہ وہاں بھی ہم سے — حشر سے پہلے گلا کرتے ہیں
جھانک کر روزن در سے مجھ کو — کیا وہ شوخی سے حیا کرتے ہیں
اس نے احسان جتا کر یہ کہا — "آپ کس منہ سے گلا کرتے ہیں"
روز لیتے ہیں نیا دل دلبر — نہیں معلوم یہ کیا کرتے ہیں

داغ تو دیکھ تو کیا ہوتا ہے
جبر پر صبر کیا کرتے ہیں

۱۵۸

ان کو کمال ہے صبر و تحمل عتاب میں
دم بھر کے بعد اور خط آیا جواب میں

کیوں فکر اس قدر ہے رقیبوں کے باب میں
ان کے گنہ بھی ڈال دو میرے حساب میں

دیکھا دل ان کا غیر نے سینے پہ رکھ کے ہاتھ
وہ کاش دیکھتے نہ مجھے اضطراب میں

صوفی کو اجتناب ہے، واعظ کو احتراز
کیا زہر گھل گیا ہے الٰہی شراب میں

یا رب نہ پوچھ عرصہ محشر میں راز دل
کرتا ہوں میں حجاب کی باتیں حجاب میں

عاشق تو کب دیں گے فرشتوں سے بعد مرگ
تکرار ہو نہ جائے سوال و جواب میں

دل دے کے مفت مول لیا پھر ہزار بار
اپنے دھوئیں بکھر گئے عہد شباب میں

اس نے بغیر خط کے پڑھے لکھ دیا جواب
یہ بات بھی ہے لکھنے کے قابل کتاب میں

تر بھر ہوئے ہیں کیسے وہ برسے ہیں کس قدر
لگتی لگاتی بات جو کہہ دی عتاب میں

آؤ نا اتنی دیر ہمیں تم کریں کلام
روز جزا ابھی ہے توقف حساب میں

میں دیکھتا ہوں دیکھتے ہی وصل ہجر بھی
تعبیر مجھ کو خواب کی ملتی ہے خواب میں

پوچھے تو کوئی حضرت واعظ سے اتنی بات
ایسے ہی تھے جناب بھی عہد شباب میں

آنکھ اپنی بند ہوتے ہی پردے سے اٹھ گئے
دیکھا تھا ہم نے خاک جہان خراب میں

تم مجھ پہ جور کر کے پشیمان بھی نہیں
میں تم سے دل لگا کے پڑا کس عذاب میں

کچھ ہوش ہو تو داغ کو سمجھائیں نیک و بد
ڈوبا ہوا ہے نشہ جام شراب میں

۱۵۹

یا تو ایسی مہربانی مجھ پہ یا کچھ بھی نہیں
ابتداء ہی ابتداء تھی انتہا کچھ بھی نہیں

بعد شوخی کے تری طرز حیا کچھ بھی نہیں
وہ ادائے دلربا تھی یہ ادا کچھ بھی نہیں

دیکھ کر تصویر یوسف کہہ دیا کچھ بھی نہیں
آپ ہی سب کچھ ہیں گویا دوسرا کچھ بھی نہیں

پوچھنے والوں نے میرا ناک میں دم کر دیا
جس نے پوچھا حال کچھ، کہنا پڑا کچھ بھی نہیں

گر نہ ہو عمر جوان و شاہد و سامان عیش
بے مزہ ہے زندگی اس کا مزا کچھ بھی نہیں

ان کو خط لکھا ہے سو پہلو بچا کر خوف سے
ہے عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہیں

سینکڑوں دیں جھڑکیاں مجھ کو ہزاروں گالیاں
اور پھر کہتے ہیں میں نے تو کہا کچھ بھی نہیں

سن کے حال دل مرا رکھتے ہیں وہ کانوں پہ ہاتھ
ہائے اس انداز سے گویا سنا کچھ بھی نہیں

اس ستم پر صبر کرنا یہ ہمارا کام تھا
آپ کے نزدیک تسلیم و رضا کچھ بھی نہیں

جب نہ ہو قدر وفا اپنی وفا ہے بے نشاں
ہم نے یہ مانا اگر ہے بھی تو کیا کچھ بھی نہیں

تم اگر بے داد گر ہو تو خدا ہے داد گر
یہ نہ سمجھو پرسش روز جزا کچھ بھی نہیں

آگے اس بیگانہ وش کے ہیچ ہیں سب، کوئی ہو
آشنا کچھ بھی نہیں، ناآشنا کچھ بھی نہیں

بے خودی ہے وصل میں یا چھائی ہے تیری حیا
دیکھتا سب کچھ ہوں، لیکن سوجھتا کچھ بھی نہیں

اپنے دم کو آدمی ہر دم غنیمت جان لے
خاک کا پھر ڈھیر ہے بعد فنا کچھ بھی نہیں

تو نے قسام ازل غیروں کو کیا کیا کچھ دیا
داغ ہے محروم اس کے نام کا کچھ بھی نہیں

۱۶۰

زندگی کا نہیں سامان سر مو دل میں
مژۂ یار نے کیا پھیر دی جھاڑو دل میں

ایک تیرے ہی نہ رہنے سے رہا کیا کیا کچھ
کوئی حسرت نہ رہی جب سے رہا تو دل میں

یہی دھڑکا ہے کہ خالی نہ رہے وصل کی شب
دل ہے پہلو میں تو ہے آپ کا پہلو دل میں

اشک پیتا ہوں اگر ضبط محبت کے لئے
ریزے الماس کے بن جاتے ہیں آنسو دل میں

سانپ سا لوٹ رہا ہے شب ہجراں کیا کیا
لہریں لیتا ہے خیال خم گیسو دل میں

ساتھ ہر سانس کے آجاتی ہے پھولوں کی مہک
بس گئی ہے گل عارض کی جو خوشبو دل میں

ضعف اس درجہ بڑھا ہے کہ الٰہی توبہ
درد بھی اب تو بدلتا نہیں پہلو دل میں

اب کہاں ہوش، کہاں صبر، کہاں تاب و تواں
کر گئی گھر یہ تری نرگس جادو دل میں

تیر کی طرح سے چلتی ہیں نگاہیں دل پر
تیغ کی طرح اتر جاتے ہیں ابرو دل میں

پہلوئے غیر میں بیٹھے وہ نظر آتے ہیں
سوچتا ہوں جو کبھی وصل کا پہلو دل میں

کیا کہوں گذرے ہیں دن رات مجھے سولی پر
جب سمایا ہے کسی کا قد دل جو دل میں

روح قالب میں ہے یا غنچے میں بوئے پنہاں
بند شیشے میں پری ہے کہ پری رو دل میں

نوک پیکاں جو ادھر ہے لب سوفار ادھر
تیر سفاک ہوا خوب ترازو دل میں

اب وہ آتے ہیں نکلنے کے لئے ہو تیار
آرزو بیٹھ رہی چھپ کے کہاں تو دل میں

خلش و حسرت و بیتابی و آزار و الم
سب کے سب ایک طرف سب سے سوا تو دل میں

شیوۂ راستی ایسا ہے دکن میں اے داغ
بل نہیں رکھتے مسلمان سے ہندو دل میں

۱۶۱

کسی کا مجھ کو نہ محتاج رکھ زمانے میں
کمی ہے کون سی یا رب ترے خزانے میں

اس انفعال سے گھر چھوڑنا پڑا مجھ کو
وہ آج آئیں گے میرے غریب خانے میں

جو ہو اجازت صیاد و طاقت پرواز
قفس کو لے کے چلا جاؤں آشیانے میں

رقیب بھی تو اسے کان رکھ کے سنتے ہیں
عجب طرح کا مزہ ہے مرے فسانے میں

نہ باز آ دل مضطر سوال پیہم سے
وہ سوچتے ہیں ابھی دیر ہے بہانے میں

لڑیں وہ میرے عوض تجھ سے رحم کھا کھا کر
اگر ہوں لیلی و شیریں ترے زمانے میں

ملا نہ خرمن ہستی سے کچھ سوائے اجل
بھرا ہے زہر مگر اس کے دانے دانے میں

ہمارے دل پہ لگائیں تو وہ خدنگ نگہ
یہ تیر ڈوب کے رہ جائے گا نشانے میں

سر نیاز کے جھکتے ہی آنکھ سے دیکھا
بھرا ہے جلوہ عجب تیرے آستانے میں

نہ رکھ مجھے قفس آہنی میں اے صیاد
بجائے خار تھے گل میرے آشیانے میں

مرے وکیل بنے جو حضرت ناصح
یہ فکر ہے انہیں کیا دوں گا محنتانے میں

پڑھیں گے حضرت زاہد وہاں بھی جا کے نماز
بنے گی چھوٹی سی مسجد شراب خانے میں

مآل کار خدا جانے داغ کیا ہو گا
خدا سے کام پڑا آخری زمانے میں

۱۶۴

وہ دشنام لاکھوں مجھے دے رہے ہیں
مزے لینے والے مزے لے رہے ہیں

تسلی مرے دل کو کیا دے رہے ہیں
کلیجے میں وہ چٹکیاں لے رہے ہیں

عجب خوبیاں خوبرویوں میں دیکھیں
برائی میں بھی سب سے اچھے رہے ہیں

رقیبوں کی ہے چاندنی چار دن کی
ہمیشہ کہیں دور دورے رہے ہیں؟

وہاں خاک اڑتی ہے اب وائے حسرت
جہاں سالہا سال جلسے رہے ہیں

مزہ دے گیا ہے فسانہ ہمارا
مہینوں وہاں اس کے چرچے رہے ہیں

جدھر سے وہ گذرے قیامت بپا تھی
کہ نقش قدم تک تڑپتے رہے ہیں

عدم کو چلے جائیں گے ہجر میں ہم — اکیلے رہیں گے اکیلے رہے ہیں
محبت میں اچھا نہیں دوڑ چلنا — جو آگے چلے ہیں وہ پیچھے رہے ہیں
نصیبوں سے ملتا ہے درد محبت — یہاں مرنے والے ہی اچھے رہے ہیں
یونہیں روز محشر بھی انکار ہو گا — کبھی میری سن کر وہ چپکے رہے ہیں
یہ حجت نئی ہے کہ اب دل کو واپس — نہیں لیتے ہم اور وہ دے رہے ہیں
جنہیں اس نے لکھا ہے حرف تسلی — وہ کم بخت برسوں تڑپتے رہے ہیں
خدا زندہ رکھے مرے دوستوں کو — بہت چل بسے اور تھوڑے رہے ہیں

گئی داغ کے ساتھ مہر و محبت
فقط اب تو دعوے ہی دعوے رہے ہیں

۱۶۳

خط میں لکھے ہوئے رنجش کے کلام آتے ہیں — کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں
تاب نظارہ کسے دیکھی جو ان کے جلوے — بجلیاں کوندتی ہیں جب لب بام آتے ہیں
تو سہی حشر میں تجھ سے جو نہ یہ کہوا دوں — دوست وہ ہوتے ہیں جو وقت پہ کام آتے ہیں
رہرو راہ محبت کا خدا حافظ ہے — اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں
وہ ڈرا ہوں کہ سمجھتا ہوں یہ دھوکا تو نہ ہو — اب وہاں سے جو محبت کے پیام آتے ہیں
صبر کرتا ہے کبھی اور تڑپتا ہے کبھی — دل ناکام کو اپنے یہی کام آتے ہیں
نہ کسی شخص کی عزت نہ کسی کی توقیر — عاشق آتے ہیں تمہارے کہ غلام آتے ہیں
رسم تحریر بھی مٹ جائے یہی مطلب ہے — ان کے خط میں مجھے غیروں کے سلام آتے ہیں
وصل کی رات گذر جائے نہ بے لطفی میں — کہ مجھے نیند کے جھونکے سر شام آتے ہیں
گریہ ہو' نالہ ہو' حسرت ہو کہ ارمان وصال — آنے والے تری فرقت میں مدام آتے ہیں

داغ کی طرح سے گل ہوتے ہیں صدقے قربان
بہر گل گشت چمن میں جو نظام آتے ہیں

۱۶۴

ہوا رشک عدو بھی عاشقی میں ... لگا دی اور قسمت نے لگی میں
کروں کیا چار دن کی زندگی میں ... رہی جاتی ہے حسرت جی کی جی میں
بتوں سے اب معافی چاہتا ہوں ... خدا سے کچھ کہا تھا بے خودی میں
نہ اترا اے دل ناداں شب وصل ... کوئی غم ہو ہی جاتا ہے خوشی میں
مری جانب سے اے قاصد یہ کہنا ... تجھے میں دیکھ لیتا زندگی میں
غضب وہ ہر ادا پر اس کا کہنا ... بھلا یہ بات دیکھی ہے کسی میں
اکیلے بیٹھ کر کیا سوچتے ہو ... یہ تنہائی ہے داخل بے کسی میں
تمہیں کھل جائے گی دل کی تمنا ... ابھی ہے بند خوش بو اس کلی میں
وہ لے کر کیا کریں عشاق کے دل ... کسی میں داغ ہے کانٹا کسی میں
عدو سے مل کے پھر ایسی ڈھٹائی ... ذرا شرمائے ہوتے اپنے جی میں
دیا دل ہم نے ان کو یہ سمجھ کر ... کہ اپنی جان بچتی ہے اسی میں
نہ ہو راحت نصیب اہل زمیں کو ... ہمیشہ ہے فلک اس پیروی میں
وہ بگڑے ذکر دشمن پر شب وصل ... غضب کا رنج پھیلا ہے خوشی میں
بجھی پر جان دیتا کیوں زمانہ ... اگر یہ بات ہوتی ہر کسی میں
نہ دیکھا سایہ دیوار تک بھی ... بہت چکر لائے اس گلی میں
دل ویراں کے ظاہر پر نہ جاؤ ... نہ ہونے پر بھی سب کچھ ہے اسی میں
ترا آزردہ ہونا بھی ادا ہے ... مگر وہ دل لگی میں یا ہنسی میں

پری سے نقشہ اچھا حور سے آنکھ
تری صورت نہیں ملتی کسی میں

عداوت ان کی ظاہر ہو نہ الفت
وہی ہے جو سمجھ لو اپنے جی میں

تمھیں کیا چھیڑ کر خوش ہوں وہ اے داغ
کہ تم تو روئے دیتے ہو ہنسی میں

۱۶۵

اثر ہے خار حسرت کے بیاں میں
کہ اس کے حرف چبھتے ہیں زباں میں

نزاکت سے نہ آئے جو گماں میں
کوئی کیا لائے اس کو امتحاں میں

پڑے تھے اشک جو عشق نہاں میں
وہ چھالے بن کے پھوٹے ہیں زباں میں

کھلے گر بال و پر اب کے تو صیاد
قفس رکھا ہوا ہے آشیاں میں

ہوئی جاتی ہے عالم کی صفائی
رہو تم امتحاں ہی امتحاں میں

نہیں مرنے کا اپنے غم، یہ غم ہے
کہ پھر آنا نہ ہو گا اس جہاں میں

یہ ممکن تھا کہ رسوائی نہ ہوتی
سمائی بھی ہو تیرے رازداں میں

مقدر نے دکھایا، میں نے دیکھا
نہ تھا جو کچھ مرے وہم و گماں میں

ادھر وحشت ادھر ہے خوف رہزن
کبھی تنہا کبھی میں کارواں میں

یہ کہہ کر وہ مرے دل میں نہ ٹھہرے
ہمیں ہوتی ہے وحشت اس مکاں میں

غنیمت ہے جو وہ کرتے نہیں بات
ہماری موت ہے [illegible] کی زباں میں

خدا کے آگے سچ کہنا پڑے گا
زباں میری لگا [illegible] زباں میں

سنا دے قصہ خواں ان کو مرا حال
لگا دے یہ بھی [illegible] داستاں میں

ہوا بگڑی ہوئی ہے کچھ چمن کی
چلو اے ہم صفیرو آشیاں میں

نہیں ہے انتہا اہل وفا کی
بہت دشواریاں ہیں [illegible]متحاں میں

کیا ہے عاشقوں نے اس کو بدنام — برائی کون سی ہے آسماں میں
جو کچھ کہتے ہو منہ سے کر دکھاؤ — دھرا کیا ہے فقط خالی بیاں میں
چلے آتے ہیں وہ مقتل سے ناخوش — برا نکلا ہے کوئی امتحاں میں
نمود حسن کو ہے عشق درکار — بہت ہوتے ہیں یوسف" کارواں میں
مرے دل کو مرے نالوں کو روکے — اگر طاقت ہے تیرے پاسباں میں
چل اے شوق ستم اس سرزمیں پر — جو ہو کچھ ملتی جلتی آسماں میں
کہا دل تھام کر اس سنگ دل نے — اثر ہے درد مندوں کی فغاں میں

کہا سب نے کلام داغ سن کر
غنیمت ہے یہ دم، ہندوستاں میں

۱۶۶

دم نہیں، دل نہیں، دماغ نہیں — کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہیں
گر قناعت نہیں ہے انساں کو — کبھی حاصل اسے فراغ نہیں
ایسے ویرانے میں وہ کیوں آئیں — خانہ دل ہے خانہ باغ نہیں
بات کرنی تو بار ہے تم کو — بات سننے کا بھی دماغ نہیں
تھی زمانے میں روشنی جس کی — ہائے اس گھر میں اب چراغ نہیں
مست کر دے نگاہ سے ساقی — حاجت ساغر و ایاغ نہیں
فصل گل جوش پر ہے اب کے برس — دل افسردہ باغ باغ نہیں
کھوج ملتا ہے ہر مسافر کا — عمر رفتہ کا کچھ سراغ نہیں

داغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو
دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں

نیند آئے جو کسی رات یہ ممکن ہی نہیں
مجھ پہ گذرے نہ قیامت وہ کوئی دن ہی نہیں

دم شماری دل مہجور بری ہوتی ہے
جان کی خیر اسی میں ہے کہ تو گن ہی نہیں

قابل دید ہے بے تابی دل کا مضموں
حرف کوئی مری مکتوب میں ساکن ہی نہیں

کس بھروسے پہ دکھاؤں نگہ یار کو دل
چور کا سارے جہاں میں کوئی ضامن ہی نہیں

ہے لڑکپن کا زمانہ وہ ادا کیا جانیں
ابھی موسم ہی نہیں، دن ہی نہیں، سن ہی نہیں

مانگتا ہوں جو دعا وصل کی ان کے آگے
چپکے چپکے وہ کہے جاتے ہیں ممکن ہی نہیں

غیر آسیب ہے، سائے سے بھی اس کے بچنا
آدمیت ہو اگر اس میں تو وہ جن ہی نہیں

کون گرداب محبت سے نکالے مجھ کو
آشنا کوئی مددگار و معاون ہی نہیں

آپ کے دل کی خبر کیوں نہ ہو میرے دل کو
کیا زمانے میں کوئی صاحب باطن ہی نہیں

آپ اے حضرت ناصح کوئی تدبیر کریں
آپ سا کوئی مرا مشفق و محسن ہی نہیں

کس کو اے داغ سنائیں غزل اپنی کہہ کر
میر و مرزا بھی نہیں عاب و مومن ہی نہیں

١٦٨

خدا سے گفتگو ہے اور میں ہوں
کل اے بے مہر تو ہے اور میں ہوں

ادھر محفل میں ہیں پروانہ و شمع
ادھر وہ شمع رو ہے اور میں ہوں

شب وصل عدو ہے اور تو ہے
دل پر آرزو ہے اور میں ہوں

نکالوں چھان کر ساری خدائی
اب اس کی جستجو ہے اور میں ہوں

مے و ساغر کہاں روز جدائی
مرے دل کا لہو ہے اور میں ہوں

تن بے سر سے ہے قاتل کی تعریف
صدائے بے گلو ہے اور میں ہوں

ہمیشہ تازہ گل رو دیکھتا ہوں
بہار رنگ و بو ہے اور میں ہوں

نکلی چھیڑ گر مجھ سے سر بزم
سمجھ لو پھر عدو ہے اور میں ہوں

نہ چھوڑوں گا دل خوں گشتہ تجھ کو
کہ اب تیرا لہو ہے اور میں ہوں

نہ آئے اور کوئی دم تو پھر کیا
یوں ہی سی آرزو ہے اور میں ہوں

کہیں جمتی نہیں اپنی طبیعت
خیال چار سو ہے اور میں ہوں

ملیں گے کل کہ وہ سمجھیں گے مجھ سے
کہا ہے داغ تو ہے اور میں ہوں

١٦٩

صبح تک دل کو دلاسے شب غم دیتے ہیں
جس کو تم دے نہیں سکتے اسے ہم دیتے ہیں

حسب خواہش وہ کہاں رنج و الم دیتے ہیں
مانگنے والے کو آزار بھی کم دیتے ہیں

خاک دیتے ہیں جو یوں اہل کرم دیتے ہیں
سو جتاتے ہیں اگر ایک درم دیتے ہیں

وعدہ کرنے کو وہ تیار تھے سچے دل سے
میں نے کم بخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہیں

کس نے خوش بو سے بسایا ہے کفن کو میرے
کہ دعائیں مجھے سب اہل عدم دیتے ہیں

وہ جو ارشاد کریں یاد رہے یا نہ رہے
نامہ برہم تجھے قرطاس و قلم دیتے ہیں

مجھ سے وہ کہتے ہیں پروانے کو دیکھا تو نے
دیکھ یوں جلتے ہیں' اس طرح سے دم دیتے ہیں

خاکساران محبت کا یہی تو ہے علاج
گھول کر ان کو ترا نقش قدم دیتے ہیں

سادگی ہے کہ شرارت ہے جو ہر بات پہ وہ
میرے دشمن کو مرے سر کی قسم دیتے ہیں

عہد لیتے ہو کہ پھر بوسہ نہ لینا دیکھو
دینے والی بھی کہیں لے کے قسم دیتے ہیں

طعنہ الفت دشمن پہ کہا ظالم نے
ایک سے لیتے ہیں دل ایک کو ہم دیتے ہیں

مدعا یہ ہے تڑپتا ہی سسکتا ہی رہے
گھول کر آب بقا میں مجھے سم دیتے ہیں

دل شکن ان سے زیادہ کوئی لکھے گا جواب
کس لئے ہاتھ میں دشمن کے قلم دیتے ہیں

تو وفا کرتی جو اے عمر رواں کیا ہوتا
بے وفائی پہ تری سیکڑوں دم دیتے ہیں

زاہدوں کو برکت کا ہے مہینہ رمضان
فاقے کرتے ہیں مگر کب یہ بھرم دیتے ہیں

ابر نیساں کے ہر اک قطرے پہ کہتی ہے صدف
واہ دل کھول کے یوں اہل کرم دیتے ہیں

رنج دینے کا عبث داغ ہے شکوہ ان سے
جس کو دیتا ہے خدا اس کو صنم دیتے ہیں

۱۷۰

کیوں چراتے ہو دیکھ کر آنکھیں
کر چکیں میرے دل میں گھر آنکھیں

ضعف سے کچھ نظر نہیں آتا
کر رہی ہیں ڈگر ڈگر آنکھیں

چشم نرگس کو دیکھ لیں پھر ہم — تم دکھا دو جو اک نظر آنکھیں
ہے دوا ان کی آتش رخسار — سینکتے ہیں اس آگ پر آنکھیں
کوئی آسان ہے ترا دیدار — پہلے بنوائے تو بشر آنکھیں
جلوۂ یار کی نہ تاب ہوئی — ٹوٹ آئی ہیں کس قدر آنکھیں
دل کو تو گھونٹ گھونٹ کر رکھا — مانتی ہی نہیں مگر آنکھیں
نہ گئی تاک جھانک کی عادت — لئے پھرتی ہیں در بدر آنکھیں
کیا یہ جادو بھرا نہ تھا کاجل — سرخ کر لیں جو پونچھ کر آنکھیں
ناوک و نیشتر تری پلکیں — سحر پرداز و فتنہ گر آنکھیں
یہ نرالا ہے شرم کا انداز — بات کرتے ہو ڈھانک کر آنکھیں
خاک پر کیوں ہو نقش پا تیرا — ہم بچھائیں زمین پر آنکھیں
نوحہ گر کون ہے مقدر پر — رونے والوں میں ہیں مگر آنکھیں
یہی رونا ہے گر شب غم کا — پھوٹ جائیں گی تا سحر آنکھیں
حال دل دیکھنا نہیں آتا — دل کی بنوائیں چارہ گر آنکھیں

داغ آنکھیں نکالتے ہیں وہ
ان کو دے دو نکال کر آنکھیں ۔

۱۷۱

سب لوگ جدھر وہ ہیں ادھر دیکھ رہے ہیں — ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں
تیور ترے اے رشک قمر دیکھ رہے ہیں — ہم شام سے آثار سحر دیکھ رہے ہیں
میرا دل گم گشتہ جو ڈھونڈا نہیں ملتا — وہ اپنا دہن، اپنی کمر دیکھ رہے ہیں

کوئی تو نکل آئے گا سرباز محبت
دل دیکھ رہے ہیں وہ جگر دیکھ رہے ہیں

ہے مجمع اغیار کہ ہنگامہ محشر
کیا سیر مرے دیدۂ تر دیکھ رہے ہیں

اب اے نگہ شوق نہ رہ جائے تمنا
اس وقت ادھر سے وہ ادھر دیکھ رہے ہیں

ہر چند کہ ہر روز کی رنجش ہے قیامت
ہم کوئی دن اس کو بھی مگر دیکھ رہے ہیں

آمد ہے کسی کی کہ گیا کوئی ادھر سے
کیوں سب طرف راہ گذر دیکھ رہے ہیں

تکرار تجلی نے ترے جلوے میں کیوں کی
حیرت زدہ سب اہل نظر دیکھ رہے ہیں

نیرنگ ہے ایک ایک ترا دید کے قابل
ہم اے فلک شعبدہ گر، دیکھ رہے ہیں

کب تک ہے تمہارا سخن تلخ گوارا
اس زہر میں کتنا ہے اثر دیکھ رہے ہیں

کچھ دیکھ رہے ہیں دل بسمل کا تڑپنا
کچھ غور سے قاتل کا ہنر دیکھ رہے ہیں

اب تک تو جو قسمت نے دکھایا وہی دیکھا
آئندہ ہو کیا نفع و ضرر دیکھ رہے ہیں

پہلے تو سنا کرتے تھے عاشق کی مصیبت
اب آنکھ سے وہ آٹھ پہر دیکھ رہے ہیں

کیوں کفر ہے دیدار صنم حضرت واعظ
اللہ دکھاتا ہے، بشر دیکھ رہے ہیں

خط غیر کا پڑھتے تھے، جو ٹوکا تو وہ بولے
اخبار کا پرچہ ہے، خبر دیکھ رہے ہیں

پڑھ پڑھ کے وہ دم کرتے ہیں کچھ ہاتھ پر اپنے
ہنس ہنس کے مرے زخم جگر دیکھ رہے ہیں

میں داغ ہوں مرتا ہوں ادھر دیکھئے مجھ کو
منہ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہیں

۱۷۲

ان کے اک جاں نثار ہم بھی ہیں
ہیں جہاں سو ہزار، ہم بھی ہیں

تم بھی بے چین، ہم بھی ہیں بے چین
تم بھی ہو بے قرار، ہم بھی ہیں

اے فلک کہہ تو کیا ارادہ ہے
عیش کے خواست گار ہم بھی ہیں

کھینچ لائے گا جذب دل ان کو ہمہ تن انتظار ہم بھی ہیں
بزم دشمن میں لے چلا ہے دل کیسے بے اختیار ہم بھی ہیں
شہر خالی کئے، دکاں کیسی ایک ہی بادہ خوار ہم بھی ہیں
شرم سمجھے ترے تغافل کو واہ کیا ہوشیار ہم بھی ہیں
ہاتھ ہم سے ملاؤ اے موسیٰ عاشق روئے یار ہم بھی ہیں
خواہش بادۂ طہور نہیں کیسے پرہیزگار ہم بھی ہیں
تم اگر اپنی گوں کے ہو معشوق اپنے مطلب کے یار ہم بھی ہیں
جس نے چاہا پھنسا لیا ہم کو دلبروں کے شکار ہم بھی ہیں
آئی مے خانے سے یہ کس کی صدا لاؤ یاروں کے یار ہم بھی ہیں
لے ہی تو لے گی دل نگاہ تری ہر طرح ہوشیار ہم بھی ہیں
ادھر آکر بھی فاتحہ پڑھ لو آج زیر مزار ہم بھی ہیں
غیر کا حال پوچھئے ہم سے اس کے جلسے کے یار ہم بھی ہیں

کون سا دل ہے جس میں داغ نہیں
عشق میں یادگار ہم بھی ہیں

۱۷۳

یہ تو نہیں کہ تم سا جہاں میں حسیں نہیں
اس دل کو کیا کروں یہ بہلتا کہیں نہیں

ہاں ہاں کہو زباں سے یا تم نہیں نہیں
ہم کو تمہاری بات کا مطلق یقیں نہیں

دل کے سوا نہ کعبے میں ہے وہ نہ دیر میں
گر ہے تو بس یہیں ہے، نہیں تو کہیں نہیں

چکر ہے رات دن مجھے مانند آسماں
بہلے جہاں یہ دل وہ کوئی سرزمیں نہیں

اس در پہ جبہ سا ہو تو پھر کوئی کیوں اٹھے
یا سنگ آستاں ہی نہیں یا جبیں نہیں

تم مہرباں ہو کہ نہ ہو، اس سے بحث کیا
وہ دل نہیں، وہ لاگ نہیں، وہ ہمیں نہیں

دنیا کا حال حضرت عیسیٰؑ سے پوچھے
کیا آسمان والوں میں اہل زمیں نہیں

کس طرح بے حجاب ہو کیوں کر ہو بدلحاظ
کیا میرے دل میں وہ نگہ شرمگیں نہیں

یہ کیا کہا، معاف کرو تم کہا سنا!
دم دے رہا ہوں میں یہ دم واپسیں نہیں

کیوں، ذکر بے وفائی دشمن پہ یاد ہے؟
گردن ہلا ہلا کے وہ کہتا "نہیں، نہیں"

کہتا ہوں دل سے اور حسیں ڈھونڈئے کوئی
آتا ہے پھر خیال کہ ایسا کہیں نہیں

مذہب میں اپنے ترک ملاقات کفر ہے
یہ بات ہم نشیں کی تو کچھ دل نشیں نہیں

واعظ تجھے دکھائیں گے ہم کوئے یار بھی
جا پہنچے ایک دم میں یہ خلد بریں نہیں

کیا لطف دے رہی ہیں ادائیں عتاب کی
ہے موج بحر حسن و چین جبیں نہیں

معشوق بن کے چھوٹ گئے سب ستم شعار
یا رب ستم رسیدوں کی پرسش کہیں نہیں

افسوس ہے کہ درد بھی اب چھوڑتا ہے ساتھ
یہ بھی اخیر وقت کہیں ہے کہیں نہیں

احباب چشم تر سے اٹھاتے ہیں ہاتھ کیوں
یہ پردہ آنکھ کا ہے مری آستیں نہیں

باتیں تمہاری اور ہماری شکایتیں
جو کچھ سنی ہیں ہم نے وہ تم سے کہیں نہیں

جلوت میں یوں ہے وہ کہ تلاشی ہے چشم شوق
خلوت میں اس طرح ہے کہ خلوت گزیں نہیں

کہتے ہیں لوگ داغ سے وہ بدگماں ہیں
ایسا تمہاری ذات سے اس کو یقین نہیں

۱۷۴

وہ نہایت ہمیں مغرور نظر آتے ہیں
پاس بیٹھے ہیں مگر دور نظر آتے ہیں

زاہد خشک کی بھی رال ٹپک پڑتی ہے
تر و تازہ اگر انگور نظر آتے ہیں

اشک پر خوں کا جو ٹپکا ہی لگا رہتا ہے
دل کے اندر کئی ناسور نظر آتے ہیں

یاد آتے ہیں وہ دندان مسی آلودہ
جب ستارے شب دیجور نظر آتے ہیں

ہم نشیں ان کے منانے کے لئے بھیجے تھے
وہ سوا مجھ سے بھی مجبور نظر آتے ہیں

سرد مہری سے تری سرد ہوئے ہیں ایسے
دل جو پرسوز تھے کافور نظر آتے ہیں

چاند سورج کو فلک اپنے لئے رہنے دے
ہم کو کیا کیا رخ پرنور نظر آتے ہیں

چشم مستان قدح خوار میں شب کو اختر
چرخ پر ساغر بلور نظر آتے ہیں

وصف خوبان جہاں پر یہ کہا اس بت نے
آپ کی آنکھ میں سب حور نظر آتے ہیں

اے فلک ان کے علاوہ بھی حسیں ہیں کہ نہیں
جو زمانے میں ہیں مشہور نظر آتے ہیں

خانہ غیر میں بے پردہ ہے وہ ماہ جمال
کہ ستارے مجھے بے نور نظر آتے ہیں

نہیں خم خانہ عالم میں کوئی بھی ہشیار
ہم کو مخمور بھی مخمور نظر آتے ہیں

سخت جاں ہو دل بسمل تو کرے کیا قاتل
وار بیٹھے ہوئے بھرپور نظر آتے ہیں

شکر کرتا ہوں انہیں دیکھ کر دشمن ہوں کہ دوست
مجھ کو دنیا میں جو مسرور نظر آتے ہیں

اجر ملتا ہے اٹھاتے ہیں جو بار غم عشق
ہم کو عاشق ترے مزدور نظر آتے ہیں

مر کے بھی داغ محبت کے نشاں کچھ نہ مٹے
داغ کے دل میں بدستور نظر آتے ہیں

۱۷۵

اس "نہیں" کا کوئی علاج نہیں
روز کہتے ہیں آپ آج نہیں

کل جو تھا آج وہ مزاج نہیں
اس تلوّن کا کچھ علاج نہیں

آئینہ دیکھتے ہی اترائے
پھر یہ کیا ہے اگر مزاج نہیں

لے کے دل رکھ لو کام آئے گا
گو ابھی تم کو احتیاج نہیں

ہو سکیں ہم مزاج داں کیوں کر
ہم کو ملتا ترا مزاج نہیں

چپ لگی لعل جاں فزا کو ترے
اس مسیحا کا کچھ علاج نہیں

دل بے مدعا خدا نے دیا
اب کسی شے کی احتیاج نہیں

کھوٹے داموں میں یہ بھی کیا ٹھہرا درہم داغ کا رواج نہیں
بے نیازی کی شان کہتی ہے بندگی کی کچھ احتیاج نہیں
دل لگی کیجئے رقیبوں سے اس طرح کا مرا مزاج نہیں
عشق ہے پادشاہ عالم گیر گرچہ ظاہر میں تخت و تاج نہیں
درد فرقت کی گو دوا ہے وصل اس کے قابل بھی ہر مزاج نہیں
یاس نے کیا بجھا دیا دل کو کہ تڑپ کیسی، اختلاج نہیں
ہم تو سیرت پسند عاشق ہیں خوب رو کیا جو خوش مزاج نہیں
حور سے پوچھتا ہوں جنت میں اس جگہ کیا بتوں کا راج نہیں

صبر بھی دل کو داغ دے لیں گے
ابھی کچھ اس کی احتیاج نہیں

۱۷۶

یہ بت جو دیتے ہیں، جھوٹی زبان دیتے ہیں
خدا کے واسطے پر لوگ جان دیتے ہیں

ہم امتحان کے ساتھ امتحان دیتے ہیں
وہ جان لینے کو آئیں تو جان دیتے ہیں

زمین کوچہ جاناں کا رتبہ ایسا ہے
فرشتے اس کے عوض آسمان دیتے ہیں

تکان پہنچے نہ قاتل کے دست نازک کو
ٹھہر ٹھہر کے بہت امتحان دیتے ہیں

عدو کی بزم ہے کچھ ان کی انجمن تو نہیں
وہ اپنے ہاتھوں سے کیوں پھول پان دیتے ہیں

یہ نامہ بر نے کہا مجھ سے کیا وہ دل میں نہیں
کہ آپ اور جگہ کا نشان دیتے ہیں

خیال عارض و لب سے بڑھا ہے دل میں لہو
گرہ سے اپنی یہی مہمان دیتے ہیں

مرے فسانے کو سن سن کے نیند اڑتی ہے
دعائیں مجھ کو ترے پاسبان دیتے ہیں

خیال رشک سے مر جائے مدعا یہ ہے
وہ مفت غیر کا مجھ کو مکان دیتے ہیں

تری نگاہ نے، تیری ادا نے مارا ہے
دھائیاں یہی سب نوجوان دیتے ہیں

کیا ہے بوسے کا وعدہ مگر ہے وہ احساں
کوئی یہ جانے کہ دونوں جہان دیتے ہیں

ملے گا تارک دنیا کو کیا بجز جنت
وہاں مکان کے بدلے مکان دیتے ہیں

وہ تم کہ روز نئی بدگمانیاں ہیں تمہیں
وہ ہم کو روز نیا امتحان دیتے ہیں

سنا ہے بات بھی کرنی تمہیں نہیں آتی
تمہارے منہ میں ہم اپنی زبان دیتے ہیں

وہ رنج بندے کو اپنے خدا نہیں دیتا
جو مجھ کو ایک مرے مہربان دیتے ہیں

کہے جو داغ کہ ہم جاں نثار ہیں سب جھوٹ
یہ لوگ مفت کہیں اپنی جان دیتے ہیں

۱۷۷

اسیر دام بلا اور کون ہے، میں ہوں
شکار تیر جفا اور کون ہے، میں ہوں

تیری ادا پہ فدا اور کون ہے میں ہوں
تباہ میرے سوا اور کون ہے میں ہوں

شہید زہر حیا اور کون ہے میں ہوں
قتیل تیغ ادا اور کون ہے میں ہوں

کہاں سے آئی شب غم صدا تسلی کی
یہاں تو بار خدا اور کون ہے میں ہوں

مجھے تو رنج نہ دے تو کہ اے دل ناداں
جہاں میں دوست ترا اور کون ہے میں ہوں

بندھی ہے شرط اسی سے رہ محبت میں
حریف باد صبا اور کون ہے میں ہوں

شریک روح بھی میری ہے میرے ماتم میں
شمول اہل عزا اور کون ہے میں ہوں

تمہارا عاشق شیدا ہوں خیر جیسا ہوں
برا ہوں یا ہوں بھلا اور کون ہے میں ہوں

دعا جو میں نے یہ مانگی خدا بروں سے بچائے
تو سن کے بولے برا اور کون ہے میں ہوں

مٹے ہوؤں کا ہمیشہ نشان رہتا ہے
بقا کے غم میں فنا اور کون ہے میں ہوں

عدو کا عشق، حسینوں کا رشک خوئے ستم
تمہارے دل سے جدا اور کون ہے میں ہوں

خیال یار یہ کہتا ہے مجھ سے خلوت میں
ترا رفیق بتا اور کون ہے میں ہوں

اس آرزو نے کیا اپنی جان سے بیزار
اس اپنے دم سے خفا اور کون ہے میں ہوں

ستم شریک فلک اور کون ہے تم ہو
شریک اہل وفا اور کون ہے میں ہوں

حجاب مجھ سے، حیا مجھ سے، عار ہے مجھ سے
اس انجمن میں نیا اور کون ہے میں ہوں

وہ داغ جس کو گل باغ عشق کہتے ہیں
بہار رنگ وفا اور کون ہے میں ہوں

ردیف و

۱۷۸

واعظ بڑا مزا ہو اگر یوں عذاب ہو
دوزخ میں پاؤں، ہاتھ میں جام شراب ہو

معشوق کا تو جرم ہو عاشق خراب ہو
کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

تو مجھ پہ شیفتہ ہو، مجھے اجتناب ہو
یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

دنیا میں کیا دھرا ہے قیامت میں لطف ہے
میرا جواب ہو نہ تمہارا جواب ہو

ساقی ہمارے جام میں کیوں بال پڑ گیا
ایسا نہ ہو کہ غیر کی جھوٹی شراب ہو

نکلے جدھر سے وہ یہی چرچا ہوا کیا
اس طرح کا جمال ہو، ایسا شباب ہو

دو بار تو نے ذکر کیا رشک حور کا
ناصح خدا کرے تجھے دونا ثواب ہو

دنیا سے رو سیاہ چلا ہوں پس فنا
منہ پہ مرے کفن سے جدا اک نقاب ہو

مجبور کی دعا کو شب قدر چاہئے
یوسفؑ کے دیکھنے کو زلیخا کا خواب ہو

بولیں سوال وصل پہ وہ ان کو کیا غرض
خاموش ہیں کہ کوئی کہے لاجواب ہو

ایسا لگا ہوا ہے مئے ناب کا مزہ
پانی بھی میں پیوں تو مرا منہ خراب ہو

جلتا نہیں رقیب تعجب کی بات ہے
بجلی تمہیں زمیں پہ، تمہیں آفتاب ہو

یارب شمار جرم سے بس منفعل نہ کر
تنخواہ تو نہیں ہے کہ جس کا حساب ہو

یہ مدعا ہے کہہ نہ سکوں حرف مدعا
کیوں کر نہ عرض حال سے پہلے عتاب ہو

عاشق کی ایک حال میں گذرے تو لطف کیا
دل کو کبھی سکوں ہو کبھی اضطراب ہو

میں بوالہوس نہیں جو سزاوار لطف ہوں
میرے زہے نصیب جو مجھ پر عتاب ہو

در پردہ تم جلاؤ جلاؤں نہ میں، چہ خوش
میرا بھی نام داغ ہے گر تم حجاب ہو

بے تاب میں دز دیدہ نظر دیکھئے کیا ہو
پھر دیکھ لیا اس نے ادھر دیکھئے کیا ہو

بھیجا ہے خط شوق اسے دل نے نہ مانا
اب فکر ہے یہ آٹھ پہر دیکھئے کیا ہو

لڑنے تو لگیں اس کی نگاہوں سے نگاہیں
اس جنگ کا انجام مگر دیکھئے کیا ہو

دل جب سے لگایا ہے کہیں جی نہیں لگتا
کس طرح سے ہوتی ہے بسر دیکھئے کیا ہو

جب چھیڑتی ہے باد صبا زلف دوتا کو
دھری ہوئی جاتی ہے کمر دیکھئے کیا ہو

اب کے توبہ مشکل دل مضطر کو سنبھالا
اندیشہ ہے یہ بار دگر دیکھئے کیا ہو

جو کہنے کی باتیں ہیں وہ سب میں نے کہی ہیں
ان کو مرے کہنے کا اثر دیکھئے کیا ہو

اندیشہ فردا میں عبث جان گھلائیں
ہے آج کسے کل کی خبر دیکھئے کیا ہو

زاہد کو بڑا ناز ہے مے کش کو بڑا عجز
اللہ کو مقبول مگر دیکھئے کیا ہو

پی ہم نے ہو شربا اور بہت پی
سوچا نہیں کچھ نفع و ضرر دیکھئے کیا ہو

وہ بیٹھے بٹھائے تو اٹھاتے ہیں قیامت
جائیں جو سر راہ گذر دیکھئے کیا ہو

میں وصل میں بے تاب جو ہوں آخر شب سے
دل ان کا دھڑکتا ہے سحر دیکھئے کیا ہو

پھر یاس مشتاق ہے مرے دل کی تمنا
بن بن کے بگڑتا ہے یہ گھر دیکھئے کیا ہو

اے داغ انہیں بھی تو ہے دشمن ہی کا دھڑکا
ہے دونوں طرف ایک ہی ڈر دیکھئے کیا ہو

۱۸۰

کیوں وعدۂ وصل سے دل بدگماں نہ ہو
یہ شرط ہے نئی کہ خدا درمیاں نہ ہو

دل بدگماں ہے، اور سوا بدگماں نہ ہو
دیجئے خط اس کو جس کے دھن ہو زباں نہ ہو

مرتا ہے تجھ پہ ایک زمانہ شباب میں
اچھا تو ہے کہ پیر کوئی نوجواں نہ ہو

گھلتی ہے جان ایک ہی دشمن کی فکر میں
یارب شریک حال عدو آسماں نہ ہو

سارا جہان جان کو کہتا ہے بے وفا
مجھ کو یہ فکر ہے تمہیں جان جہاں نہ ہو

انداز جاں دہی نہیں آتا ابھی مجھے
مٹی مری خراب دم امتحاں نہ ہو

پوچھیں وہ جب خوشی سے قیامت کی بات ہے
میرا ہی حال اور مجھی سے بیاں نہ ہو

یارب پس فنا بھی رہے شرم بے کسی
یہ مشت خاک گرد رہ کارواں نہ ہو

حوروں کے ہاتھ پڑ گئے جنت میں ہم غریب
کیا آدمی کا بس ہے جو اپنا مکاں نہ ہو

تڑپاؤ گے جگر کو کہ دل کو لٹاؤ گے
منظور کیا ہے، درد کہاں ہو کہاں نہ ہو

رہتی ہے اس سے ہی در جاناں پہ دل لگی
سر پھوڑیں سنگ در سے اگر پاسباں نہ ہو

مجھ کو ملا یہ شکوۂ دشنام پر جواب
آپ اس سے عشق کیجئے جس کی زباں نہ ہو

یا رب بنا دے تو اسی صورت کا اور کچھ
اس آسماں سے تنگ ہیں یہ آسماں نہ ہو

آفت کی تاک جھانک، قیامت کی شوخیاں
پھر چاہتے ہو ہم سے کوئی بدگماں نہ ہو

کیا کر سکے وہ غیر کی تجھ سے شکایتیں
جس ناتواں سے اپنی حقیقت بیاں نہ ہو

واعظ بجا ہے کہئے جو ویرانے کو بہشت
جنت اسی کا نام ہے آدم جہاں نہ ہو

جھوٹا ہوا جو وعدہ ترا اس کا غم نہیں
ڈر ہے کہ لب سے غیر کے جھوٹی زباں نہ ہو

اب اس نگاہ شرم میں وہ شوخیاں کہاں
وہ تیغ کیا چلے گی جو برسوں رواں نہ ہو

تقدیر پھیر لائی ترے در سے رات کو
دھوکا مجھے ہوا کہ پرایا مکاں نہ ہو

اے داغ عیش میں ہوں دل شاد شاد سے
انسان وہ ہے جس کو غم دو جہاں نہ ہو

۱۸۱

میرے پہلو سے وہ اٹھے غیر کی تعظیم کو
بندگی کو بندگی، تسلیم ہے تسلیم کو

اے تپ سوز محبت تیری آمد دیکھ کر
رونگٹے اٹھتے ہیں میرے جسم پر تعظیم کو

ہے رضائے دوست بڑھ کر الفت فرزند سے
ورنہ کیا دوبھر تھے اسمٰعیلؑ ابراہیمؑ کو

آج مجھ سے حضرت ناصح یہ جل کر کہہ گئے
آسماں سے اب فرشتے آئیں گے تعلیم کو

مجھ سے اے آشام کی، کب اوس سے بجھتی ہے پیاس
بجھ گیا دل دیکھتے ہی کوثر و تسنیم کو

ہے بڑی دولت جو ہاتھ آجائے کوئی خوب رو
اے ہوس ڈھونڈتا ہے کیا طلا و سیم کو

آسماں دیتا ہے مجھ کو رنج غیروں کو خوشی
واہ کیا کہنا ہے، کیا کہتے ہیں اس تقسیم کو

اپنے دل کا حال ہے دم بھر میں کچھ، دم بھر میں کچھ
آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

جب یہیں اے داغ وحشت ہے تو آسائش کہاں
جائیے ہندوستاں سے کون سی اقلیم کو

۱۸۲

ہمارے دل میں بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو
امانت دار کا گھر ہے امانت اپنی رہنے دو

جو ہیں مشتاق ان کے دل میں حسرت اپنی رہنے دو
کوئی دن اور بھی پردے میں صورت اپنی رہنے دو

نہیں ہے اشتہا اب تک بہت غم کھا کے آیا ہوں
کہوں گا اہل جنت سے یہ نعمت اپنی رہنے دو

غضب کی بات ہے یہ مشورہ دیتے ہیں وہ مجھ کو
رقیبوں سے بھی تم صاحب سلامت اپنی رہنے دو

کسی کو چاہ کر پچھتاؤ گے، وہ مجھ سے کہتے ہیں
تم اپنے ہی لئے جھوٹی محبت اپنی رہنے دو

ڈرایا ہے، منایا ہے یہ کہہ کر وصل میں اس نے
بگڑ جائیں گے ہم بس بس شکایت اپنی رہنے دو

شکایت نامہ آیا ہے جواب خط میں اے ہمدم
یہ ہے قسمت کا لکھا، خیر قسمت اپنی، رہنے دو

لڑیں گے فتنہ محشر سے، یہ فتنے نگاہوں کے
ابھی تم اپنے قبضے میں قیامت اپنی رہنے دو

ہمیں دیدار سے محروم رکھ کر ہے نظر دل پر
پرایا مال تاکو اور دولت اپنی رہنے دو

محبت اور پھر کس کی محبت یار ناداں ہیں
کہا کیوں مجھ سے قابو میں طبیعت اپنی رہنے دو

مرے ناصح جو تنگ آئے تو یوں کہنے لگے باہم
نہیں سنتا کوئی یارو نصیحت اپنی رہنے دو

اگر اے حضرت دل ہے وہ ہرجائی تو کیا غم ہے
بھٹکتی تم بھی ڈانواں ڈول نیت اپنی رہنے دو

دعائیں مانگتا ہوں میں جناب کبریائی میں
نہ چھیڑو یہ نہیں موقع، شرارت اپنی رہنے دو

بظاہر مہربانی ہے تو دل میں بدگمانی ہے
سلام ایسی عنایت کو، عنایت اپنی رہنے دو

نہ گھبرا جائے رہ کر ایک مہماں خانہ دل میں
کچھ الفت میری رہنے دو کچھ الفت اپنی رہنے دو

نہ توڑو آئینے کو رشک سے آئینہ رو ہو کر
اسی میں ملتی جلتی کچھ شباہت اپنی رہنے دو

0.07KB/s 5:03 52%

وہاں ہے بے نیازی داغ اس سے کیا غرض اس کو
یہ طاعت اپنی رکھ چھوڑو' عبادت اپنی رہنے دو

۱۸۴

نہ دنیا سے ملے راحت نہ تجھ سے چین اصلا ہو
مگر پھر یہ دعا دیتا ہوں تو ہو اور دنیا ہو

ترے دیدار کو بھی مجمع محشر ہی زیبا ہو
کہ جیسے دیکھنے والے ہوں ویسا ہی تماشا ہو

انہیں یہ جستجو ہے مرنے والا کوئی پیدا ہو
مگر بہتر سے بہتر ہو' مگر اچھے سے اچھا ہو

جو وحدت میں دوئی اس مرتبے کی ہو تو زیبا ہو
تمہیں تم ہو تو بہتر ہو' ہمیں ہم ہوں تو اچھا ہو

یہ فرمایا انہوں نے دیکھ کر تصویر یوسفؑ کی
اسے تو مول وہ لے جو کوئی آنکھوں کا اندھا ہو

خمار مے سے یوں وقت سحر بگڑا مزاج
کسی نے رات بھر جیسے پریشاں خواب دیکھا

کلیجے سے لگا لیتا ہوں برگ لالہ و گل کو
عجب کیا ہے اگر یہ بھی کسی کے دل کا ٹکڑا ہو

تری زلفیں بھی ہیں صیاد' آنکھیں بھی شکاری ہیں
تماشا دیکھنے کا ہے جو میرے دل پہ جھگڑا ہو

اگر غافل نہ ہوتے ہم تو کب کے مر چکے ہوتے
کسے یہ یاد کل کیا تھا، کسے معلوم کل کیا ہو

جہنم ہو کہ جنت، کیا اندھیرے میں نظر آئے
شرر ہی سنگ مرقد کا چراغ راہ عقبیٰ ہو

ہوئی یہ انتظار یار میں ہر اشک کی صورت
جو تھم جائے تو پتھر ہو جو بہہ جائے تو دریا ہو

نہ عاشق ہو کسی کا کوئی دنیا میں وہ کہتے ہیں
ہمارا چاہنے والا ہی پیدا ہو جو پیدا ہو

نگاہ پاک سے دیکھے جمال پاک محبوبی
اگر دامان یوسفؑ پردۂ چشم زلیخا ہو

لڑیں گے آپ حوروں سے ملیں گے آپ غیروں سے
مجھے ڈر ہے کہ جنت میں کوئی فتنہ نہ برپا ہو

ابھی نفرت ہے تم کو داغ سے وہ دن بھی آتے ہیں
خدا چاہے تو اس کم بخت کو دل سے تمہیں چاہو

۱۸۴

عشق تاثیر کرے اور وہ تسخیر بھی ہو
یہ تو سب کچھ ہو مگر خواہش تقدیر بھی ہو

کاش تجھ سے ہی مقابل تری تصویر بھی ہو
دعویٰ ناز بھی ہو، شوخیٔ تقریر بھی ہو

۱۷۸

جعل سازوں نے بنایا ہے شکایت نامہ
کیوں خفا آپ ہوئے، یہ مری تحریر بھی ہو

طمع زر ہی سے انسان کی مٹی ہے خراب
خاک میں ہم تو ملا دیں اگر اکسیر بھی ہو

جب مقابل ہی نہ ہوں کس کو بتاؤں اچھا
سامنے آپ بھی ہوں آپ کی تصویر بھی ہو

پہلے یہ شرط مصور سے وہ کر لیتے ہیں
بانکی صورت بھی کھنچے ہاتھ میں شمشیر بھی ہو

مارے باندھے ہی سے چھوڑے گا فلک اپنی چال
کہکشاں اس کے لئے تیغ بھی زنجیر بھی ہو

کوئی نادان ہوں، یاروں کے کہے میں آؤں
جس کو تدبیر بتاتے ہیں وہ تدبیر بھی ہو

کاش وہ محفل اغیار میں اے جذبہ دل
میری تعظیم بھی دے، مجھ سے بغل گیر بھی ہو

جو نکمے ہیں کوئی کام نہیں کر سکتے
انہیں بوڑھوں میں شمار فلک پیر بھی ہو

لو پڑے غیر سے کیا خیر ہے کیسا ہے مزاج
تم جو چپ چپ بھی ہو، مضطر بھی ہو دلگیر بھی ہو

وصل کا خواب سناتے ہیں تمہیں یہ سن لو
خواب جس طرح کا ہے ویسی ہی تعبیر بھی ہو

تیری بزم طرب و عیش کو تکتی ہے نظر
ہیں جہاں اور وہاں عاشق دل گیر بھی ہو

گو ہے شوخی' وہ اثر دیدۂ نرگس میں کہاں
اس کی آنکھوں کی طرح سرمہ تسخیر بھی ہو

تم نمک خوار ہوئے شاہ دکن کے اے داغ
اب خدا چاہے تو منصب بھی ہو' جاگیر بھی ہو

۱۸۵

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ — مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ
نہ جاؤ' حال دل زار دیکھتے جاؤ — کہ جی نہ چاہے تو ناچار دیکھتے جاؤ
بہار عمر میں باغ جہاں کی سیر کرو — کھلا ہوا ہے یہ گلزار دیکھتے جاؤ
یہی تو چشم حقیقت نگر کا سرمہ ہے — نزاع کافر و دیں دار دیکھتے جاؤ
اٹھاؤ آنکھ' نہ شرماؤ' یہ تو محفل ہے — غضب سے جانب اغیار دیکھتے جاؤ
نہیں ہے جنس وفا کی تمہیں جو قدر نہ ہو — بنیں گے کتنے خریدار دیکھتے جاؤ
تمہیں غرض جو کرو رحم پائمالوں پر — تم اپنی شوخی رفتار دیکھتے جاؤ
قسم بھی کھائی تھی' قرآن بھی اٹھایا تھا — پھر آج ہے وہی انکار دیکھتے جاؤ
یہ شامت آئی کہ اس کی گلی میں دل نے کہا — کھلا ہے روزن دیوار دیکھتے جاؤ
ہوا ہے کیا ابھی' ہنگامہ اور کچھ ہو گا — فغاں میں حشر کے آثار دیکھتے جاؤ
شب وصال عدو کی یہی نشانی ہے — نشان بوسہ رخسار دیکھتے جاؤ
تمہاری آنکھ مرے دل سے لے سبب بے وجہ — ہوئی ہے لڑنے کو تیار دیکھتے جاؤ
ادھر کو آہی گئے اب تو حضرت زاہد — یہیں ہے خانہ خمار دیکھتے جاؤ
رقیب برسر پرخاش ہم سے ہوتا ہے — بڑھے گی مفت میں تکرار دیکھتے جاؤ
نہیں ہیں جرم محبت میں سب کے سب ملزم — خطا معاف خطا وار دیکھتے جاؤ

دکھا رہی ہے تماشا فلک کی نیرنگی — نیا ہے شعبدہ ہر بار دیکھتے جاؤ
بنا دیا مری چاہت نے غیرت یوسفؑ — تم اپنی گرمیٔ بازار دیکھتے جاؤ
نہ جاؤ بند کئے آنکھ رہ روان عدم — ادھر ادھر بھی خبردار دیکھتے جاؤ
سنی سنائی پہ ہرگز کبھی عمل نہ کرو — ہمارے حال کے اخبار دیکھتے جاؤ

کوئی نہ کوئی ہر اک شعر میں ہے بات ضرور
جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

ردیف ہ

۱۸۶

کیوں کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ
منظور تو ہے میری ملاقات سے توبہ

کیوں کر نہ کروں شور مناجات سے توبہ
آغاز ہو جب چار گھڑی رات سے توبہ

زاہد سے چھپایا ہے اسے گوشہ دل میں
بھاگی تھی کسی رند خرابات سے توبہ

یہ فصل اگر ہو گی تو ہر روز پئیں گے
ہم مے سے کریں توبہ کہ برسات سے توبہ

کیوں کر وہ ادھر آئے کہ اے حضرت زاہد
بچتی ہی نہیں قبلہ حاجات سے توبہ

تعریف صنم بات ہے پھر نہیں زاہد
کیا ٹوٹ گئی حرف و حکایات سے توبہ

بیعت بھی جو کرتا ہے تو وہ دست سبو پر
چکراتی ہے کیا رند خرابات سے توبہ

اللہ دکھائے نہ مجھے روز و شب ہجر
اس دن سے حذر کیجئے، اس رات سے توبہ

خود ہم نہ ملیں گے، نہ کہیں جائیں گے مہماں
کی آپ نے واللہ نئی گھات سے توبہ

کافر تری تقریر تو اچھی ہے، کریں کیا
کرتے ہیں مسلمان بری بات سے توبہ

وہ آئی گھٹا جھوم کے للچانے لگا دل
واعظ کو بلاؤ کہ چلی ہات سے توبہ

پھسلاتے ہیں کیوں آپ مجھے حضرت ناصح
منت سے کروں گا نہ مدارات سے توبہ

آفت ہے، قیامت ہے یہ پاداش، غضب ہے
توبہ، عمل بد کی مکافات سے توبہ

دنیا میں کوئی بات ہی اچھی نہیں زاہد
اس بات سے توبہ، کبھی اس بات سے توبہ

مسجد نہیں دربار ہے یہ پیر مغاں کا
دروازے کے باہر رہے اوقات سے توبہ

امید ہے مجھ کو یہ ندا آئے دم مرگ
مقبول ہوئی اس کی عنایات سے توبہ

یہ داغ قدح خوار کے کیا جی میں سمائی
سنتے ہیں کئے بیٹھے ہیں وہ رات سے توبہ

۱۸۷

کیوں برسر عتاب ہو، کیا اس سے فائدہ
کوئی اگر خراب ہو کیا اس سے فائدہ

حاصل بھی کچھ، نتیجہ بھی کچھ، دل جو دیں تمھیں
نقصان بے حساب ہو، کیا اس سے فائدہ

یکتا اگر ہوئے تو خدا بن نہ جاؤ گے
مانا تم انتخاب ہو کیا اس سے فائدہ

کیا لطف وصل ہے جو دوبارہ نہ ہو نصیب
دونا جو اضطراب ہو کیا اس سے فائدہ

چھریوں سے کم نہیں ہیں نگاہوں کی تیزیاں
ٹکڑے جو یوں نقاب ہو کیا اس سے فائدہ

گر دل ملے تو آنکھ ملانے کا لطف ہے
کیوں شکوۂ حجاب ہو کیا اس سے فائدہ

چلتا ہے کون کون چلے بزم وعظ سے
بدنام کیوں شراب ہو کیا اس سے فائدہ

کیوں خاکسار بن کے رہوں کوئے یار میں
مٹی مری خراب ہو کیا اس سے فائدہ

حرف سوال کہہ کے تقاضا نہ چاہئے
جب صاف ہی جواب ہو کیا اس سے فائدہ

ایسوں سے وہ نگاہ ملاتے نہیں کبھی
گر داغ آفتاب ہو کیا اس سے فائدہ

۱۸۸

دل کی ہے پرورش خلش درد و غم کے ساتھ
کتنے لگے پڑے ہیں یہاں ایک دم کے ساتھ

چلتا ہے ساتھ ایک مسافر کے دوسرا
اے کاش آرزو بھی نکل جائے دم کے ساتھ

مردے سے بھی رقیب کے مجھ کو تو خوف ہے
کیا جانے کیا کرے گا یہ اہل عدم کے ساتھ

عادت بھی ہے دروغ کی، خوف خدا بھی ہے
وہ کانپ جاتے ہیں جھوٹی قسم کے ساتھ

لکھتا ہوا چلا ہوں خط شوق راہ میں
چلتے ہیں میرے پاؤں برابر قلم کے ساتھ

اس کو یہ آرزو ہے مرا حال دیکھ لو
لب پر مرے دل آنے لگا شرح غم کے ساتھ

ہے آسماں کو ابر گہر بار سے حسد
نبھتی نہیں بخیل کی اہل کرم کے ساتھ

کیا جور کا مزہ ہے اگر آسمان نہ ہو
جو بات جس کی ہے وہ اسی کے ہے دم کے ساتھ

دونوں کا نام عشق میں مشہور ہو گیا
میرا وفا کے ساتھ تمہارا ستم کے ساتھ

سیدھی طرح کبھی نہیں رہتی تمہاری زلف
کرتی ہے بانکپن یہ بڑے پیچ و خم کے ساتھ

اک بار جان لی جو کسی کی تو کیا مزہ
کچھ کچھ کرم بھی کیجئے ہر ہر ستم کے ساتھ

افسوس اس زمانے میں وہ چیز ہی نہیں
دل کو ملا کے دیکھتے ہم جام جم کے ساتھ

اہل دول نہ دیکھیں مجھے چشم کم سے داغ
دولت لگی پڑی ہے مرے دم قدم کے ساتھ

۱۸۹

مانند طور بام پہ دیکھا تو کچھ نہ کچھ
بجلی تھی یا چھلاوا مگر تھا تو کچھ نہ کچھ

قاصد کی چال اور ہے تیور کچھ اور ہیں
اچھا برا جواب یہ لایا تو کچھ نہ کچھ

گو محفل رقیب میں جانا نہ چاہئے
دیکھیں گے ہم بلا سے تماشا تو کچھ نہ کچھ

ہر چند اضطراب میں ہم نے کہا ہے حال
قاصد بڑا فہیم ہے سمجھا تو کچھ نہ کچھ

گو عرض مدعا پہ مجھے گالیاں ملیں
نکلے گی میرے دل کی تمنا تو کچھ نہ کچھ

اچھا برا جواب ملے جائے نامہ بر
انکار ہی سہی مجھے لکھا تو کچھ نہ کچھ

کچھ وہم ہے کہ فکر ہے دل میں شب وصال
اندیشہ مند آپ کو پایا تو کچھ نہ کچھ

کیوں تیر وہ لگائے جو لے دل میں چٹکیاں
ہوتی ہے اس کی بات میں ایذا تو کچھ نہ کچھ

ہنگام امتحان ستم یاد تو کیا
بارے انہیں ہوئی مری پروا تو کچھ نہ کچھ

گو داور قیامت اسے صاف چھوڑ دے
ہم بھی جتائے جائیں گے دعوا تو کچھ نہ کچھ

عشرت نہ ہو قلق ہو یہ قسمت کی بات ہے
پھل عاشق کا داغ نے پایا تو کچھ نہ کچھ

۱۹۰

دنیا سے کیا غرض جو رہے ہم سے واسطہ
اس واسطے سے چھوڑ دو عالم سے واسطہ

تیرے مریض غم کی دعا ہے یہ دم بہ دم
ڈالے خدا نہ عیسیٰؑ مریمؑ سے واسطہ

رشک پری انہیں جو کہا، یہ ملا جواب
جب ہم پری ہیں کیا ہمیں آدم سے واسطہ

جب غیرؔ غیر ہے تو اسے کیوں ہو لاگ ڈانٹ
کچھ تم سے واسطہ ہے نہ کچھ ہم سے واسطہ

سچ ہے مقام دوست کے طالب کو کیا غرض
جنت سے واسطہ نہ جہنم سے واسطہ

الفت میں دونوں لازم و ملزوم ہو گئے
غم کو غرض ہے دل سے اسے غم سے واسطہ

پیغام بر رقیب کو آخر بنا لیا
پیدا کیا یہ کوشش پیہم سے واسطہ

آخر بغیر تر ہوئے دامن نہ بچ سکا
اس کو پڑا ہے دیدۂ پرنم سے واسطہ

کیوں ملتے ہیں حضرت زاہد کو مغبچے
کوئی تو ہے جناب مکرم سے واسطہ

محبوب بادشاہ دکن شادماں رہے
اے داغؔ ہم کو ہے فقط اس دم سے واسطہ

ردیف ے

۱۹۱

نفرت ہے حرف وصل سے اچھا یوں ہی سہی
لو آؤ اور بات سنو وہ نہیں سہی

چھوڑوں گا میں نہ ہاتھ چلے آؤ ساتھ ساتھ
نازک کلائی دکھتی ہے تو آستیں سہی

ظاہر تو اختلاط کی باتیں ہوا کریں
دل میں اگر نہیں ہے محبت نہیں سہی

مشقِ جفا کے واسطے کس کی تلاش ہے
کوئی اگر نہیں ہے تو یہ کمترین سہی

اقرار کرکے گھورتے ہو کیوں مری طرف
باور سہی، یقین سہی، دل نشیں سہی

آرام کچھ کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گا
زیرِ فلک نہیں ہے تو زیرِ زمیں سہی

بے داد کرکے چاہتے ہو پھر جفا کی داد
بہتر، بجا، درست، صحیح، آفریں سہی

سجدے ہی کرتے جائیں گے ہم تیری راہ میں
ہے نقشِ پا سے عار تو نقشِ جبیں سہی

بے دل لگی بھی داغ گذرنی محال ہے
وہ دل نہیں سہی، وہ تمنا نہیں سہی

۱۹۲

ایک طوفاں ہے غمِ عشق میں رونا کیا ہے
نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے

دیکھ کر سانولی صورت تری یوسفؑ بھی کہے
چٹ پٹا حسن نمک دار سلونا کیا ہے

چار باتیں بھی کبھی آپ نے گھل مل کے نہ کیں
انھیں باتوں کا ہے رونا مجھے رونا کیا ہے

کاوش و کینہ و بے رحمی و آزار وہی
اور اب اس کے سوا آپ سے ہونا کیا ہے

آشنا بحر محبت سے نکالیں نہ مجھے
ڈوبنے والے کو دشوار ڈبونا کیا ہے

کاش مل جائے ترا سایہ دیوار ہمیں
اوڑھنا کیا ہے، فقیروں کا بچھونا کیا ہے

لحد تنگ میں کروٹ بھی نہ لینے پائے
پاؤں پھیلا کے نہ سوئے تو وہ سونا کیا ہے

تیغ کھینچے ہوئے وہ ترک پھر اس پہ یہ غضب
ہم تڑی دیتے ہیں بس آپ سے ہونا کیا ہے

مزرع دل میں عبث تخم محبت بویا
جس سے حاصل نہ ہو اس تخم کا بونا کیا ہے

ابر رحمت ہے ادھر دیدۂ پرنم ہے ادھر
مشکل اس نامہ اعمال کا دھونا کیا ہے

تم پہ مر جائیں گے اس آس پہ ہم جیتے ہیں
زندگی شرط ہے تو جان کا کھونا کیا ہے

چمپئی رنگ پھر اس رنگ میں بجلی کی چمک
مات کندن ہے ترے رنگ سے سونا کیا ہے

اس کی ٹھوکر سے بھی کم بخت نہ جاگا افسوس
موت ہے داغ سیہ مست کا سونا کیا ہے

۱۹۳

آرزو ہے وفا کرے کوئی
جی نہ چاہے تو کیا کرے کوئی

گر مرض ہو دوا کرے کوئی
مرنے والے کا کیا کرے کوئی

کوستے ہیں جلے ہوئے کیا کیا
اپنے حق میں دعا کرے کوئی

ان سے سب اپنی اپنی کہتے ہیں
میرا مطلب ادا کرے کوئی

چاہ سے آپ کو تو نفرت ہے
مجھ کو چاہے خدا کرے کوئی

اس گلے کو گلہ نہیں کہتے
گر مزے کا گلا کرے کوئی

یہ ملی داد رنج فرقت کی
اور دل کا کہا کرے کوئی

تم سراپا ہو صورت تصویر
تم سے پھر بات کیا کرے کوئی

کہتے ہیں ہم نہیں خدائے کریم
کیوں ہماری خطا کرے کوئی

جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں
ایسی جنت کو کیا کرے کوئی

اس جفا پر تمہیں تمنا ہے
کہ مری التجا کرے کوئی

منہ لگاتے ہی داغ اترایا
لطف ہے پھر جفا کرے کوئی

۱۹۴

ہر چند شوخیوں کی حیا پردہ دار ہے
آنکھوں میں تیری فتنہ بہت بے قرار ہے

۱۹۵

جتنا وہ مہربان ہے یہ بے قرار ہے
دل کا معاملہ بھی عجب پیچ دار ہے

سب کچھ تو ہو چکا یہ فقط انتظار ہے
کہہ دیں بگڑ کے آپ تجھے اختیار ہے

اس فتنہ گر سے ہم سے تو رہتے ہیں توڑ جوڑ
شامت تو اس کی ہے کہ جو ناکردہ کار ہے

قیمت سوائی پہنچی ہے پہلے کشید سے
جو مے فروش ہے وہ مرا قرض دار ہے

بے وجہ یوں ہو، آپ کی تصویر حیرتی
مشتاق ہے کسی کا اسے انتظار ہے

ان پہلوؤں سے پوچھ لیا اس نے دردِ دل
نکلا مری زبان سے بے اختیار ہے

دل میں ہیں نامہ بر سے بہت بدگمانیاں
منہ پر یہ کہہ رہا ہوں ترا اعتبار ہے

اب تک تو ابتدائے محبت میں ہیں مزے
آگے مرا نصیب ہے اللہ یار ہے

جب تک وفا ہو وعدہ یہاں زندگی کہاں
مجھ سے زیادہ عہد ترا پائیدار ہے

یہ آپ جانیں داغ میں جو ہیں برائیاں
اتنا تو ہم کہیں گے بڑا وضع دار ہے

کب وہ چونکے جو شراب عشق سے مستانہ ہے
شور محشر اس کو بھر خواب اک افسانہ ہے

پھر سر شوریدہ پرجوش جنوں دیوانہ ہے
پھر دل تفسیدہ پر برق بلا پروانہ ہے

خوب ہی چلتی ہوئی وہ نرگس مستانہ ہے
آشنا سے آشنا بیگانے سے بیگانہ ہے

آتے جاتے ہیں نئے ہر روز مرغ نامہ بر
بندہ پرور آپ کا گھر بھی کبوتر خانہ ہے

فاتحہ پڑھنے کو آیا تھا مگر وہ شمع رو
آج میری قبر کا جو پھول ہے پروانہ ہے

درد سے بھرتے ہیں آنسو ضبط سے پیتے ہیں ہم
آنکھ کی ہے آنکھ یہ پیمانے کا پیمانہ ہے

پائے ساقی پر گرایا جب گرایا ہے مجھے
چال سے خالی کہاں یہ لغزش مستانہ ہے

کوہ کن کا تھا یہی پیشہ جو کاٹا تھا پہاڑ
کام مشکل جاں کنی اے ہمت مردانہ ہے

جب پڑا ہے وقت کوئی ہو گئے ہیں سب الگ
دوست بھی اپنا نہیں بیگانہ تو بیگانہ ہے

اس کے در پر جاکے ہوتا ہے گدا کو بھی یہ ناز
لوگ کہتے ہیں مزاج اس شخص کا شاہانہ ہے

مجھ کو لے جا کر کہا ناصح نے ان کے روبرو
آپ کے سر کی قسم یہ آپ کا دیوانہ ہے

اس کو دیوانہ بنا لوں تو کروں جھک کر سلام
میں تو بھولا ہوں مگر دشمن بڑا فرزانہ ہے

ہم نے دیکھا ہی نہیں خالی نحوست سے کوئی
زاہدوں کو نامبارک سبحہ صد دانہ ہے

داغ یہ ہے کوئے قاتل مان ناداں ضد نہ کر
اٹھ یہاں سے، ادھر، گھر بیٹھ، کچھ دیوانہ ہے

۱۹۶

کلیجا کرے خون وہ دل یہی ہے
تمہاری برابر کا قاتل یہی ہے

جو بے آگ جل جائے وہ دل یہی ہے
جو بے زخم تڑپے وہ بسمل یہی ہے

نہیں یک دلی سخت مشکل یہی ہے
کہ وہ دل وہی اور یہ دل یہی ہے

برائی نہ چاہے بروں سے نبا ہے
اگر ہے تو دنیا میں مشکل یہی ہے

نہ ٹھہرا وہ ناوک تو دل یوں پکارا
ٹھہرا اے مسافر کہ منزل یہی ہے

چھپاتے ہو مٹھی میں کیوں دیکھ پایا
یہی ہے یہی ہے مرا دل یہی ہے

کرے مجھ سے ہر چند وہ بھولی باتیں
مگر پھر کہوں گا کہ قاتل یہی ہے

طبیعت کا آنا ہے آفت کا آنا
کرے صبر انسان مشکل یہی ہے

رہ عشق میں راہ زن کیا نہ ہو گا
مجھے خوف منزل بہ منزل یہی ہے

نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی
اگر آپ کا رنگ محفل یہی ہے

ترا جلوہ ٹھہرا ہے مقصود عالم
کہ ساری خدائی کا حاصل یہی ہے

بھری بزم میں تجھ کو آتا ہے کیسا ۔۔۔ یہ پہچان جاتا کہ مائل یہی ہے
تڑپنے سے جس کے تسلی ہو تجھ کو ۔۔۔ مری جان اس کام کا دل یہی ہے
ہماری شب غم گذر جائے یا رب ۔۔۔ کہ آسان کرنے کی مشکل یہی ہے
خدا نے بنایا بتوں نے بگاڑا ۔۔۔ نہ کعبہ نہ بت خانہ وہ دل یہی ہے
مری بزم کا عیش سن کر وہ بولے ۔۔۔ اگر موت سے ہے تو غافل یہی ہے

وفا وہ کریں داغ یہ کس نے مانا
مگر آپ کا زعم باطل یہی ہے

۱۹۷

غیر ہو ناشاد کیوں کیسی کہی ۔۔۔ چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی
پہلے گالی دی سوال وصل پر ۔۔۔ پھر ہوا ارشاد کیوں کیسی کہی
پیر زن کے ساتھ بول اٹھی اجل ۔۔۔ اس نے اے فرہاد کیوں کیسی کہی
تم نے دل کی بات کیوں کیسی سنی ۔۔۔ ہم نے یہ رو داد کیوں کیسی کہی
عاشقوں کے قتل پر اتنی خوشی ۔۔۔ آپ ہیں جلاد کیوں کیسی کہی
مانگتے تھے میرے ملنے کی دعا ۔۔۔ وہ بھی دن ہیں یاد کیوں کیسی کہی
لے چلیں گے آج تجھ کو ان کے پاس ۔۔۔ اے دل ناشاد کیوں کیسی کہی
حشر میں پوچھے گا کہہ کر سرگذشت ۔۔۔ یہ کہانی یاد کیوں کیسی کہی
سن لئے وصل عدو کے تم نے شعر ۔۔۔ یہ مبارک باد کیوں کیسی کہی
میں کروں تیری طرح تجھ پر ستم ۔۔۔ اے ستم ایجاد کیوں کیسی کہی
دل لگایا اب تو ہم نے پند گو ۔۔۔ ہرچہ بادا باد کیوں کیسی کہی
صید کر لو طائر جان رقیب ۔۔۔ تم بنو صیاد کیوں کیسی کہی

۱۹۴

ہم نے تجھ سے آج اپنی آرزو بے کئے فریاد کیوں کیسی کہی
تو بھی اے ناصح کسی پر جان دے ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی

داغ تجھ کو باغ جنت نصیب
خانماں برباد کیوں کیسی کہی

۱۹۸

کہا تھا ہم نے جو کچھ راز داں سے سنا وہ آج دشمن کی زباں سے
یہ ہے امید جسم ناتواں سے کروں میں اڑ کے باتیں آسماں سے
ملا تھا یا نہیں اس دل ستاں سے ترا آنا ہوا قاصد کہاں سے
برستے ہیں وہ فتنے آسماں سے قیامت مٹ گئی میرے نشاں سے
نکالو داغ کو اپنے مکاں سے چلا آیا یہ دیوانہ کہاں سے
وہی کہتا ہوں میں سنتا ہوں جو کچھ ملی ہے یوں زباں ان کی زباں سے
ہدف دل کو کرے گا اک نہ اک دن یہ تیرا کھیلنا تیر و کماں سے
انہیں غصہ، ہمیں ہے شوق، قاصد چلیں گے وہ وہاں سے ہم یہاں سے
مری آہیں رقیبوں کی دعائیں یہ فوجیں لڑ رہی ہیں آسماں سے
چلے بے راہ اکثر رہرو شوق بچی جاتی ہے منزل کارواں سے
ہر اک میں عیب نکلیں گے کہاں تک تمہیں اچھے سہی سارے جہاں سے
سنا ہے آئی کچھ اس پر بھی آفت مزہ ملنے کا اب ہے پاسباں سے

کہاں اے داغ اب اپنا ٹھکانا
اٹھا بیٹھے ہیں دل دونوں جہاں سے

۱۹۹

تاثیر محبت نے کیوں دیر لگائی ہے
یارب مری قسمت نے کیوں دیر لگائی ہے

مظلوم جفا آخر کب داد کو پہنچیں گے
کیا جانے قیامت نے کیوں دیر لگائی ہے

مے خانے پہ آجائے گھنگور گھٹا گھر کر
اللہ کی رحمت نے کیوں دیر لگائی ہے

وہ سنگ دل آتا ہے کب میرے جنازے پر
لے جانے میں خلقت نے کیوں دیر لگائی ہے

لڑتی نہیں آنکھ ان کی گو سامنے بیٹھے ہیں
شوخی نے شرارت نے کیوں کیوں دیر لگائی ہے

کم ظرف نہیں مے کش ہے ان کو حیا مانع
ساقی تری ہمت نے کیوں دیر لگائی ہے

کل صبح قیامت ہے کیا جانے کوئی اس کو
میری شب فرقت نے کیوں دیر لگائی ہے

دشوار نہیں میرے لکھے کا بدل دینا
پھر کاتب قدرت نے کیوں دیر لگائی ہے

تم کہہ نہ سکے جلدی اشعار بہت اچھے
اے داغ طبیعت نے کیوں دیر لگائی ہے

۲۰۰

کس طرح کہوں قیس ترے دل کو لگی ہے
نالوں سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے

اے راہ نما راہ لے تو اور طرف کی
کچھ اور ہوا رہرو منزل کو لگی ہے

مٹتی ہے کوئی داغ محبت کی نشانی
یہ چوٹ غضب کی مہ کامل کو لگی ہے

جام مئے کوثر لئے مشتاق ہیں حوریں
کیوں دیر الٰہی مرے قاتل کو لگی ہے

تعریف سنی حضرت یوسفؑ کی بہو مجھ سے
اک چوٹ مرے حور شمائل کو لگی ہے

انصاف سے دشمن نے کبھی حق میں ہمارے
اچھی بھی کہی ہے تو بری دل کو لگی ہے

میں تیرے سوا اور نہ اللہ سے مانگوں
مدت سے یہی دھن ترے سائل کو لگی ہے

مجبور ہوا شکر جفا سے بھی تو کم بخت — کیا موت کی ہچکی ترے بسمل کو لگی ہے
دیکھا نہ کنارا کبھی کشتی نے ہماری — کب تھیں حباب لب ساحل کو لگی ہے
کچھ روتے ہیں کچھ مرتے ہیں کچھ لوٹ رہے ہیں — کس کی نظر بد تری محفل کو لگی ہے

جب سے یہ سنا، داغ نے کی عشق سے توبہ
گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں کیا دل کو لگی ہے

۲۰۱

وقت انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے — روبرو داور محشر کے اشارے ہوتے
بزم دشمن میں ترے ہم کو نظارے ہوتے — اور اس بات کے آنکھوں میں اشارے ہوتے
کس نے یوں پیار کیا کس نے وفا ایسی کی — کیوں کریں قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے
شب فرقت میں دھواں دھار گھٹا چھائی ہے — کاش گنتے جو نمودار ستارے ہوتے
پھول تھے غیر کی قسمت میں اگر اے ظالم — تو نے پتھر ہی مجھے پھینک کے مارے ہوتے
قیس و فرہاد بھلے کو نہ ہوئے آج کے دن — وہ بھی سو جان سے قربان تمہارے ہوتے
تارے گن گن کے گذاری شب دیجور فراق — کیا مصیبت تھی جو گنتی کے ستارے ہوتے
نامہ بر رہ کے وہاں تجھ کو خبر لانی تھی — چار دن اور مصیبت کے گذارے ہوتے
جور کے لطف تھے جب بد مزگی کے تھے مزے — جو تمہارے تھے وہی ڈھنگ ہمارے ہوتے
کیوں مرے پاس تڑپنے کو رہے پہلو میں — آپ بھی حضرت دل ساتھ سدھارے ہوتے
زلفیں بکھری ہوئی تم نے جو سنواریں تو کیا — کام بگڑے ہوئے عاشق کے سنوارے ہوتے
چار دن بھی نہ رقیبوں سے نبھی، دیکھ لیا — جو ہمارے نہ ہوئے کب وہ تمہارے ہوتے
امتحاں گاہ محبت میں نہ ٹھہرے اغیار — یوں نہ گھبراتے اگر دل کے کرارے ہوتے

بے نیازی کی ادا ان میں نہ ہوتی ہرگز
داغ یہ بت جو نہ اللہ کو پیارے ہوتے

۲۰۲

وہ قتل کیا اس نے یہ شہرت ہو کسی کی — کیا لطف ہو محشر میں بھی تربت ہو کسی کی
ہم اپنے ہی سر لیں گے مصیبت ہو کسی کی — آئے گی اسی جان پہ آفت ہو کسی کی
مٹ جائے کوئی حسن سے، شہرت ہو کسی کی — ماتم ہو کسی کا شب عشرت ہو کسی کی
پیغام دیا تھا کوئی مرتا ہے خبر لو — قاصد سے کہا گر یہی عادت ہو کسی کی
تم ظلم کئے جاؤ یہ ذمہ ہے ہمارا — پرسش بھی جو فردائے قیامت ہو کسی کی
وہ صدمے اٹھائے ہیں کہ ہر دم یہ دعا ہے — دنیا میں کسی کو نہ محبت ہو کسی کی
ہم لطف کے رتبے کو ابھی جانچ رہے ہیں — دل دیں اگر ایسی ہی عنایت ہو کسی کی
بے دل ہیں یہ معشوق بھی عاشق سے زیادہ — دل ہو تو ضرور اس میں محبت ہو کسی کی
کیوں وصل کی شب ہاتھ لگانے نہیں دیتے — معشوق ہو یا کوئی امانت ہو کسی کی
نصاف اسی روز تو ٹھہرا ہے ہمارا — ایسا نہ ہو شرمندہ قیامت ہو کسی کی
اے نامہ بر، انداز سخن سیکھ لے ہم سے — تعریف کے پہلو میں شکایت ہو کسی کی
لپٹا دے مجھے تیغ سے اے شوق شہادت — پوری نہ کسی طرح سے حجت ہو کسی کی
دشمن کی کبھی تم سے برائی نہ کروں گا — کیا فائدہ کیوں مفت میں غیبت ہو کسی کی
دیکھی ہے وہ شوخی کہ یہ جی چاہ رہا ہے — مٹی کے بھی پتلے میں شرارت ہو کسی کی
آتا ہے مجھے نرگس حیراں سے یہی وہم — کم بخت کی آنکھوں میں نہ حسرت ہو کسی کی
اے داور محشر نظر رحم کسی پر — مجھ کو نہیں منظور کہ ذلت ہو کسی کی
راحت طلبی نے مجھے رکھا نہ کہیں کا — طاعت ہو کسی کی نہ اطاعت ہو کسی کی

اے نامہ بر، احوال غم ہجر تو لکھ دوں — ایسا نہ ہو میری ہی سی حالت ہو کسی کی
لڑنا، کبھی ملنا، کبھی آنا، کبھی جانا — تم شوخ ہو یا شوخ طبیعت ہو کسی کی
لو رہنے دو تمکیں کے لئے غیر کی تصویر — شاید جو نہ ہوں میں تو ضرورت ہو کسی کی

یہ داغ ہماری نہیں سنتا نہیں سنتا
ایسی بھی الٰہی نہ بری مت ہو کسی کی

۲۰۳

عشق میں عیش کے بدلے یہ تباہی کیسی — پھنس گئی جان مصیبت میں الٰہی کیسی
چاہتے ہو مری چاہت کا رقیبوں سے ثبوت — جب ہو مجرم کو خود اقرار گواہی کیسی
ابھی آئی، ابھی چھائی، شب ہجراں اے چرخ — دوڑتی ہے ترے منہ پر یہ سیاہی کیسی
ترک خوں خوار ترا غمزہ پھر اس پر چالاک — دل سے لڑتا ہے لڑائی یہ سپاہی کیسی
دل نہیں مال تو اس کا تمہیں لالچ کیسا — تم نہیں چور تو دزدیدہ نگاہی کیسی
تم تو دل دار و وفا دار ہو، لو کیا کہنا — منصفی شرط ہے کیوں ہم نے نباہی کیسی
پارسا جان کے وہ مجھ سے ملے دھوکے میں — آگئی کام مری پاک نگاہی کیسی
ابر آیا ہے فلک پر کہ شب غم یا رب — یہ سپیدی میں جھلکتی ہے سیاہی کیسی
اس سے بڑھ کر تو گنہ گار نہ دیکھا نہ سنا — جب کیا عشق تو ناکردہ گناہی کیسی

کیا بری چیز ہے، الفت کا برا ہو، اے داغ
دل سے ہم دم نے برائی سری چاہی کیسی

۲۰۴

فراق یار میں تمکیں دل بے تاب کو ہوتی
جو اپنے عیش سے فرصت مرے احباب کو ہوتی

پسند آتی اگر اس شوخ کو اس دل کی بے تابی
یہ حسرت برق کو' یہ آرزو سیماب کو ہوتی

بتایا ان حسینوں کو تباہی کے لئے ورنہ
ترقی سی ترقی عالم اسباب کو ہوتی

شب فرقت جو دیکھا چودھویں کا چاند کیا دیکھا
میسر اس کی صورت دیدۂ بے خواب کو ہوتی

پڑی تھی مخمصے میں جان مجھ سے کش کی مر جاتا
اگر کچھ دیر اے زاہد شراب ناب کو ہوتی

نئی سیریں' نرالے رنگ کیوں کر دیکھتا کوئی
ہمیشہ کیوں نہ گردش عالم اسباب کو ہوتی

رہا پردے میں وہ بت ورنہ ابرو کے اشارے سے
قیامت تھی کہ جنبش کعبے کی محراب کو ہوتی

مزہ جب تھا نہ رہتا نام کو بھی اس میں دم باقی
یہاں تک پیاس تیرے خنجر بے آب کو ہوتی

نگاہ شوق موسیٰ کی طرح گر دیکھتی تجھ کو
کہاں یہ تاب تیرے روئے عالم تاب کو ہوتی

شب غم داغ سینے سے نہ اٹھا ہاتھ ہی ورنہ
فروغ داغ سے نسبت نہ کچھ مہتاب کو ہوتی

۲۰۵

یہ چرچے ہیں ہمیں دونوں کے دم سے   نہ تم سے پھر زمانے میں نہ ہم سے

اگر مر جائیں تو چھٹ جائیں غم سے — مگر یہ ہو نہیں سکتا ہے ہم سے

ہمیں ہے کس کی حسرت، تیری حسرت — محبت کس کے دم سے، تیرے دم سے

نہ لکھیں گے جواب خط کسی کو — یہی لکھ دے وہ کاش اپنے قلم سے

یہاں تک ہو گئے ہیں محو دیدار — یہ آنکھیں کم نہیں بیت الصنم سے

نہ کیوں ہو ان کی گھبرائی ہوئی چال — کہ فتنے لپٹے جاتے ہیں قدم سے

پسند آئی انہیں خود طرز رفتار — نظر اٹھتی نہیں اپنے قدم سے

غلط ہر وعدہ پھر ہر بار کہنا — ہماری توبہ ہی جھوٹی قسم سے

کہا یہ شکوۂ روز جزا پر — تجھے پالا پڑے گا پھر بھی ہم سے

شب وعدہ ہمارے خواب میں آئے — وہ سچے بن گئے جھوٹی قسم سے

ملا یہ خامہ فرسائی پر الزام — ہمیں لکھا ہے خط ٹوٹے قلم سے

مرے سر پر نہ رکھو ہاتھ اپنا — کہ ہوگا درد سر جھوٹی قسم سے

زمانے کو فلک کو ساتھ لے لو — یہ جی بھرتا نہیں تھوڑے ستم سے

دم تحریر خط یہ ہیں دعائیں — چلے قاصد سوا میرے قلم سے

کہیں گے ہم کہ ہم کو چاہتے ہو — اگر تم ہاتھ اٹھا بیٹھے ستم سے

خدا باآبرو دے رزق اے داغ
نہیں ہے بحث ہم کو بیش و کم سے

۲۰۶

اجل روز جدائی کیوں نہ آئی — کسی کی مجھ کو آئی کیوں نہ آئی

بہت عاشق تھے خواہان قیامت — بلائے سے نہ آئی کیوں نہ آئی

تعجب ہے کہ اس بے داد پر بھی ترے آگے برائی کیوں نہ آئی
محبت میں جو دل پر آئی تھی چوٹ جگر پر وہ سوائی کیوں نہ آئی
عدو کو پھیر لاتا در سے مجھے یہ رہ نمائی کیوں نہ آئی
ترا شفاف چہرہ تن بدن صاف طبیعت میں صفائی کیوں نہ آئی
مسیحائی اگر آتی ہے تم کو ادائے جاں فزائی کیوں نہ آئی
مجھے بھولا سمجھ لے ورنہ واعظ سمجھ میں پارسائی کیوں نہ آئی

ہزاروں چاہتے ہیں داغ تم کو
تمھیں پھر بے وفائی کیوں نہ آئی

۲۰۷

پوچھتے ہیں وہ مزاج اچھا تو ہے مار رکھنے کا علاج اچھا تو ہے
یاس کل وجہ استغنا ہوئی جب نہ ہو کچھ احتیاج اچھا تو ہے
گر حسینوں میں بھی ہو رسم وفا کیا برا ہے یہ رواج، اچھا تو ہے
آشیاں زیب سر مجنوں ہوا اے جنوں تنکوں کا تاج اچھا تو ہے
سینہ کوبی دل خراشی چاہیے ہو سکے جو کام کاج اچھا تو ہے
دل نہ ٹھہرے گا تو کیا ٹھہرے گا عشق قلب کا یہ اختلاج اچھا تو ہے

داغ کو دی ہے تسلی آپ نے
واقعی وہ کل سے آج اچھا تو ہے

۲۰۸

پھول دن بھر میں ترو تازہ کہاں رہتا ہے
آدمی تیس برس تک بھی جواں رہتا ہے

داغ حسرت جو پس مرگ عیاں رہتا ہے
یہ نشان قدم عمر رواں رہتا ہے

دل میں رہتا ہے جو آنکھوں سے نہاں رہتا ہے
پوچھتے پھرتے ہیں وہ داغ کہاں رہتا ہے

کون سا چاہنے والا ہے تمہارا ممنون
سر تو رہتا نہیں احسان کہاں رہتا ہے

دست رو سینہ عشاق پہ مارا اکثر
تیغ سے بڑھ کے ترا ہاتھ رواں رہتا ہے

وہ کڑی بات سے لیتے ہیں جو چٹکی دل میں
پہروں ان کے لب نازک پہ نشاں رہتا ہے

میں برا ہوں تو برا جان کے ملئے مجھ سے
عیب کو عیب سمجھئے تو کہاں رہتا ہے

خانہ دل میں تکلف بھی رہے تھوڑا سا
کہ ترا 'داغ' ترا درد یہاں رہتا ہے

لامکاں تک کی خبر حضرت واعظ نے کہی
یہ تو فرمائیں کہ اللہ کہاں رہتا ہے

ہم تو سمجھے تھے کہ درباں ہے تمہارا نوکر
کیا خبر تھی ملک الموت یہاں رہتا ہے

ان کے آتے ہی مجھے حور کا آیا جو خیال
بولے گھبرا کے کوئی اور یہاں رہتا ہے

اپنے کوچے میں نئی راہ نکال اپنے لئے
کہ یہاں مجمع آفت زدگاں رہتا ہے

جیسی دو آنکھیں ہیں دو دل بھی ملے ہیں مجھ کو
وقت پر ایک یہاں ایک وہاں رہتا ہے

گرچہ وہ کوستے ہیں فخر ہے اس کا مجھ کو
نام میرا ہی انہیں ورد زباں رہتا ہے

کچھ مجھے وہم بندھا کرتے ہیں تنہائی میں
کچھ انہیں بھی مری جانب سے گماں رہتا ہے

کیا کروں عشق میں بے تابی دل کا شکوہ
صبر کرنے سے بھی پہروں خفقاں رہتا ہے

میرے مطلب کی کہانی سے انہیں ہے نفرت
یہی افسانہ مجھے نوک زباں رہتا ہے

زخم آلے تو سبھی خشک ہوا کرتے ہیں
داغ مٹتا ہی نہیں اس کا نشاں رہتا ہے

۲۰۹

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے
رنج بھی ایسے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

جو زمانے کے ستم ہیں وہ زمانہ جانے
تو نے دل اتنے ستائے ہیں کہ جی جانتا ہے

مسکراتے ہوئے وہ مجمع اغیار کے ساتھ
آج یوں بزم میں آئے ہیں کہ جی جانتا ہے

سادگی، بانکپن، اغماض، شرارت، شوخی
تو نے انداز وہ پائے ہیں کہ جی جانتا ہے

انہی قدموں نے تمہارے انہی قدموں کی قسم
خاک میں اتنے ملائے ہیں کہ جی جانتا ہے

تم نہیں جانتے اب تک، یہ تمہارے انداز
وہ مرے دل میں سمائے ہیں کہ جی جانتا ہے

کعبہ و دیر میں پتھرا گئیں دونوں آنکھیں — ایسے جلوے نظر آئے ہیں کہ جی جانتا ہے
دوستی میں تری در پردہ ہمارے دشمن — اسی قدر اپنے پرائے ہیں کہ جی جانتا ہے

داغ وارفتہ کو ہم آج ترے کوچے سے
اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے

۲۱۰

تم لبھاتے ہو بار بار کسے — ایسی باتوں کا اعتبار کسے
جب تلوّن مزاج وہ ٹھہرے — بے وفائی کا اعتبار کسے
مانگتا ہے دعا رقیب آکر — کھینچ لایا مرا مزار کسے
میرے مرنے کے بعد رو کے کہا — اب کہیں گے وفا شعار کسے
تاک میں دل کی ہے نشیلی آنکھ — اور کہتے ہیں ہوشیار کسے
دیکھیے رنگ لائے کیا جوبن — لوٹتی ہے تری بہار کسے
اک زمانے میں پڑ گئی ہل چل — کر دیا تم نے بے قرار کسے

داغ کو دو ہی دن میں بھول گئے
آپ کہتے تھے جاں نثار کسے

۲۱۱

دل کے رہنے کا اعتبار کسے — اور کہنے کا اختیار کسے
دل سے دشمن کا اعتبار کسے — ہم بتائیں صلاح کار کسے
یاد بھی ہے کہ آج بھول گئے — کل کیا تھا امیدوار کسے

موت سے پیشتر ہی مر جاؤں اس قدر تنگ انتظار کے
جب کہا میں نے ہائے لوٹ لیا دل پکارا کہ میرے یار کے
غیر کو بھی ملا لیا ہم نے وہ بنائیں گے راز دار کے
ذکر دشمن تو خوب تھا کہئے اب گذرتا ہے ناگوار کے
دل دعا کیا کرے مرے حق میں بخشوائے گناہ گار کے
بجلیاں ہیں یہ شوخیاں تیری اور کہتے ہیں بے قرار کے

داغ سے وہ اگر نہیں ملتے
نہ ملیں ہے یہ افتخار کے

۲۱۲

ہیں خون دل سے دیدۂ گریاں بھرے ہوئے دونوں چراغ ہیں شب ہجراں بھرے ہوئے
زخموں پہ میرے کان ملاحت کے ہاتھ سے خالی کئی ہوئے ہیں نمک داں بھرے ہوئے
منکر ہے قتل غیر سے کیوں دیکھ تو ذرا آیا ہے کون خون سے داماں بھرے ہوئے
خالی نہیں فساد سے یہ تیوری کے بل آتے ہو تم کہیں سے مری جاں بھرے ہوئے
مجھ رند پاک باز کو خالی سمجھ نہ شیخ اس دل میں ہیں خزانۂ عرفاں بھرے ہوئے
ہیں جنتی گلی میں تری کشتگان تیغ ہیں اس زمیں میں گنج شہیداں بھرے ہوئے

اے داغ دل ترا نہ شگفتہ ہوا کبھی
عالم میں ہیں گلوں سے گلستاں بھرے ہوئے

۲۱۳

ایسے تنگ آئے ہاتھ سے دل کے روئے ہم غیر سے گلے مل کے
عرش سے آگے آگے ملتے ہیں کچھ کچھ آثار اپنی منزل کے

عشق پر زور، حسن زور شکن
رہ گئے آج ہاتھ مل مل کے

بوسہ دینے کا لطف تو یہ ہے
ہونٹ ملنے نہ پائیں سائل کے

ہاتھ گردن میں ڈال کر بولے
کس سے ملئے ترے گلے مل کے

شوق سے آپ آئینہ دیکھیں
ہوش اڑ جائیں گے مقابل کے

داغ کے عشق پر یہ ناز کرو
ہم ہیں معشوق فرد کامل کے

۲۱۴

کام رکنے کا نہیں اے دلِ ناداں کوئی
خود بخود غیب سے ہو جائے گا ساماں کوئی

بیچتا ہوں جو خریدے مرے ارماں کوئی
مفت دیتا ہوں اگر مان لے احساں کوئی

عشق جس کو نہ ہو ایسا نہیں انساں کوئی
آگے تقدیر ہے خوش ہو کہ پشیماں کوئی

مل گیا اور ہی غارت گرِ ایماں کوئی
لے گیا لوٹ کے مجھ سے ترے ارماں کوئی

تھا ابھی چشمِ تصور میں نمایاں کوئی
ہو گیا دیکھتے ہی دیکھتے پنہاں کوئی

لائے کیوں کر یہ یقیں دل سے مسلماں کوئی
بے قسم کھائے وہ کرتے نہیں پیماں کوئی

پانی پی پی کے دعا دیں تجھے بسمل قاتل
ان کو پہنچا دے سرِ چشمہ حیواں کوئی

ان اچٹتی ہوئی باتوں کے نہیں ہم قائل
کرے انکار باندازۂ پیماں کوئی

دیر ہو جائے بلا سے انہیں آرائش میں
رہ نہ جائے کسی کم بخت کا ارماں کوئی

رکھ کے پیکاں مرے زخموں میں لگاتا ٹانکے
ہو یونہیں دیکھ کے انگشت بہ دنداں کوئی

شکوۂ رنجش و بیداد بھی کرنا قاصد
مگر اتنا کہ نہ ہو جائے پشیماں کوئی

جانتے بھی ہو اس ارمان بھرے کو کہ نہیں
شب کو بیٹھا تھا کسی گوشے میں پنہاں کوئی

برسوں امید شہادت میں جئے ہم اے خضر
تیغ سے بڑھ کے نہیں دم کا نگہباں کوئی

نظر آتا نہیں محفل میں کہیں پروانہ
بن کے بیٹھا ہے کہاں شمع شبستاں کوئی

حسرتیں یوں تو محبت میں بہت ہوتی ہیں
دل میں رکھنے کا نکل آتا ہے ارماں کوئی

منفعل روز قیامت ہو وہ ظالم توبہ
داد خواہی سے نہ ہو جائے پشیماں کوئی

چشم بد دور وہ صیاد ہیں تیری آنکھیں
سامنے ہو کے نکلتا نہیں انساں کوئی

ایک مہمان نے آتے ہی یہ گھر لوٹ لیا
وہ جو دل میں ہے تو باقی نہیں ارماں کوئی

دل تڑپ کے ادھر آتا ہے تو بڑھتی ہے خلش
ہے مگر دوسرے پہلو میں بھی پیکاں کوئی

اس کو میں لکھ کے خط شوق پتا بھول گیا
غیر ہی لکھ دے مرے نامے کا عنواں کوئی

طبع حاضر ہے 'صفائی بھی ہے' نیت بھی درست
اب تو کر لیجئے خدا کے لئے پیماں کوئی

میں شب وصل زباں چوس کے چھوڑوں کیوں کر
کر سکے غیر سے کیوں وعدہ و پیماں کوئی

اے حیات ابدی کچھ تو سہارا دینا
نظر آتا ہے مجھے جان کا خواہاں کوئی

ہے حسینوں کی عدالت میں اسی کی بخشش
ہو جو ناکردہ خطا دل سے پشیماں کوئی

ہو گی اس بزم میں گلدستہ نرگس کی بہار
باندھ دے اس میں مرا دیدۂ حیراں کوئی

آتشیں آہ نے بل خاک نکالے دیکھو
سیدھے کرتا ہے ادھر ناوک جاناں کوئی

جب سے کی عشق سے توبہ نظر آتے ہیں یہ خواب
کھینچتا ہے کوئی دامن تو گریباں کوئی

توڑ کر عہد بت عہد شکن نے یہ کہا
آپ کی عمر کا رشتہ نہیں پیماں کوئی

دل میں چبھ جاتی ہیں کس طرح تمہاری آنکھیں
سرخ دیکھا نہ کبھی ناوک مژگاں کوئی

فرصت ناز بھی پہروں نہیں ملتی افسوس
وہ ہے مصروف ستم ہائے فراواں کوئی

آنکھ میں آنکھ تو ڈالی نہیں جاتی ظالم
دل میں دل ڈال دے کس طرح سے انساں کوئی

مٹ چکی ہے خلش دل مگر اب بھی اے داغ
پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہے ارماں کوئی

تری محفل میں یہ کثرت کبھی تھی — ہمارے رنگ کی صحبت کبھی تھی
اس آزادی میں کیا وحشت کبھی تھی — مجھے اپنے سے بھی نفرت کبھی تھی
ہمارا دل، ہمارا دل کبھی تھا — تری صورت، تری صورت کبھی تھی
ہوا انساں کی آنکھوں سے ثابت — عیاں کب نور میں ظلمت کبھی تھی
دکن میں آئے ہم ہندوستاں سے — تصور میں بھی یہ صورت کبھی تھی
مٹی کیا آبروئے عشق افسوس — کہ اس ذلت میں بھی عزت کبھی تھی
جہاں سو حسرتوں کی پوٹ ہے اب — یہیں اک شخص کی تربت کبھی تھی
ذرا انصاف کیجئے کون ہوں میں — نہ تھی یا کچھ مری عزت کبھی تھی
اسی حسرت میں اب دل مبتلا ہے — کہ جس امید میں حسرت کبھی تھی
ابھی باقی ہے کچھ آزار کا شوق — وہ پھر ہو جو مری حالت کبھی تھی

ترحم بھی تجھے ہم پر کبھی تھا — تسلی بھی دم رخصت کبھی تھی
نہ دی دو گز زمیں مرقد کو میرے — کہا اس کوچے میں تربت کبھی تھی
کریں کیا اب زمانے کی شکایت — کہ دنیا منزل راحت کبھی تھی
محبت سے تری ہوتا ہے اب رنج — عداوت سے تری الفت کبھی تھی
شب ہجراں میں سویا کون کم بخت — کبھی کچھ ہوش تھا غفلت کبھی تھی
دل ویراں میں باقی ہیں یہ آثار — یہاں غم تھا یہاں حسرت کبھی تھی
مزا آتا نہیں وہ قتل میں اب — ترے چرکوں میں جو لذت کبھی تھی
شکایت سن کے یہ ہوتا ہے ارشاد — تری تقدیر میں راحت کبھی تھی
یہ تہمت رکھ کے ہم ان سے ملیں گے — ہماری آپ کی صحبت کبھی تھی

تمہاری سادگی یہ کہہ رہی ہے — نگاہ ناز اک آفت کبھی تھی

ہجوم غم سے اب تک مر نہ جاتا — مجھے مرنے کی بھی فرصت کبھی تھی

دل برباد میں اڑتی ہے اب خاک — یہ بستی غیرت جنت کبھی تھی

یہ دل حاضر ہے لیجئے، اس سے کیا بحث — نہ تھی یا آپ کی نیت کبھی تھی

نہیں ہے اب نہیں ہے صاف سن لو — کبھی تھی مجھ کو ہاں چاہت کبھی تھی

تم اترائے کہ بس مرنے لگا داغ
بناوٹ تھی جو وہ حالت کبھی تھی

۲۱۶

ہم تیرے کام، اے دل مضطر بنائیں گے — اب کے بگڑ گئے تو مکرر بنائیں گے

تصویر یار اپنی جبیں پر بنائیں گے — بگڑا ہوا ہم اپنا مقدر بنائیں گے

جنت کے بدلے دل میں ترے گھر بنائیں گے — یہ یادگار ہم سر محشر بنائیں گے

ایمان کی تو یہ ہے غضب ہیں بتان ہند — اپنا ہی سا مجھے بھی یہ کافر بنائیں گے

حرف غلط نہیں مری تقدیر کا لکھا — احباب چھیل کر اسے کیوں کر بنائیں گے

اوروں پہ کیوں نزول بلا اپنے ساتھ ہو — اب ہم مکان شہر سے باہر بنائیں گے

کیا بن پڑے گا کوئی نہ دل کا مسودہ — اکثر مٹائیں گے ابھی اکثر بنائیں گے

ہو گا یونہیں جو تشنہ خوں ایک ایک کا — کیوں مے فروش بادۂ احمر بنائیں گے

دینے لگا ہے ہم کو مزا خار آرزو — اس کو بڑھا کے صورت نشتر بنائیں گے

باعث بگاڑ کے ہیں وہی جن سے تھی امید — ان سے بنیں گے کام یہ اکثر بنائیں گے

افسوس ہے کہ ٹوٹ پڑے گا وہیں فلک — ہم جان توڑ کر جو کہیں گھر بنائیں گے

جب دل بگڑ چکا تو بنائے سے کب بنا — کیا خاک وہ بنائیں گے پتھر بنائیں گے

دشمن ہمارے واسطے تکلیف کیوں کریں — ہم آپ اپنے قتل کا محضر بنائیں گے
دامانِ حشر خانہ بدوشوں سے کب چھٹا — اس کو بھی چیر پھاڑ کے بستر بنائیں گے
تیرے بگاڑنے تو بگاڑا ہے دل مرا — تیرے بناؤ بھی مرے دم پر بنائیں گے
خالی نہ ہو گی لطف سے بے داد محتسب — ہم شیشہ شکستہ کو ساغر بنائیں گے
کہتے ہیں وہ جلائیں گے ہم تجھ کو حشر تک — دشمن کی قبر تیرے برابر بنائیں گے
ہو گا شب فراق کا غم بھی بہت بڑا — دل کو ہزار ہاتھ کا کیوں کر بنائیں گے
اس نازنیں کو لکھیں گے جب سطرِ اشتیاق — دل کی رگوں سے ہم خطِ مسطر بنائیں گے
بے کار جائے گا نہ کوئی فتنہ خرام — وہ رفتہ رفتہ شر کو محشر بنائیں گے
کیوں عکس جا سکے گا جو تو ناز کر سکے — ہم آئینے میں سدِ سکندر بنائیں گے
عادت ہی ہو گئی ہے وہ دیکھیں گے جب مجھے — چتون غضب کی، قہر کے تیور بنائیں گے
منہ دیکھتے ہیں دیر سے نیچی نظر کیے — پلکوں سے آئینے میں وہ جوہر بنائیں گے
وہ جھانکنے جو آئیں گے ہم دیکھ لیں گے صاف — تصویرِ غیر روبروئے در بنائیں گے
وہ کم سِنی میں کھیل بھی کھیلیں گے تو یہی — مٹی کے تیغ و ناوک و خنجر بنائیں گے
کچھ تجھ کو بھی تو خانہ خرابی کی قدر ہو — خانہ خرابہ دل میں ترے گھر بنائیں گے

ہر وقت داغ کا یہی تکیہ کلام ہے
میرے حضور مجھ کو تونگر بنائیں گے

۲۱۷

گر میرے اشک سرخ سے رنگِ حنا ملے — جو چور کی سزا ہو وہ مجھ کو سزا ملے
جاتے تھے منہ چھپائے ہوئے مے کدے کو ہم — آتے ہوئے ادھر سے کئی پارسا ملے
پس ماندگانِ قافلہ کا انتظار تھا — جو رہ گئے تھے راہ میں بارے وہ آ ملے

اپنی بھی شامت آگئی توبہ کے ساتھ ہی
عہد شباب کے جو کہیں آشنا ملے

جنت سے عار، حور کی صحبت سے اجتناب
کیا جانے بندگی کا صلہ مجھ کو کیا ملے

شوق وصال خاک میں سب کو ملائے گا
تم کیوں ملو کسی سے تمہاری بلا ملے

اللہ دے تو فقر کی دولت ہے سلطنت
جتنے فقیر مجھ کو ملے بادشاہ ملے

جو اپنے دل سے آپ کرے بدمزاجیاں
ایسے اکھل کھرے سے بھلا کوئی کیا ملے

دنیا میں دل لگی کے لئے کچھ تو چاہئے
ہم ان بتوں سے ملتے ہیں جب تک خدا ملے

اک بات ہم کہیں تو ابھی کھوئے جاؤ گے
اس طرح سے کہ تم کو نہ اپنا پتا ملے

اب منحصر ہے داور محشر کے علم پر
میرے گواہ ٹوٹ کے دشمن سے جا ملے

لو آؤ دل ملائیں تمہاری نگاہ سے
شوخی سے شوخی اور حیا سے حیا ملے

اس دل ستاں کا ہے وہی دروازہ نامہ بر
درباں بھی تجھ سے دل کو جہاں پوچھتا ملے

یہ بھید کیا ہے مجھ سے ملا آج یوں رقیب
جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ملے

اس کے ہجوم ناز میں کھویا گیا ہے دل
جو اس طرح کی بھیڑ میں گم ہو وہ کیا ملے

اس واسطے اٹھائی ہیں تیری برائیاں
ڈرتا ہوں کہ اور نہ تجھ سے برا ملے

اے داغ اپنی وضع ہمیشہ یہی رہی
کوئی کھچا کھچے، کوئی ہم سے ملا ملے

۲۱۸

ساقیا دے بھی مئے روح فزا تھوڑی سی
بے وفا عمر کرے اور وفا تھوڑی سی

ہم تو اس آنکھ کے ہیں دیکھنے والے دیکھو
جس میں شوخی ہے بہت اور حیا تھوڑی سی

وعدۂ غیر پہ کیا ہوتی ہے جلدی ان کو
ہاتھ دھو ڈالتے ہیں مل کے حنا تھوڑی سی

نغمہ دل کش ہو تو دم ساز دم عیسیٰ ہے ۔۔۔ کبھی آجاتی ہے کانوں میں صدا ھوڑی سی

تم مرے جرم کی تفصیل نہ پوچھو مجھ سے ۔۔۔ کہ خطا وار بتاتا ہے خطا تھوڑی سی

ابھی بت خانے کے سجدوں سے تو فرصت ہو لے ۔۔۔ جا کے مسجد میں بھی کر لیں گے ادا تھوڑی سی

مرگ فرہاد پہ حسرت سے کہا شیریں نے ۔۔۔ عمر عاشق ہی کو دیتا ہے خدا تھوڑی سی

وائے تقدیر گرے ٹوٹ کے ناخن اپنے ۔۔۔ رہ گئی تھی گرہ بند قبا تھوڑی سی

آئے ہمسائے میں وہ گو نہ یہاں تک آئے ۔۔۔ آج مقبول ہوئی میری دعا تھوڑی سی

کیوں فلک مجھ کو کھلاتا ہے غم عشق بہت ۔۔۔ ایسے بیمار کو دیتے ہیں غذا تھوڑی سی

بعد مردن مرے مرقد میں بنا دیں روزن ۔۔۔ آتی جاتی رہے دنیا کی ہوا تھوڑی سی

منصفی شرط ہے آخر کوئی کب تک بخشے ۔۔۔ روز ہو جاتی ہے بھولے سے خطا تھوڑی سی

داغ یہ مے ہے، یہ ساغر ہے، کہاں کی توبہ
پی خدا کے لئے اے مرد خدا تھوڑی سی

۲۱۹

جان ہے چھوڑ دے تو اے ستم ایجاد مجھے ۔۔۔ کہ ملے روز نئی لذت بے داد مجھے

تم سلامت رہو آزار کے دینے والے ۔۔۔ کون سنتا ہے مبارک مری فریاد مجھے

اہل محشر سے یہ پوچھوں گا خدا لگتی بات ۔۔۔ تم نے دیکھا بھی ہے دنیا میں کبھی شاد مجھے

حسن کا دام بلا ہے چمن عالم میں ۔۔۔ نظر آتا ہے ہر اک پھول بھی صیاد مجھے

بندگی ایسی غلامی کو اگر قدر نہ ہو ۔۔۔ قتل کر ڈال جو کرتا نہیں آزاد مجھے

آسماں ٹوٹ پڑا مجھ پہ تری الفت میں ۔۔۔ پہلے ہی سے نظر آتی تھی یہ افتاد مجھے

کچھ تو امید بندھے ان سے وفاداری کی ۔۔۔ کاش دشمن ہی سمجھ کر وہ کریں یاد مجھے

خانہ دل سے یہ ماتم کی صدا آتی ہے ۔۔۔ غم سے آباد کیا، جان سے برباد مجھے

ہچکیاں داغ دم نزع چلی آتی ہیں
شاید اس بھولنے والے نے کیا یاد مجھے

۲۲۰

تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لئے
ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لئے

کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ
شوخیاں زیور ہیں اس سن کے لئے

وصل میں تنگ آ کے وہ کہنے لگے
کیا یہ جوبن تھا اسی دن کے لئے

چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں
آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لئے

فیصلہ ہو آج میرا آپ کا
یہ اٹھا رکھا ہے کس دن کے لئے

دے مئے بے درد اے پیر مغاں
چاہئے اک پاک باطن کے لئے

دل کے لینے کو ضمانت چاہئے
اور اطمینان ضامن کے لئے

مے کشو مژدہ، اب آئی فصل گل
بلبل نے چونچ میں تنکے لئے

ہم نشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ
چھوڑ دیں غیروں کو کیا ان کے لئے

ہیں رخ نازک پہ گنتی کے نشاں
کس نے تیرے بوسے گن گن کے لئے

وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں
مانگتے ہیں ہم دعا جن کے لئے

آج کل میں داغ ہو گے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لئے

۲۲۱

آئے بھی تو وہ منہ کو چھپائے مرے آگے
اس طرح سے آئے کہ نہ آئے مرے آگے

کیا دم کا بھروسا ہے پھر آئے کہ نہ ائے
جاتا ہے جو قاصد کو تو جائے مرے آگے

کچھ تذکرۂ رنجش معشوق جو آیا
دشمن کے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے

دل میں نے لگایا ہے مگر دیکھئے کیا ہو
سب جھینکتے ہیں اپنے پرائے مرے آگے

بجھتے ہوئے دیکھوں گا نہ میں دل کی لگی کو
کوئی نہ کبھی شمع بجھائے مرے آگے

مانگی ہے دعا وصل کی کچھ اور نہ سمجھو
کوسا ہو اگر میں نے تو آئے مرے آگے

تیور یہی کہتے تھے کہ یہ نام ہے میرا
لکھ کر کئی حرف اس نے مٹائے مرے آگے

دیکھے تو کوئی قاصد جاناں کی دلیری
واپس مرے خط لا کے جلائے مرے آگے

بچھڑے ہوئے معشوق ملیں سب کو الٰہی
تنہا کوئی جنت میں نہ جائے مرے آگے

محشر میں بھی ہے خواہش خلوت مجھے ایسی
کہتا ہوں کیا میرا نہ آئے مرے آگے

کچھ داغ کا مذکور جو آیا تو وہ بولے
آئے تھے برا حال بنائے مرے آگے

۲۲۲

یہ جو ہے حکم مرے پاس نہ آئے کوئی
اس لئے روٹھ رہے ہیں کہ منائے کوئی

یہ نہ پوچھو کہ غم ہجر میں کیسی گذری
دل دکھانے کا اگر ہو تو دکھائے کوئی

تاک میں ہے نگہ شوق' خدا خیر کرے
سامنے سے مرے بچتا ہوا جائے کوئی

ہو چکا عیش کا جلسہ تو مجھے خط بھیجا
آپ کی طرح سے مہمان بلائے کوئی

ترک بیداد کی تم داد نہ چاہو مجھ سے
کر کے احسان نہ احسان جتائے کوئی

یوں شب وصل ہو بالیدگی عیش و نشاط
آپ اپنے میں خوشی سے نہ سمائے کوئی

حال افلاک و زمیں کا جو بتایا بھی تو کیا
بات وہ ہے جو ترے دل کی بتائے کوئی

درد الفت کے مزے لیتے ہیں قسمت والے
خون دل زہر نہیں ہے کہ نہ کھائے کوئی

کیا وہ مے داخل دعوت ہی نہیں اے واعظ
مہربانی سے بلا کر جو پلائے کوئی

وعدۂ وصل اسے جان کے خوش ہو جاؤں
وقت رخصت بھی اگر ہاتھ ملائے کوئی

سرد مہری سے زمانے کی ہوا ہے دل سرد
رکھ کر اس چیز کو کیا آگ لگائے کوئی

آپ نے داغ کو منہ بھی نہ لگایا افسوس
اس کو رکھتا تھا کلیجے سے لگائے کوئی

۲۲۳

وہ کھینچتے ہیں خنجر براں کبھی کبھی
مشکل ہماری ہوتی ہے آساں کبھی کبھی

بھولے ہی بن کے کام نکلتا ہے گاہ گاہ
بن جاتے ہیں ہم آپ ہی ناداں کبھی کبھی

اقرار سے زیادہ ہے انکار آپ کا
ہر دم نہیں نہیں ہے تو ہاں ہاں کبھی کبھی

ہر وقت ان کی شرم سے اٹھتی نہیں پلک
ہوتا ہے دل کے پار یہ پیکاں کبھی کبھی

دل رفتہ رفتہ خوگر غم ہو تو خوب ہے
آیا کرے مری شب ہجراں کبھی کبھی

رہ رہ کے یاد آتے ہیں اپنے ستم انہیں
ہوتے ہیں جھوٹ موٹ کے احساں کبھی کبھی

اس جبر پر بھی ہے وہی آفت لگی ہوئی
ہوتا ہے شوق سلسلہ جنباں کبھی کبھی

میری مجال ہے جو کروں عرض مدعا
نظروں میں بات ہوتی ہے پنہاں کبھی کبھی

سنتے ہیں کان رکھ کے فرشتے بھی اس کی بات
کہتا ہے دور دور کی انساں کبھی کبھی

شکر خدا کہ عشق نے کچھ کچھ اثر کیا
وہ دیکھتے ہیں داغ کا دیواں کبھی کبھی

۲۲۴

جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل، زلف دوتا لپٹی
چھٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی

٢٢٥

گاؤں میں ہرے ہو کے شجر لائے ثمر بھی — اے بارش رحمت کوئی چھینٹا تو ادھر بھی

عاشق ہیں ترے حور و ملک جن و بشر بھی — دیتا ہے خدا حسن تو پڑتی ہے نظر بھی

وہ صبح کو اٹھتے ہی ملا لیتے ہیں صورت — آئینہ بھی رہتا ہے برابر گل تر بھی

کیا تیز رو راہ محبت ہے الٰہی — پیچھے رہی جاتی ہے مرے دل سے نظر بھی

رکھتا ہی نہیں کوئی کہاں جا کے رہے دل — مثل گل بازی، یہ ادھر بھی ہے ادھر بھی

میں صبح شب وصل نہ دیکھوں اسے جاتے — آنکھوں ہی میں آ جائے سپیدی، سحر بھی

اللہ کرے ہو ترے درباں کو بھی وحشت — میرا ہی گریبان بنے پردۂ در بھی

بت خانے میں کیوں رہنے لگے حضرت زاہد — ایسوں کا ٹھکانا نہیں اللہ کے گھر بھی

اقرار سے پہلے تو رہا کرتے تھے پیغام — جب وعدہ کیا پھر نہیں ہوتے وہ خبر بھی

بیٹھو بھی، مرے قتل پہ کیا باندھو گے تلوار — دیکھوں تو سہی باندھنی آتی ہے کمر بھی

اے داغ دم نزع ہیں وہ منتظر اس کے
کیوں دیر لگا رکھی ہے جلدی کہیں مر بھی

٢٢٦

اک چیز ہے اس عالم ہستی میں بشر بھی — دنیا کا طلب گار بھی دنیا سے حذر بھی

اس تیر کا زخمی ہے مرا دل بھی جگر بھی — اچھوں کی بری ہوتی ہے سیدھی سی نظر بھی

دیکھوں کسی محبوب کو میں سامنے تیرے — منت سے کہے تو کرم لطف ادھر بھی

یہ کان تک آئے گی بری ہو کہ بھلی ہو — رک جائے گی کیا تیری طرح تیری خبر بھی

کیا ایک ہی ڈورے میں بندھی ان کی نزاکت — جب ہلتی ہے گردن تو لچکتی ہے کمر بھی

بے تاب تری بزم میں دیکھا جسے دیکھا
ہوش اڑتے ہیں، ے اڑتی ہے، اڑتی ہے خبر بھی

دل اس نے لیا مجھ کو ملی دولت دیدار
کیا لوٹ کا سامان ادھر بھی ہے ادھر بھی

گنتے ہیں وہ دنیا کے جو سب چاہنے والے
پوچھے تو کوئی ہے تمہیں دنیا کی خبر بھی

جب جرم محبت کی سزا مل گئی اک بار
تقصیر وہی ہم سے ہوئی بار دگر بھی

روندا ہے غضب لشکر غم نے مرے دل کو
ایسی نہیں پامال کوئی راہ گذر بھی

ہوتی ہے دعا کافر و دیں دار کی مقبول
اللہ کی سرکار میں لٹتا ہے اثر بھی

اچھا ہے کہ جنگل میں ہو پانی کا سہارا
لے جائے مرا نامہ رساں دیدۂ تر بھی

فرماتے ہیں وہ سنتے ہیں جب داغ کے اشعار
اللہ زباں دے تو زباں میں ہو اثر بھی

۲۲۷

ہم سے برگشتہ کسی کی نظر ایسی تو نہ تھی
گرچہ تھی چشم تغافل مگر ایسی تو نہ تھی

شب کو جو حال رہا ہے وہ خدا پر روشن
تجھ سے امید مجھے بے خبر ایسی تو نہ تھی

وہی دل ہے، وہی لب ہیں، وہی انداز بیاں
جیسی اب ہے یہ دعا بے اثر ایسی تو نہ تھی

کے گھڑی اور جیوں گا یہ بتا دے کم بخت
فکر تجھ کو کبھی اے چارہ گر ایسی تو نہ تھی

شکل یوسفؑ کی جو تعریف سنی، فرمایا
منصفی شرط ہے، دیکھو ادھر، ایسی تو نہ تھی

بارہا آئے گئے نامہ و پیغام و سلام
تجھ کو جلدی کبھی اے نامہ بر ایسی تو نہ تھی

وصل کے ساتھ ہی جاتے رہے کیا لیل و نہار
شام ایسی تو نہ تھی وہ سحر ایسی تو نہ تھی

آگ دل کی بھی اثر کر گئی شاید اس میں
پیشتر سوزش داغ جگر ایسی تو نہ تھی

داغ صاحب کی محبت نہ چھپائے سے چھپی
ایسی مشہور ہوئی' یہ خبر ایسی تو نہ تھی

۲۲۸

شکست عہد سے ہوتا ہی کیا ہے
انہیں اس بات کی پروا ہی کیا ہے

ترقی کر رہی ہے ان کی شوخی
ابھی تڑپے گا دل تڑپا ہی کیا ہے

بڑی آنکھیں تمہاری ہیں اگر ہوں
ان آنکھوں نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے

حقیقت میں ہو تم دنیا سے اچھے
حقیقت میں مگر دنیا ہی کیا ہے

ہمارے دل میں ہے ساری خدائی
خدا کے گھر میں اب رکھا ہی کیا ہے

ملے گی حشر میں کیا داد مجھ کو
مری فریاد سے ہوتا ہی کیا ہے

سمجھتا ہی نہیں قاصد مری بات
زبان نامہ بر پر کیا ہی کیا ہے

شکایت ہی سہی عرض تمنا
ذرا انصاف کر بے جا ہی کیا ہے

تجھے دنیا میں لوں' عقبیٰ میں چاہوں
بجز اس کے مرا دعویٰ ہی کیا ہے

رہی کیوں اس دل ویراں میں حسرت
نہ ہو وحشت تو وہ صحرا ہی کیا ہے

ہمیشہ دیکھتی ہیں دل کی آنکھیں — ہمارا آپ کا پردا ہی کیا ہے
ادا ہے ابتدا مشق جفا کی — بہت ہو گا ستم اتنا ہی کیا ہے
فقط اک جان وہ بھی تجھ پہ قربان — محبت نے یہاں چھوڑا ہی کیا ہے

اگر سن لیں وہ حال زار اے داغ
ترے کہنے کا پھر کہنا ہی کیا ہے

۲۲۹

کسی کے ہیں جلوے یہاں کیسے کیسے — عیاں کیسے کیسے، نہاں کیسے کیسے
دیئے داغ نے امتحاں کیسے کیسے — مٹائے ہیں ان کے گماں کیسے کیسے
نشیب و فراز ان کو سمجھائے کیا کیا — ملائے زمین آسماں کیسے کیسے
ہوئیں ان سے غمازیاں کیسی کیسی — بنے تھے مرے رازداں کیسے کیسے
وہ جب اوپری دل سے کرتے ہیں وعدہ — تو کھاتی ہے پلٹے زباں کیسے کیسے
بتایا کئے مجھ کو مجرم وہ ناحق — ملایا کئے ہاں میں ہاں کیسے کیسے
ملے زاہد پیر کو حور توبہ — وہاں ہوں گے رعنا جواں کیسے کیسے
نہ آثار عشرت، نہ سامان راحت — نشاں سے ہوئے بے نشاں کیسے کیسے
چھٹے قافلے والے اول ہی منزل — پڑے رہ گئے ناتواں کیسے کیسے
نہ مانی نہ مانی مری بات اس نے — ہوئے دوست ہم داستاں کیسے کیسے
سکھانے پڑھانے کو ہیں دوست دشمن — یہاں کیسے کیسے، وہاں کیسے کیسے
کھلائے ہیں گل نوک مژگاں نے کیا کیا — بتائے ہیں دل پر نشاں کیسے کیسے
نہیں حیدر آباد پیرس سے کچھ کم — یہاں بھی سجے ہیں مکاں کیسے کیسے

گئے دیدہ و دل بھی ہمراہ قاصد　　روانہ ہوئے ارمغاں کیسے کیسے
مرے ساتھ غیروں پہ بھی آفت آئی　　نکالے گئے مہماں کیسے کیسے
گذرگہ ارمن و حسرت رہا دل　　گذرتے رہے کارواں کیسے کیسے
شکایت حکایت ہی میں رات گذری　　رہے تذکرے درمیاں کیسے کیسے

وطن سے چلے داغ جب ہم دکن کو
چھٹے اہل ہندوستاں کیسے کیسے

۲۳۰

قیامت ہے اگر میں نے فغاں کی　　فرشتے خیر مانگیں آسماں کی
تلاش ان کو ہے میرے رازداں کی　　نئی ترکیب نکلی امتحاں کی
تمنا اور وہ بھی امتحاں کی　　خبر تھی کس کو مرگ ناگہاں کی
کہاں اے چارہ گر دل میں حرارت　　یہ گرمی ہے فقط ضبط فغاں کی
نہیں کچھ ہرزہ گو دیوانہ عشق　　سنو تو کہہ رہا ہے یہ کہاں کی
دبا ہے خاک صرصر میں نشیمن　　نظر پڑتی نہیں اب باغباں کی
کرے گی سجدہ میت بھی ہماری　　کہ مٹی دی ہے اس نے آستاں کی
شب غم آئے خواب مرگ کیوں کر　　یہاں دیکھی ہیں آنکھیں پاسباں کی
تمہیں سنواؤں کیوں کر اس کی باتیں　　مرے دل میں ہے کیفیت زباں کی
مرے مرنے سے گو اس کو ہوئی عید　　خوشی جو چاہئے تھی وہ کہاں کی
در جاناں پہ ہنگامہ نہ دیکھا　　کمل اتری ہوئی ہے پاسباں کی
دھن کو ہے مزا تیرے دھن کا　　زباں کو چاٹ ہے تیری زباں کی
خدا کے سامنے بھی بت بنے وہ　　ہمیں نے ان کی کیفیت بیاں کی

یونہی رہ جائے وہ بیٹھا کا بیٹھا   کھلی رہ جائیں آنکھیں پاسباں کی
رگ بسمل میں باقی ہے ابھی دم   لگا دے اور بھی اک امتحاں کی
دل اس کا ہے کہ جس نے اپنی حالت   بیاں کی اور پھر تجھ سے بیاں کی

وہ سن کر داغ کے اشعار بولے
خدا جانے یہ بولی ہے کہاں کی

۲۳۱

کبھی ہم سے نہ کہنا "تیرا کہنا ہم نہ مانیں گے"
جو ضد آئی تو بے منوائے اصلا ہم نہ مانیں گے

خیال غیر ہوگا، دل ہمارا پاسباں ہو گا
رہیں خلوت سرا میں آپ تنہا ہم نہ مانیں گے

گواہی کون دے، میرا ثبوت عشق کیوں کر ہو
وہ کہتے ہیں قیامت تک یہ دعویٰ ہم نہ مانیں گے

ترا ثانی کہاں پیدا فقط کہنے کی باتیں ہیں
اگر سارا زمانہ مان لے گا ہم نہ مانیں گے

ہم ایسے ہی تو ہیں وہ ہم کو پوچھیں اس عنایت سے
یقیں آتا نہیں قاصد ہے جھوٹا ہم نہ مانیں گے

بہت ہم درد و یک جاں و دو قالب ہم نے دیکھے ہیں
نہیں ہے کوئی دنیا میں کسی کا ہم نہ مانیں گے

بلا سے گر کوئی اس بات کا دل میں برا مانے
مگر معشوق ہو وعدے کا سچا ہم نہ مانیں گے

سوال ان کا یہ ہے دنیا میں کر لو فیصلہ ہم سے
اٹھاؤ گے اگر عقبیٰ میں جھگڑا ہم نہ مانیں گے

وہ کہتے ہیں ہم اشک و آہ سوزاں کے نہیں قائل
بہم ہوں آب و آتش دونوں یک جاں ہم نہ مانیں گے

نکل جائے اگر پہلو سے دل یہ ہے یقیں ہم کو
نکل جائے کبھی دل سے تمنا ہم نہ مانیں گے

بڑھے تکرار کیوں پہلے ہی اس کا فیصلہ کر لو
یہ کہنا مان لیں گے ہم یہ کہنا ہم نہ مانیں گے

تمہیں خط غلامی داغ لکھ دے کیا سند اس کی
کہ ایسا مخلص ہو بندہ کسی کا ہم نہ مانیں گے

۲۳۲

نزاکت مانع زور آزمائی ہوتی جاتی ہے
کہ شاخ گل سی جب ان کی کلائی ہوتی جاتی ہے

پھنسا کر زلف میں دل عمر بھر ان کی بلا رکھے
اسیری ہوتی جاتی ہے، رہائی ہوتی جاتی ہے

مبارک باد اب صیاد کو، مژدہ اسیری کو
بہت مشہور میری خوش نوائی ہوتی جاتی ہے

بڑھایا شوق نے آگے، ہٹایا خوف نے پیچھے
رسائی میں بھی اس تک نارسائی ہوتی جاتی ہے

نکل جائیں گے بل ملنا نہ چھوڑو راست بازوں سے
بہت سیدھی تمہاری کج ادائی ہوتی جاتی ہے

ہمیں بھی صبر آئے، صاف کہہ دو ہم نہیں رہتے
الگ ہر چیز کیوں اپنی پرائی ہوتی جاتی ہے

مخاطب ہوں کسی سے بزم میں وہ چوٹ ہے مجھ پر
مرے ہی سامنے میری برائی ہوتی جاتی ہے

وہ چشم فتنہ زا سے دیکھ کر آئینہ کہتے ہیں
بہت اے شوخ تجھ میں بے حیائی ہوتی جاتی ہے

ابھی سے کیا ہوا جاتا ہے خون مدعا یا رب
کہ رنگت کاغذ خط کی حنائی ہوتی جاتی ہے

خدا جانے یہ ہے کیا بھید کیا ہوتا ہے اے کافر
جدھر تو ہے ادھر ساری خدائی ہوتی جاتی ہے

نہ میں آتش نہ وہ سیماب، یا رب کیا سبب اس کا
جہاں تک دل ملاتا ہوں جدائی ہوتی جاتی ہے

خدا ہے طالب دیدار محشر کوئی رہ جائے
بہت مشہور تیری خود نمائی ہوتی جاتی ہے

کدورت سی کدورت تھی مٹایا داغ کو جس نے
بحمداللہ اب ان سے صفائی ہوتی جاتی ہے

۲۳۳

سب سے تم اچھے ہو، تم سے مری قسمت اچھی
یہی کم بخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی

حسن معشوق سے بھی حسن سخن ہے کم یاب ایک ہوتی ہے ہزاروں میں طبیعت اچھی

میری تصویر بھی دیکھی تو کہا شرما کر یہ برا شخص ہے اس کی نہیں نیت اچھی

ہر طرح دل کا ضرر، جان کا نقصاں دیکھا نہ محبت تری اچھی نہ عداوت اچھی

کس صفائی سے کیا وصل کا تو نے انکار اس محل پر تو زباں میں تری لکنت اچھی

ہجر میں کس کو بلاؤں نہ بلاؤں کس کو موت اچھی ہے الٰہی کہ قیامت اچھی

قبر میں نیند اڑاتے ہیں نکیرین عبث ان سوالوں سے تو دشمن کی حکایت اچھی

دیکھنے والوں سے انداز کہیں چھپتے ہیں ہم کو پردے میں نظر آتی ہے صورت اچھی

میری شامت کہ دکھائی اسے دشمن کی شبیہ مسکرا کر یہ کہا اس نے نہایت اچھی

میری تربت پہ یہ ظالم نے کہا پچھتا کر مل گئی عیش ابد کی تجھے فرصت اچھی

جو ہو آغاز میں بہتر وہ خوشی ہے بدتر جس کا انجام ہو اچھا وہ مصیبت اچھی

آدمیت سے علاقہ ہے نہ دنیا کا مزا پھر جہنم سے ہے کس بات میں جنت اچھی

پھوٹ کر روئے بظاہر جو لحد پر دشمن اس بہانے سے بہائی مری تربت اچھی

ہم نشینوں کو مشیروں کو ترے دیکھ لیا بری صحبت ہے بری، اچھی ہے صحبت اچھی

ہے سر ناز فروشی تو خریدار بہت بیچ ڈالو اسے مل جائے گی قیمت اچھی

عیب اپنے بھی بیاں کرنے لگے آخرکار ہو گئی ان کو برا کہنے کی عادت اچھی

خود ستائی پہ نہ محمول ہو اے رشک مسیح کہوں کس منہ سے کہ ہے میری طبیعت اچھی

تم بتاؤ تو سہی مہر و محبت کے گواہ ایسے دعوے میں تو جھوٹی بھی شہادت اچھی

زور زور سے بھی کہیں داغ حسیں ملتے ہیں
اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

۲۳۴

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے

ان کی فرمائش نئی دن رات ہے ۔۔۔ اور تھوڑی سی مری اوقات ہے

تم کو صحبت غیر سے دن رات ہے ۔۔۔ دیکھو اپنی بات اپنے ہات ہے

آپ کی ہر بات میں یہ بات ہے ۔۔۔ چال ہے فقرہ ہے دم ہے گھات ہے

حور کی خواہش پہ یہ طعنے ملے ۔۔۔ واہ کیا نیت ہے کیا اوقات ہے

تونے قاصد جو کہی دل کو لگی ۔۔۔ یہ اسی کافر کے منہ کی بات ہے

پھر خدا جانے کہاں تم ہم کہاں ۔۔۔ عیش و عشرت کی یہی اک رات ہے

جان کے خواہاں ہیں سب جان جہاں ۔۔۔ سچ ہے بے پروا اسی کی ذات ہے

ذکر دشمن پر بگڑنا ہے بجا ۔۔۔ واقعی لگتی لگاتی بات ہے

شکوے کے بدلے کیا شکر ستم ۔۔۔ پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہے

ان کا قاصد لے چلا ہے دل مرا ۔۔۔ تازہ فرمائش نئی سوغات ہے

یہ ملا اظہار الفت پر جواب ۔۔۔ آپ ایسے ہی تو ہیں کیا بات ہے

شب کو جاگیں بزم میں وہ دن کو سوئیں ۔۔۔ رات کا دن اور دن کی رات ہے

اس نے باتوں کا مری دے کر جواب ۔۔۔ کہہ دیا خاموش' یہ شہ مات ہے

کیوں پھسل پڑتے ہیں ملک حسن میں ۔۔۔ کیا وہاں برسات ہی برسات ہے

جب کہا میں نے کہ لو مرتا ہوں میں ۔۔۔ بولے بسم اللہ اچھی بات ہے

ضعف سے اٹھتے نہیں دست دعا ۔۔۔ اب ہماری شرم اس کے ہات ہے

کہتے ہو' دشنام دے کر لیں گے دل ۔۔۔ مفت کیوں دیتے ہو کیا خیرات ہے

باوفا ہیں غیر اس کی کیا دلیل ۔۔۔ ان کا دعویٰ محض بے اثبات ہے

بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمہیں ۔۔۔ یہ ہمارے سامنے کی بات ہے

داغ سے جاکر ملے تھے ہم بھی آج
آدمی خوش وضع' خوش اوقات ہے

اب وہ یہ کہہ رہے ہیں مری مان جایئے
اللہ تیری شان کے قربان جایئے

بگڑے ہوئے مزاج کو پہچان جایئے
سیدھی طرح نہ مانئے گا مان جایئے

اللہ جانتا ہے اگر جان جایئے
اس دل کے شوق کو تو ابھی مان جایئے

کس کا ہے خوف روکنے والا ہی کون ہے
ہر روز کیوں نہ جایئے مہمان جایئے

محفل میں کس نے آپ کو دل میں چھپالیا
اتنوں میں کون چور ہے پہچان جایئے

ہیں تیوری میں بل تو نگاہیں پھری ہوئی
جاتے ہیں ایسے آنے سے اوسان' جایئے

دو مشکلیں ہیں ایک جتانے میں شوق کے
پہلے تو جان جایئے پھر مان جایئے

انسان کو ہے خانۂ ہستی میں لطف کیا
مہمان آیئے تو پشیمان جایئے

گو وعدۂ وصال ہو جھوٹا' مزا تو ہے
کیوں کر نہ ایسے جھوٹ کے قربان جایئے

رہ جائے بعد وصل بھی چیٹک لگی ہوئی
کچھ رکھئے کچھ نکال کے ارمان جایئے

اچھی کہی کہ غیر کے گھر تک ذرا چلو
میں آپ کا نہیں ہوں نگہبان جایئے

آئے ہیں آپ غیر کے گھر سے کھڑے کھڑے
یہ اور کو جتایئے احسان' جایئے

دونوں سے امتحان وفا پر یہ کہہ دیا
منوایئے رقیب کو یا مان جایئے

کیا بدگمانیاں ہیں انہیں مجھ کو حکم ہے
گھر میں خدا کے بھی تو نہ مہمان جایئے

کیا فرض ہے کہ سب مری باتیں قبول ہیں
سن سن کے کچھ نہ مانئے کچھ مان جایئے

سودائیاں زلف میں کچھ تو لٹک بھی ہو
جنت میں جایئے تو پریشان جایئے

دل کو جو دیکھ لو تو یہی پیار سے کہو
قربان جایئے ترے قربان جایئے

جانے نہ دوں گا آپ کو بے فیصلہ ہوئے
دل کے مقدمے کو ابھی چھان جایئے

یہ تو بجا کہ آپ کو دنیا سے کیا غرض
جاتی ہے جس کی جان اسے جان جایئے

غصے میں ہاتھ سے یہ نشانی نہ گر پڑے — دامن میں لے کے میرا گریباں جایئے
یہ مختصر جواب ملا عرض وصل پر — دل مانتا نہیں کہ تری مان جایئے
وہ آزمودہ کار تو ہے گر ولی نہیں
جو کچھ بتائے داغ اسے مان جایئے

۲۳۶

اس لئے وصل سے انکار ہے ہم جان گئے — یہ نہ سمجھے کوئی کیا جلد کہا مان گئے
تو وہ ہے سب بت کافر ترے قربان گئے — جو خدا کو بھی نہ مانیں وہ تجھے مان گئے
دعوئ مہر و وفا پر وہ برا مان گئے — الٹے ملزوم ہوئے احسان کے احسان گئے
غیر کے دل میں نہ ہوں اس کی تلاشی لینا — کہ شب ہجر میں چوری مرے ارمان گئے
تیرے عاشق کا جنازہ نہ گیا ہو آگے — ابھی اس راہ سے کچھ لوگ پریشان گئے
کیا کرے دیکھئے ہر روز کا آنا جانا — کہ جہاں شام ہوئی اور وہ مہمان گئے
دیکھ کہتے ہیں اسے آئی گئی کا سودا — ہم ترے آتے ہی سو جان سے قربان گئے
آپ ہی قید ہوئے جاتے ہو اپنے گھر میں — بدلیاں رہتی ہیں وہ آئے یہ دربان گئے
یا الٰہی کہیں لٹتی تو نہیں راہ عدم — جانے والے جو یہاں چھوڑ کے سامان گئے
کہتے ہیں شکوۂ بے داد کرے گا پھر بھی — ہم اگر روز جزا تیرا کہا مان گئے
رہ گئے دشت محبت میں نہ کچھ ساتھ دیا — حضرت خضر بھی دو چار ہی میدان گئے
آج کل نالۂ بلبل میں بھی تاثیر نہیں — کیا عجب گل یہ پکارے کہ مرے کان گئے
ان کے عاشق ہیں وہ جانیں کہ نہ جانیں ہم کو — یہ سمجھتے ہیں کہ جب جان گئے مان گئے
عشق منہ پر مرے لکھا ہو تو کیا اس کا علاج — جان پہچان نہ تھی اور وہ پہچان گئے

مجھ کو مشتاق نہ رکھنا تھا شب وصل انھیں
حور کے واسطے کیا چھوڑ کے ارمان گئے

ہم نے آتے ہی یہ محفل میں تماشا دیکھا
غیر کے ہوش اڑے، آپ کے اوسان گئے

خانہ دل ہے الٰہی کہ مسافر خانہ
کتنے ہی آئے یہاں کتنے ہی ارمان گئے

آزمائش ہی پہ ٹھہرا تھا محبت کا ثبوت
اب تو پہچان گئے، جان گئے، مان گئے

خلش خار تمنا نے لٹا رکھا تھا
تیرے ارمان گئے دل سے کہ پیکان گئے

بندۂ عشق ہو ایسے کہ الٰہی توبہ
تم تو معشوق کو اے داغ خدا جان گئے

۲۳۷

وہ نیم وعدہ کر کے جو خاموش ہو گئے
امیدوار ہوش سے بے ہوش ہو گئے

تلچھٹ بھی آج حضرت زاہد نے صاف کی
مے نوش کیا ہوئے کہ بلا نوش ہو گئے

کافی ہے میرے قتل سے اتنا انھیں لحاظ
دو چار دن کے واسطے روپوش ہو گئے

حباب کو جنازہ اٹھانا بھی بار تھا
ہم خاک میں ملے وہ سبک دوش ہو گئے

بگڑا مزاج ان کا تو محفل بگڑ گئی
سامان عیش اڑ کے مرے ہوش ہو گئے

ماتم ہے طفل اشک کا یا دل کا سوگ ہے
کیوں مردمان دیدہ، سیہ پوش ہو گئے

ہاں ہاں ٹھہر ٹھہر کے اٹھا رخ سے تو نقاب
پیدا طبیعتوں میں بہت جوش ہو گئے

کیا کیا شب فراق رہی ہم کو بے خودی
اکثر ستون در سے ہم آغوش ہو گئے

میری برائیاں تو نہ کرتا ہو مدعی
کیا غور ہے کہ وہ ہمہ تن گوش ہو گئے

اے داغ سب زمانہ ماضی کے ذوق شوق
یک بار دل سے محو و فراموش ہو گئے

5:27

Mehtab-e-Dagh ebook

Search

۲۳۸

اس نے جب اک نگاہ دیکھا ہے   حال دل کا تباہ دیکھا ہے
سچ بتا تو نے بھی شب فرقت   کبھی روز سیاہ دیکھا ہے
دل ہے دونوں طرف کا جانب دار   کہیں ایسا گواہ دیکھا ہے
مجھ کو بے جرم کیوں سزا ملتی   کچھ نہ کچھ تو گناہ دیکھا ہے
بزم میں مجھ کو تاک کر بولے   چھپ کے بیٹھے ہو واہ دیکھا ہے
ساتھ اس بت کے اہل تقویٰ کو   صورت گرد راہ دیکھا ہے
آئینہ دیکھ دیکھ کر تم نے   کیا سفید و سیاہ دیکھا ہے
اس سے پوچھا ہے اس نے اپنا حال   جب کوئی داد خواہ دیکھا ہے

واقعی ہم نے تیرے کوچے میں
داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

۲۳۹

ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے   اس ادا کا کہیں جواب بھی ہے
رحم کر میرے حال پر واعظ   کہ امنگیں بھی ہیں شباب بھی ہے
عشق میں ہے متاع درد کی قدر   یہ گراں بھی ہے انتخاب بھی ہے
مار ڈالا ہے اس دورنگی نے   مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے
سن لی کیفیت جناں واعظ   دیکھ اس قسم کی شراب بھی ہے
کیا رہے گا یہی ترا عالم   ساتھ عالم کے انقلاب بھی ہے

جھٹپٹے وقت گھر چلے جانا
دن بھی ہے گرم، آفتاب بھی ہے

عشق بازی کو ہے سلیقہ شرط
یہ گنہ بھی ہے یہ ثواب بھی ہے

کچھ مجھے یاس، کچھ مجھے امید
صبر کے ساتھ اضطراب بھی ہے

اس جفا پر وفا کروں کب تک
آدمیت کا کچھ حساب بھی ہے

تجھ سا ناآشنا نہیں کوئی
بے وفا جان بھی، شباب بھی ہے

دل ہمارا ہے تشنہ مقصود
دشت میں بحر بھی سراب بھی ہے

سو جہنم ہے اک تری رنجش
اس سے بڑھ کر کوئی عذاب بھی ہے

ہوش میں ہو تو کچھ کہیں تم سے
نشہ بھی ہے خمار خواب بھی ہے

داغ کا کچھ پتا نہیں ملتا
کہیں وہ خانماں خراب بھی ہے

۲۴۰

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے
اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے

نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

سنا ہے کہ آتا ہے سرنامہ بر کا
کہاں رہ گیا ارمغاں آتے آتے

یقیں ہے کہ ہو جائے آخر کو سچی
مرے منہ میں تیری زباں آتے آتے

سنانے کے قابل جو تھی بات ان کو
وہی رہ گئی درمیاں آتے آتے

مجھے یاد کرنے سے یہ مدعا تھا
نکل جائے دم ہچکیاں آتے آتے

ابھی سن ہی کیا ہے جو بے باکیاں ہوں
انہیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے

کلیجا مرے منہ کو آئے گا اک دن
یونہیں لب پر آہ و فغاں آتے آتے

چلے آتے ہیں دل میں ارمان لاکھوں
مکاں بھر گیا میہماں آتے آتے

نتیجہ نہ نکلا تھکے سب پیامی — وہاں جاتے جاتے یہاں آتے آتے
تمہارا ہی مشتاق دیدار ہو گا — گیا جان سے اک جواں آتے آتے
تری آنکھ پھرتے ہی کیسا پھرا ہے — مری راہ پر آسماں آتے آتے
پڑا ہے بڑا پیچ پھر دل لگی میں — طبیعت رکی ہے جہاں آتے آتے
مرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے — چمن اڑ گیا آندھیاں آتے آتے
کسی نے کچھ ان کو ابھارا تو ہوتا — نہ آتے نہ آتے یہاں آتے آتے
قیامت بھی آتی تھی ہمراہ اس کے — مگر رہ گئی ہم عناں آتے آتے
بنا ہے ہمیشہ یہ دل باغ و صحرا — بہار آتے آتے خزاں آتے آتے

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہہ دو
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

۲۴۱

مل گئی بے خودی شوق میں راحت کیسی — ہو گئی دونوں جہاں سے مجھے فرصت کیسی
کیا کہوں دل نے اٹھائی ہے اذیت کیسی — مرنے والے کی رہی رات کو حالت کیسی
چھوڑ دی مشق ستم چھٹ گئی عادت کیسی — باندھ لی آپ نے ساتھ اپنے عداوت کیسی
ایک دل لاکھ خیال' ایک نظر لاکھ جمال — کوئی دیکھے تو یہ وحدت میں ہے کثرت کیسی
کس کی ٹھوکر کا ہے مشتاق مزار عاشق — نشان ہو کے ابھر آئی ہے تربت کیسی
اپنی آنکھوں میں سمایا ہے کچھ ایسا جلوہ — نہیں تمیز بری ہوتی ہے صورت کیسی
کھینچتا ہے مجھے کانوں میں جنوں وقت علاج — اور شرماتی ہے وحشت کہ یہ وحشت کیسی
عکس بھی آئینہ میں چار گھڑی بعد آیا — بڑھ گئی حد سے سوا ان کی نزاکت کیسی

خار خار سر بستر سے نہ چھوٹا دامن
رہی کانٹوں میں الجھ کر شب فرقت کیسی

مجھ پر الزام ہے کیوں تو نے مرا غم کھایا
اور ہوتی ہے امانت میں خیانت کیسی

بندہ چاہے جو خدائی کوئی مل سکتی ہے
لوگ قسمت کو لئے پھرتے ہیں قسمت کیسی

عیش اقبال عجب شے ہے' یہ ہم دیکھتے ہیں
چار ہی دن میں بدل جاتی ہے صورت کیسی

جور معشق کی پرسش ہی نہیں دنیا میں
اپنے بندے سے خدا کو ہے محبت کیسی

خواری عشق کا رتبہ کوئی ہم سے پوچھے
ایسی ذلت کی کیا کرتے ہیں عزت کیسی

عذر بے جاہی سے ظالم نے نہ دی مجھ کو نجات
شکوۂ ہجر کہاں' شرح مصیبت کیسی

امتحاں اور جو باقی ہیں وہ یوں ہوتے ہیں
یہ بھی انداز ہے مجھ سے انہیں نفرت کیسی

ساتھ غیروں کے وہ کیا چھوڑ گئے چنگاری
میرے ہمراہ جلی ہے مری تربت کیسی

حور سے بحث نہیں ہاں یہ بتا اے زاہد
لاکھ دو لاکھ میں ہو ایک وہ صورت کیسی

دوست یک رنگ جو اک جا کہیں مل بیٹھتے ہیں
لطف کے ساتھ گذر جاتی ہے صحبت کیسی

میں جو خاموش ہوں یہ صرف تمہارا منہ ہے
ورنہ ہر بات ہو اک تیری شکایت کیسی

دھمکیاں دیتے ہو تم جذبہ دل کی اے داغ
بندہ پرور یہ محبت میں حکومت کیسی

۲۴۲

جا کر اس بزم میں آجاتی ہے شامت کیسی
میرے اللہ نے رکھ لی مری عزت کیسی

عشق نے دی ہیں دعائیں دم رحلت کیسی
مجھ سے مل مل کے گلے روئی ہے حسرت کیسی

آدمی مر کے جئے ہے یہ مصیبت کیسی
ہمیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی

کبھی آتی ہیں تصور میں جو وہ تصویریں
کیا کہوں میں بھٹکتی ہے طبیعت کیسی

خار خار سر بستر سے نہ چھوٹا دامن
رہی کانٹوں میں الجھ کر شب فرقت کیسی

مجھ پر الزام ہے کیوں تونے مرا غم کھایا
اور ہوتی ہے امانت میں خیانت کیسی

بندہ چاہے جو خدائی کوئی مل سکتی ہے
لوگ قسمت کو لئے پھرتے ہیں قسمت کیسی

عیش اقبال عجب شے ہے' یہ ہم دیکھتے ہیں
چار ہی دن میں بدل جاتی ہے صورت کیسی

جور معشق کی پرسش ہی نہیں دنیا میں
اپنے بندے سے خدا کو ہے محبت کیسی

خواری عشق کا رتبہ کوئی ہم سے پوچھے
ایسی ذلت کی کیا کرتے ہیں عزت کیسی

عذر بے جاہی سے ظالم نے نہ دی مجھ کو نجات
شکوۂ ہجر کہاں' شرح مصیبت کیسی

امتحاں اور جو باقی ہیں وہ یوں ہوتے ہیں
یہ بھی انداز ہے مجھ سے انہیں نفرت کیسی

ساتھ غیروں کے وہ کیا چھوڑ گئے چنگاری
میرے ہمراہ جلی ہے مری تربت کیسی

حور سے بحث نہیں ہاں یہ بتا اے زاہد
لاکھ دو لاکھ میں ہو ایک وہ صورت کیسی

دوست یک رنگ جو اک جا کہیں مل بیٹھتے ہیں
لطف کے ساتھ گذر جاتی ہے صحبت کیسی

میں جو خاموش ہوں یہ صرف تمہارا منہ ہے
ورنہ ہر بات ہو اک تیری شکایت کیسی

دھمکیاں دیتے ہو تم جذبہ دل کی اے داغ
بندہ پرور یہ محبت میں حکومت کیسی

۲۴۲

جا کر اس بزم میں آجاتی ہے شامت کیسی
میرے اللہ نے رکھ لی مری عزت کیسی

عشق نے دی ہیں دعائیں دم رحلت کیسی
مجھ سے مل مل کے گلے روئی ہے حسرت کیسی

آدمی مر کے جئے ہے یہ مصیبت کیسی
یہیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی

کبھی آتی ہیں تصور میں جو دو تصویریں
کیا کہوں میں بھٹکتی ہے طبیعت کیسی

۲۳۴

سحر و سفاکی و بیباکی و شوخی و عتاب
جس کی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں مروت کیسی

لے ہی تولیں گے گنہ گاروں کے ہوتے زاہد
یہ تو دوزخ کے بھی قابل نہیں جنت کیسی

خواب میں بھی جو برا اس نے کہا سب نے سنا
جلد ہوتی ہے بری بات کی شہرت کیسی

آپ ہی جور کریں آپ ہی پوچھیں مجھ سے
یہ تو فرمایئے ہے آج طبیعت کیسی

اب تو دو چار ہی نالوں کا رہا تھا جھگڑا
ہار دی حضرت دل آپ نے ہمت کیسی

چل کے دو چار قدم آگ لگا دی کس نے
تلملاتی ہوئی پھرتی ہے قیامت کیسی

اس کو میں نے جو کلیجے سے لگا رکھا ہے
درد نے پائی مرے سینے سے راحت کیسی

بے محل بات بھلی بھی تو بری ہوتی ہے
شکر کرتے ہوئے ڈرتا ہوں شکایت کیسی

کوئی دنیا میں نہیں تیری طرح ہرجائی
اے اجل تجھ کو بھی ہے گردش قسمت کیسی

تھمیے تھمیے کہ نکل جائے مری جان حزیں
میں تو رخصت نہ ہوا آپ کی رخصت کیسی

تجھے کہاں رات کو آئینہ تو لے کر دیکھو
اور ہوتی ہے خطا وار کی صورت کیسی

اپنے جینے کی دعا بھی تو نہیں کی جاتی
سی دیئے ہونٹ خموشی نے شکایت کیسی

کمہ یار کو میں دل میں جگہ دوں لیکن
چور ہو جب کوئی مہمان تو عزت کیسی

چھیڑ ہر وقت کی اچھی نہیں یہ یاد رہے
کبھی کیسی ہے کبھی اپنی طبیعت کیسی

بخش دے پرسش اعمال سے پہلے یارب
پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی

شعر تو نکلے تو وہ لخت جگر اپنا ہے
اپنی اولاد سے ہوتی ہے محبت کیسی

دل کو سمجھائیں گے، بہلائیں گے، پھسلائیں گے
بعد مرجانے کے مل جائے گی فرصت کیسی

نظر آتا ہے پری رو جو کوئی شوخ و شریر
گدگداتی ہے پھر اے داغ طبیعت کیسی

۲۴۳

کیا خوف ہے ان کو جو ملے داد کسی کی
کچھ کھائے تو جاتی نہیں فریاد کسی کی

ہر دل میں نئے درد سے ہے یاد کسی کی — ملتی نہیں فریاد سے فریاد کسی کی
منصف ہو اگر دو ہی گے تم داد کسی کی — سننی ہی پڑے گی تمہیں فریاد کسی کی
جب قطع تعلق ہے تو پھر پاس کہاں کا — رکھتا گلی لیتی نہیں آزاد کسی کی
آرام طلب ہوں کرم عام کے طالب — یوں مفت میں لٹتی نہیں بے داد کسی کی
دل تھامے ہوئے پھرتے ہیں سب گبر و مسلمان — کیا یاد ہے' کیا یاد ہے' کیا یاد کسی کی
اس حسن جہاں سوز سے برپا ہے قیامت — ایسے میں کرے کیا کوئی امداد کسی کی
بڑھتی ہے محبت کی اسیری میں اسیری — پوری نہیں ہوتی کبھی میعاد کسی کی
پڑتی ہی نہیں کل کسی کروٹ کسی پہلو — آئے تجھے آئی دل ناشاد کسی کی
ایمان تو جب لائیں ہم اے شان کریمی — مٹ جائے اگر لذت بیداد کسی کی
نکلی تو سہی جاں اگر سل نہ نکلی — اٹکی نہیں رہتی مرے جلاد کسی کی
جب دیکھتی ہے نالہ بلبل میں اثر کچھ — اس کو بھی اچک لیتی ہے فریاد کسی کی
اللہ کرے زندہ رہیں دیکھنے والے — اف اف وہ حسیں شکل خدا داد کسی کی
یہ حسن کا فتنہ جو بنا بڑھ کے قیامت — تعمیر کسی کی ہے تو بنیاد کسی کی
گھبرا کے اگر موت بھی مانگوں تو کہیں وہ — جاگیر نہیں ہے عدم آباد کسی کی
کیا عیش بھلا دے گا یہ آزار یہ تکلیف — جنت میں بھی یاد آئے گی بیداد کسی کی
ہے الفت دشمن میں برا حال کسی کا — اے حضرت دل کیجئے امداد کسی کی

کم بخت وہی داغ نہ ہو دیکھو تو جا کر
بے چین کئے دیتی ہے فریاد کسی کی

۲۴۴

پرسش جو ان سے ظلم کی روز جزا ہوئی — اتنا ہی کہہ کے چھوٹ گئے وہ خطا ہوئی

۲۳۶

دل لے کے پوچھتے ہو تری چیز کیا ہوئی
اچھی کہی' یہ ایک ہی اے دلربا ہوئی

کس دن قبول خاطر اہل وفا ہوئی
ناصح کی بات بات ہماری دعا ہوئی

جلوہ دکھا کے دیکھ لیا بزم ناز میں
وہ مر گیا وہ روح کسی کی ہوا ہوئی

بے دو بدو ہوئے نہ نکلتا کبھی غبار
آج ان سے صاف صاف مری برملا ہوئی

پوری ابھی سنی بھی نہیں تم نے داستاں
اک بات میں بگڑ گئے' یہ بات کیا ہوئی

کیوں میں نے کی شکایت ہجراں' بجا درست
کہتا ہوں ہاتھ جوڑ کے بخشو خطا ہوئی

جاتے ہیں بزم غیر میں ہم بھی بھرے ہوئے
دو ٹوک ان سے یا نہ ہوئی آج یا ہوئی

جیتا ہے دیکھ دیکھ کے تجھ کو ہر اک بشر
کیا بند تیرے عہد میں راہ وفا ہوئی

رحمت کے کارخانے ہیں واعظ کچھ اور ہی
بخشش اسی کی ہو گئی جس سے خطا ہوئی

بند قبا شکستہ ہیں' دامن ہے چاک چاک
کس کی طرف سے یہ تو کہو ابتدا ہوئی

خنجر میں تیرے خون کی بو آ رہی ہے آج
کیا جانے کس غریب کی حاجت روا ہوئی

دل ہاتھ سے گیا ہے تو پھر مل ہی جائے گا
یہ جان تو نہیں کہ ہوئی جب جدا ہوئی

اتنا اثر تو نالہ پہ درد نے کیا
چاروں طرف سے حق میں ہمارے دعا ہوئی

کہتے ہیں وہ ہماری اطاعت کرے گا کیا
جس بندۂ خدا سے نہ طاعت ادا ہوئی

واعظ مۓ طہور کی قیمت گراں سہی
میں دام پھیر لوں گا اگر بدمزا ہوئی

مشہور ہے زمانے میں دونوں کی لاگ ڈانٹ
میری فغاں ہوئی کہ تمہاری ادا ہوئی

یا پی پلا کے حضرت زاہد بھی رنگ لائے
یا یہ ہوا کہ دختر زر پارسا ہوئی

قاتل نے بعد قتل پڑھی عید کی نماز
میری قضا کے ساتھ یہ اچھی ادا ہوئی

جب ان سے پوچھتا ہوں دل گم شدہ کو میں
وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میری کیا ہوئی

اے داغ! کس کو دیکھ لیا تو نے' خیر ہے
اب تک تو ہوش میں تھا تجھے کیا بلا ہوئی

۲۴۵

دنیا میں ہیں سب عیش کے ساماں کوئی دن کے
یہ جلوے نظر آتے ہیں ناداں کوئی دن کے

ہیں نغمۂ مرغان خوش الحان کوئی دن کے
ہیں رنگ و بہار چمنستان کوئی دن کے

عالم ہے شب و روز ترے وصل کا خواہاں
کرتا ہے کوئی رات کے ارماں، کوئی دن کے

ڈرتی ہے بلا بھی تو مرے روز سیہ سے
ہو سکتی ہے روکش شب ہجراں کوئی دن کے

بے باک ہوئے جاتے ہیں اب وہ کوئی دن میں
درباں کوئی دن کے ہیں نگہباں کوئی دن کے

دل دے کے اب اس شوخ پہ جاتی ہے مری جان
ہیں اور بھی تقدیر میں نقصاں کوئی دن کے

ہے جوش جوانی میں خیال مئے و معشوق
اے دل ہیں یہ سب خواب پریشاں کوئی دن کے

پھر اپنے مقدر میں کہاں وصل کی راتیں
ہم پر ہیں یہ سب آپ کے احساں کوئی دن کے

لے جائے کہاں دیکھئے اب گردش قسمت
دلی میں ہم اے داغ ہیں مہماں کوئی دن کے

۲۴۶

اطاعت میں اغیار خامی کریں گے
ہمیں بندہ پرور غلامی کریں گے

وہ کیا چارۂ تلخ کامی کریں گے
یہی تا کہ شیریں کلامی کریں گے

کروں گا جب اظہار رنج و مصیبت
حمایت مری ان کے حامی کریں گے

یہ ٹھہری ہے آوارگان محبت
جناب خضر کو مقامی کریں گے

ہوئے آپ بدنام جن جن کے پیچھے
وہی آپ کی نیک نامی کریں گے

یہی غم رہے گا مرے دوست ان سے
ذرا پختگی میں جو خامی کریں گے

یہ جانو کہ ہو گی جہاں خاک عاشق
وہیں تو وہ محشر خرامی کریں گے

۲۳۸

کریں ہم دغا آپ سے توبہ توبہ — یہ کوفی کریں گے، یہ شامی کریں گے
کوئی کچھ پڑھایا کرے مغ بچوں کو — یہ بس یاد اشعار جامی کریں گے
کہاں تک اٹھائیں یہ نازک مزاجی — کسی اور کی اب غلامی کریں گے
رہے گا نہ دشمن تو مجھ کو خوشی کیا — وہ خود اس کی قائم مقامی کریں گے
قیامت بھی مٹ جائے گی ہر قدم پر — قیامت کی وہ خوش خرامی کریں گے
مرے قتل کے روز میلہ لگے گا — یہ جلسہ وہ اک دھوم دھامی کریں گے
عجب شان پر رحمت عام ہو گی — خوشی خاص بندوں میں عامی کریں گے

نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمہارا
ادا سب پیامی سلامی کریں گے

۲۴۷

دل پریشان ہوا جاتا ہے — اور سامان ہوا جاتا ہے
خدمت پیر مغاں کر زاہد — تو اب انسان ہوا جاتا ہے
موت سے پہلے مجھے قتل کرو — اس کا احسان ہوا جاتا ہے
لذت عشق الٰہی مٹ جائے — درد ارمان ہوا جاتا ہے
دم ذرا لو کہ مرا دم تم پر — ابھی قربان ہوا جاتا ہے
گر یہ کیا ضبط کروں اے ناصح — اشک پیمان ہوا جاتا ہے
بے وفائی سے بھی رفتہ رفتہ — وہ مری جان ہوا جاتا ہے
عرصۂ حشر میں وہ آ پہنچے — صاف میدان ہوا جاتا ہے
مدد اے ہمت دشوار پسند — کام آسان ہوا جاتا ہے
چھائی جاتی ہے یہ وحشت کیسی — گھر بیابان ہوا جاتا ہے

شکوہ سن آنکھ ملا کر ظالم کیوں پشیمان ہوا جاتا ہے
آتش شوق بجھی جاتی ہے خاک ارمان ہوا جاتا ہے
عذر جانے میں نہ کر اے قاصد تو بھی نادان ہوا جاتا ہے
مضطرب کیوں نہ ہوں ارماں دل میں قید مہمان ہوا جاتا ہے
داغ! خاموش، نہ لگ جائے نظر
شعر دیوان ہوا جاتا ہے

۲۴۸

جنس دل، آپ کو کیا؟ مہنگی ہے یا سستی ہے
ہم نہیں بیچتے کچھ زور زبردستی ہے

مجھ کو جلوے سے غش آیا اسے گذرا یہ گمان
نیند غفلت کی ہے یا چھائی ہوئی مستی ہے

اے فلک چمن سے دم بھر تو پڑا رہنے دے
ہم بھی بستے ہیں جہاں خلق خدا بستی ہے

ہے ہمیشہ رخ رنگیں کی بہار اے گل تر
رو کشی اس سے کرے تو، تری کیا ہستی ہے

ہاتھ سے دامن امید کرم چھوٹ گیا
ہم یہ سمجھے کہ یہی وجہ تہی دستی ہے

زہر چڑھتا ہے تری زلف کے نظارے سے
مار رکھتی ہے یہ ناگن یونہی کب ڈستی ہے

۲۴۰

ہے یہ اب بے اثری' غیر کے طعنے کیسے
ہم پر آوازے ہماری ہی فغاں کستی ہے

دل کے سو ٹکڑے اڑے تن کو خبر تک نہ ہوئی
چشم بددور یہ قاتل کی سبک دستی ہے

نعمتیں سارے جہاں کی ہوں تو پروا نہ کرے
فاقہ مستی تری کیا بات ہے کیا مستی ہے

کوئی دم موت کا کھٹکا نہیں جاتا دل سے
نیستی کہتے ہیں جس کو وہ یہی ہستی ہے

کہیں روتا تو ادھر سے نہیں گذرا مجنوں
پاؤں سے ناقۂ لیلیٰ کے زمیں دھستی ہے

حوصلہ چاہئے انسان کو جو پائے عروج
پست ہمت کو بلندی بھی جو ہے پستی ہے

بہر گل گشت جو آتا ہے وہ نازک اندام
شاخ گل تار رگ گل سے کمر کستی ہے

آدمی روح کو آرام سے رکھے ہر دم
ورنہ پھر اور ہی عالم کو یہ چل بستی ہے

حیدر آباد رہے تا بہ قیامت قائم
یہی اب داغ مسلمانوں کی اک بستی ہے

۲۴۹

غیر سے میری طرف داری ہے یہ نئی طرح کی عیاری ہے

۲۴۱

ان کو وعدے میں بھی دشواری ہے — مجھ کو ایک ایک گھڑی بھاری ہے
میرے دل میں وہ حنائی فندق — اک چمکتی ہوئی چنگاری ہے
چشم فتاں میں کہاں شرم و حیا — مردمک مردم بازاری ہے
غمزہ و ناز نے کھینچی تلوار — کس سے یہ جنگ کی تیاری ہے
کم نہیں موت سے دل کا آنا — سخت مجبوری و ناچاری ہے
سنگ اسود نہ ٹلا کعبے سے — پتھر اپنی ہی جگہ بھاری ہے
آنکھیں بھرتی ہیں ہزاروں فتنے — اس کی مژگاں کا قلم جاری ہے
کیا کریں شور لب زخم جگر — آپ کا پاس نمک خواری ہے
عرض مطلب پہ زباں قطع ہوئی — بات کرنے کی گنہ گاری ہے
آئے چکر میں جناب زاہد — دختر رز کا قدم بھاری ہے
اتنی ہی رات ہے جتنی سمجھو — یہی آدھی ہے یہی ساری ہے
یہ رہے جان رہے یا نہ رہے — وضع داری بری بیماری ہے

داغ دشمن سے بھی جھک کر ملئے
کچھ عجب چیز ملنساری ہے

۲۵۰

خوش کسی حال میں انسان رہا ہے نہ رہے — ہو کے بے فکر کسی آن رہا ہے نہ رہے
دست معشوق سہی پنجہ وحشت نہ سہی — ثابت اپنا تو گریبان رہا ہے نہ رہے
نہ کیا قتل یونہی سب کو گھلا کر مارا — مرنے والوں کے سر احسان رہا ہے نہ رہے
میرے ہی قتل کی حسرت ترے دل میں تو رہی — بجز اس کے کوئی ارمان رہا ہے نہ رہے
جو حقیقت سے خبردار ہوا یا ہو گا — پھر حقیقت میں وہ انسان رہا ہے نہ رہے

کرتے ہیں عشق کا ہم جان لگا کر سودا — اس میں انجام کو نقصان رہا ہے نہ رہے
خون عاشق سے ہمیشہ ہی رہا فندق بند — سادہ اس تیر کا پیکان رہا ہے نہ رہے
دل بیتاب کو کیوں زلف میں الجھاتے ہو — کوئی باندھے سے تو مہمان رہا ہے نہ رہے
دخل کیا ہم سے محبت میں جو بازی لے جائے — غیر کے ہاتھ یہ میدان رہا ہے نہ رہے
راہ میں تیر نگہ دور سے لیتا ہے خبر — ان کے ہمراہ نگہبان رہا ہے نہ رہے

سخن عشق کی تاثیر سے وہ ڈرتے ہیں
سامنے داغ کا دیوان رہا ہے نہ رہے

۲۵۱

دیکھئے عشق میں اب جان رہے یا نہ رہے — جان کیا چیز ہے ایمان رہے یا نہ رہے
چاٹ جنت کی قیامت ہے' دل خلق حریص — عمر بھر شوق میں انسان رہے یا نہ رہے
کیا مصیبت ہے کہ تم وعدہ کرو اور نہ آؤ — کوئی کم بخت پریشان رہے یا نہ رہے
اب تو کھالی ترے ملنے کی قسم اے ظالم — آن رہ جائے' مری جان رہے یا نہ رہے
ہوش میں آؤ نہ گھبراؤ جواب اس کا دو — شب کو جا کر کہیں مہمان رہے یا نہ رہے
آج یاروں نے مری موت کی تیاری کی — یہ بھی کل دیکھئے سامان رہے یا نہ رہے
جلوۂ یار قیامت ہے جناب ناصح — کہئے حضرت کے بھی اوسان رہے یا نہ رہے
جذب دل کی نہ خبر تھی تو لگایا کیوں تھا — آپ کے تیر میں پیکان رہے یا نہ رہے
تو تو اک بار مرے دل کی تمنا بر لا — پھر بلا سے کوئی ارمان رہے یا نہ رہے
ہاتھ سے وقت گیا آپ جو قابو سے گئے — عمر بھر کوئی پشیمان رہے یا نہ رہے

تیری تصویر نے دیکھی تھی کب ایسی صورت
دیکھ کر داغ کو حیران رہے یا نہ رہے

۲۵۲

قیامت ہیں بانکی لوائیں تمہاری — ادھر آؤ لے لوں بلائیں تمہاری
جو پوچھا کبھی شغل تنہائی ان سے — کہا گنتے ہیں ہم خطائیں تمہاری
زمانے میں ہیں یادگار زمانہ — وفائیں ہماری، جفائیں تمہاری
ہمیں دو گے انعام کیا روز محشر — جو ہم بات بگڑی بنائیں تمہاری
پھڑک جائے کیوں کر نہ انسان سن کر — رسیلی سریلی صدائیں تمہاری
تجلی کی موسیٰ سے ہوں دو دو باتیں — اگر شکل ہم دیکھ پائیں تمہاری
ہمیں سب ہے تمہارے ہے سم آب و دانہ — قسم بھی جو کھائیں تو کھائیں تمہاری
ہر اک داستاں ہے نہایت مزے کی — ہم اپنی کہیں یا سنائیں تمہاری
کریں آنکھ سے ہم نظارے تمہارے — سنیں کان سے ہم صدائیں تمہاری
کرو صدقے غیروں کو سر پر سے اپنے — بڑے لینے والے بلائیں تمہاری
بظاہر محبت جتانے سے حاصل — مجھے کوستی ہیں دعائیں تمہاری
وہ گھبرا گئے آخر اے حضرت دل — کہاں تک سنیں التجائیں تمہاری
یقیں ہے کہ اب سے زیادہ قلق ہو — محبت جو ہم آزمائیں تمہاری
شب غم وہاں سے یہ پیغام آیا — اثر کر چکیں بس دعائیں تمہاری

اٹھائے ہیں صدمے بہت داغ تم نے
الٰہی مرادیں بر آئیں تمہاری

۲۵۳

بہکہ نکلی، نہ دل کی چور زلف عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ، مٹھی کھول، یہ چوری یہیں نکلی

تری خاطر سے کہ دوں آرزو اے نازنیں نکلی
نہیں نکلی، نہیں نکلی، نہیں نکلی، نہیں نکلی

تہہ شمشیر گھٹ گھٹ کر مری جان حزیں نکلی
تمنا آپ کے دل کی بھی نکلی یا نہیں نکلی

مٹی چین جبیں تو چاند سی تیری جبیں نکلی
پڑی جب گل جھڑی دل میں نہیں سلجھی نہیں نکلی

دعائے بے اثر کی جب ہوئی کچھ سرد بازاری
کلیجے سے ہمارے جل کے آہ آتشیں نکلی

اٹھے دست دعا کیا ضعف نے ایسا گھٹایا ہے
جسے میں ہاتھ سمجھا تھا وہ خالی آستیں نکلی

بت آنکھیں لگی رہتی ہیں اس کی چشم پر فن پر
ہماری تاک میں جو تھی وہ خود زیر کمیں نکلی

بجا اے حضرت واعظ کہاں دنیا کہاں جنت
نرالی آن، بانکی وضع، جب نکلی یہیں نکلی

رسائی ضعف سے مشکل تھی اس کے روئے زیبا تک
ہماری آہ سے مل کر نگہ واپسیں نکلی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہ نے نیچا مارا زباں سے آفریں نکلی

کہوں کیا پہلے ہی آنکھیں نکالیں آپ نے مجھ پر
ابھی کم بخت پوری بات بھی منہ سے نہیں نکلی

مجھے خوش دیکھ کر تم کیوں مبارک باد دیتے ہو
نہ پوچھو وصل کی حسرت کہاں نکلی کہیں نکلی

نکل کر تم مری آغوش سے اس حال کو پہنچے
کہیں سے چل دیا دامن کہیں سے آستیں نکلی

ہمارا حال دنیا میں کوئی کب دیکھ سکتا ہے
توقع چشم جاناں سے تھی، وہ بھی شرمگیں نکلی

زمانے کو تو یہ ارمان مجھ کو اس کا رونا ہے
وہ تھی کیا بے وفا حسرت جو وقت واپسیں نکلی

مرے ہی سامنے باد صبا نے کیوں نقاب الٹی
چھری کھینچے ہوئے اس شوخ کی چین جبیں نکلی

ٹھکانا خانہ ویران محبت کا کہاں ہوتا
نہ اس لائق فلک نکلا نہ اس قابل زمیں نکلی

تمہیں دعویٰ تھا ہم ہوں گے مقابل ماہ کامل سے
خدا کی شان ہے لو وصل کی شب چودھویں نکلی

نیاز و ناز عشق و حسن دیکھا قیس و لیلیٰ میں
جو یہ صحرا نشیں نکلا تو وہ محمل نشیں نکلی

یہ ان کو لاگ ہے وہ پوچھتے ہیں ہر مسافر سے
ہماری سی کوئی صورت کہیں دیکھی کہیں نکلی

اجل نے دی نہ مہلت بات کی بھی رہ گئی حسرت
ادھر گھر سے وہ نکلے تھے ادھر جان حزیں نکلی

مری طبع رواں اے داغ جس دم جوش پر آئی
وہی پانی ہوئی جو شعر کی پتھر زمیں نکلی

۲۵۴

عرض احوال کو گلا سمجھے ۔۔۔ کیا کہا میں نے، آپ کیا سمجھے
ان اشاروں کو کوئی کیا سمجھے ۔۔۔ نگہ ناز سے خدا سمجھے
وعدہ کرنا پھر اس خوشی کے ساتھ ۔۔۔ ہم تو اس کو بھی اک ادا سمجھے
چلتے چلتے وہ کہہ گئے مجھ سے ۔۔۔ ہم تجھے مطلب آشنا سمجھے
پردے پردے میں گالیاں دے کر ۔۔۔ مجھ سے وہ پوچھتے ہیں کیا سمجھے
اپنے بے چین دل کے آگے ہم ۔۔۔ اس کی شوخی کو بھی حیا سمجھے
ان کنایوں کو اپنے تم سمجھو ۔۔۔ بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے
خط کو دیکھا نہ دیکھا چاک کیا ۔۔۔ اس کو مطلب جو مدعا سمجھے
سچ تو یہ ہے کہ وہ بت مغرور ۔۔۔ اپنے آگے کسی کو کیا سمجھے
کیا یقیں ہے مری محبت کا ۔۔۔ وہ شکایت کو التجا سمجھے
جب کہا اس نے تجھ سے سمجھیں گے ۔۔۔ میں نے بھی طعن سے کہا، سمجھے
تو پرائی سمجھ پہ کام نہ کر ۔۔۔ رمز الفت کو غیر کیا سمجھے
دل نے سمجھا ہے دوست دشمن کو ۔۔۔ ایسے نافہم سے خدا سمجھے

آدمیت کی شرط ہے اے داغ
خوب اپنا برا بھلا سمجھے

۲۵۵

دل کو کیا ہو گیا خدا جانے ۔۔۔ کیوں ہے ایسا اداس کیا جانے

اپنے غم میں بھی اس کو صرفہ ہے ۔۔۔ نہ کھلا جانے وہ، نہ کھا جانے
اس تجاہل کا کیا ٹھکانا ہے ۔۔۔ جان کر جو نہ مدعا جانے
کہہ دیا میں نے راز دل اپنا ۔۔۔ اس کو تم جانو یا خدا جانے
کیا غرض، کیوں ادھر توجہ ہو ۔۔۔ حال دل آپ کی بلا جانے
جانتے جانتے ہی جانے گا ۔۔۔ مجھ میں کیا ہے ابھی وہ کیا جانے
کیا ہم اس بدگماں سے بات کریں ۔۔۔ جو ستائش کو بھی گلا جانے
تم نہ پاؤ گے سادہ دل مجھ سا ۔۔۔ جو تغافل کو بھی حیا جانے
ہے عبث جرم عشق پر الزام ۔۔۔ جب خطا وار بھی خطا جانے
نہیں کوتاہ دامن امید ۔۔۔ آگے اب دست نارسا جانے
جو ہو اچھا ہزار اچھوں کا ۔۔۔ واعظ اس بت کو تو برا جانے
کی مری قدر مثل شاہ دکن ۔۔۔ کسی نواب نے نہ راجا جانے
اس سے اٹھے گی مصیبت عشق ۔۔۔ ابتدا کو جو انتہا جانے

داغ سے کہہ دو اب نہ گھبرائے
کام اپنا بتا ہوا جانے

۲۵۶

کمر کی طرح بے نشاں ہے دہن بھی ۔۔۔ دہن کا ہے دعویٰ تو کیجیے سخن بھی
ہزاروں طرح کے ہیں سلمان اس میں ۔۔۔ پرانی ہی سرکار چرخ کہن بھی
سنبھل کر ذرا پاؤں رکھیے زمیں پر ۔۔۔ اگر چال بگڑی تو بگڑا چلن بھی
بہت خوب رو دل میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔۔۔ مگر بزم جنت ہے یہ انجمن بھی

نہ خط بھیجتا ہے نہ آتا ہے کوئی
عدم ہو گیا ہے ہمارا وطن بھی

اگر دل ملائے تو مل جائے باہم
زباں سے زباں بھی، دہن سے دہن بھی

تجھے ابروئے یار سیدھا نہ دیکھا
عجب با کپن ہے ترا با کپن بھی

وہاں کچھ نہ بولا گیا نامہ بر سے
خدا نے دیے تھے زباں بھی دہن بھی

نہ مانا برا میرے شکوے کا اس نے
بڑے کام آیا یہ دیوانہ پن بھی

بلا سے ہوں برباد ہم اڑ کے پہنچیں
نہیں آتی ہم تک ہوائے وطن بھی

طریق محبت میں رہبر ہو اچھا
یہی راہ آسان بھی ہے کٹھن بھی

شرارت سے خالی نہیں ان کی باتیں
جہاں سادگی ہے وہاں با کپن بھی

سلامت رہے شاہ محبوب یا رب
رعیت بھی آباد ملک دکن بھی

وہی چارہ فرمائے اہل غرض ہے
وہی دست گیر غریب الوطن بھی

فلاطوں خرد ہے تو لقمان حکمت
سکندر حشم ہے تو جم انجمن بھی

مرا شاہ ہے مالک ملک و دولت
مرا شاہ ہے قدر دان سخن بھی

خدا کی عنایت سے ہے داغ سب کچھ
جو وہ مہرباں ہے تو شاہ دکن بھی

۲۵۷

سیکڑوں ملتے ہیں الزام کے دینے والے
ایک دو بھی نہیں آرام کے دینے والے

میرے قاصد کو دیا اس نے یہ جھنجلا کے جواب
کون ہوتے ہیں وہ پیغام کے دینے والے

وعدۂ وصل پہ یہ پختگی و استحکام
آفریں اے طمع خام کے دینے والے

جاں نثاروں کو ملا کرتے ہیں اکثر دشنام
تم سلامت رہو انعام کے دینے والے

اس خرابات سے وہ اہل خرابات گئے
جام بھر کر مئے گلفام کے دینے والے

آبرو عاشق بدنام کی کب رہتی ہے
نام رکھتے ہیں مجھے نام کے دینے والے

عشق کے حکم سے ہے دست جنوں برسرکار
کام لیتے ہیں سبھی کام کے دینے والے

ناتوانی پہ نہ جا تو کہ ہمیں باقی ہیں
سو دعائیں تجھے دل تھام کے دینے والے

اب مرے سامنے خاموش ہے کیوں کیا باعث
لب گستاخ سے دشنام کے دینے والے

وہی تو وعدۂ دیدار کریں گے پورا
مجھ کو دھوکے سحر و شام کے دینے والے

وہی اچھے وہی دانا ہیں تمہارے نزدیک
مشورے تم کو برے کام کے دینے والے

آپ ہیں جان کے ایمان کے لینے والے
آپ ہیں درد کے آلام کے دینے والے

غیر کیا دے گا تمہیں نقد دل و جاں اپنا
نہیں ہوتے کبھی اس نام کے دینے والے

قتل عشاق کا وہ حکم نہ دیتے بے وجہ
کچھ سمجھ لیتے ہیں احکام کے دینے والے

داغ عاصی کو ملے نعمت فردوس و نعیم
یا نبیؐ دولت اسلام کے دینے والے

۲۵۸

یہ دل، محبوب سبحانی کے صدقے — محی الدین جیلانی کے صدقے
مرے دل پر چلے وہ خنجر عشق — ملک ہوں جس کی قربانی کے صدقے
تمہاری ذات سے ہے نظم عالم — جہاں بانی کے سلطانی کے صدقے
تمہارے لطف پنہانی کے قربان — تمہارے فیض روحانی کے صدقے
نثار قبہ انور مہ و مہر — فرشتے قبر نورانی کے صدقے
یہ زیبا ہے جو ہوں لوح و قلم بھی — تمہارے اسم لاثانی کے صدقے
سبک روحی میں کب ہے لذت درد — دم بسمل گراں جانی کے صدقے
یہ دل ہو اور جوش قلزم عشق — یہ کشتی موج طوفانی کے صدقے

فدائے شمع پروانہ ہو اے داغ
ہم اپنے قطب ربانی کے صدقے

۲۵۹

محبت ہے مجھے اس رہ گذر سے — جنازہ بھی مرا جائے ادھر سے
بچانا آفت تیر نظر سے — الٰہی یہ بلا آئی کدھر سے

لچکتی ہے بہت بار نظر سے
ہمارے ہاتھ لپٹا لو کمر سے

کمہ دل سے لڑے مژگاں جگر سے
بندھا ہے مورچہ کیا گھر کے گھر سے

ٹپکتا ہے یہ صاف اس کی نظر سے
بہت باتیں ہوئی ہیں نامہ بر سے

نہ روکا شام فرقت کو کسی نے
دوھائی دے رہا تھا میں سحر سے

کیا ہے ضبط جب درد محبت
گرے ہیں ٹپ ٹپ آنسو چشم تر سے

انہیں فرصت کہ اس کا سر اتارا
ہمیں فرصت کہ چھوٹے درد سر سے

ہم اپنی جان پر کھیلے ہوئے ہیں
لڑائی ہو پڑی ہے چارہ گر سے

خدا کی دین ہے غم ہو کہ شادی
یہ بندے لائے ہیں کیا اپنے گھر سے

تمہارا دیکھنا کیوں کر نہ دیکھوں
نظر کی چوٹ رکتی ہے نظر سے

نرالی وضع زاہد نے بنائی
یہ ہے انسان کیا جانے کدھر سے

ملی سوز و گداز ہجر کی داد
بجھے آنسو مرے شمع سحر سے

شب فرقت تمہیں اتنے تو ٹالے
کہ میں باتیں کروں دیوار و در سے

نہ دیکھا کر مجھے غصے سے ظالم
تری آنکھوں سے بھی کیوں خون برسے

مزا آتا ہے ان کے روٹھنے میں
ہمیشہ چھیڑ ہوتی ہے ادھر سے

دغا ہم سے کرو گے آخر کار
یہ ہم سمجھے ہوئے تھے پیشتر سے

انہیں تو حور ہی سے لاگ ٹھہری
الٰہی لاؤں جنت کس کے گھر سے

رقیب روسیہ کیوں سر چڑھا ہے
اسے صدقے کرو تم داغ پر سے

۲۶۰

لذت سیر دگر چشم تمنا لے گی
ایک بار اور بھی دنیا ابھی پلٹا لے گی

دل کا سرمایہ وہ دز دیدہ نظر کیا لے گی
اتنا دینا بھی پڑے گا اسے جتنا لے گی

شکوۂ دھر نہ بیداد فلک کی فریاد
حشر میں خلق خدا نام تمہارا لے گی

پردہ در ہو گی محبت یہ خبر تھی کس کو
ہاتھ میں دامن یوسفؑ کو زلیخا لے گی

نہ کریں میرے لئے حضرت ناصح تکلیف
خود طبیعت دل بیتاب کو سمجھا لے گی

لٹ چکے جان و دل و صبر و خرد روز وصال
کیا دھرا ہے شب غم آکے یہاں کیا لے گی

ایک مدت سے ہے برباد ہماری مٹی
دیکھئے کب ترے دامن کا سہارا لے گی

چارہ گر ہوں گے تجھے کپڑے چھڑانے مشکل
آڑے ہاتھوں مری وحشت کبھی ایسا لے گی

خاص بخشو گے تمہیں اپنے گنہ گاروں کو
بخشش عام نہ ان کا کبھی ٹھیکا لے گی

کج اداؤں کو بہت ہم نے کیا ہے سیدھا
ہم سے کیا بل کی تری زلف چلیپا لے گی

چین سے آپ رہیں کچھ مری پروا نہ کریں
کیا شب ہجر بلا ہے کہ مجھے کھا لے گی

دل کا سودا تری زلفوں سے بنا رکھا ہے
کیا خبر تھی کہ کمہ مفت میں ہتیا لے گی

شب کو دیکھے گی جو یہ داغ دل و چاک جگر
خوف سے کلہ کشاں دانتوں میں تنکا لے گی

غیر ہے خواب شب وصل میں اے آہ رسا
کام بن جائے گا سوتے کو اگر جا لے گی

اوپری دل ہی سے اس دل کے خریدار بنو
جس کو تم لو گے اسی چیز کو دنیا لے گی

کام بگڑا نہ بنائے سے بنے گا ہرگز
میری تدبیر نہ تقدیر سے بدلا لے گی

درد و غم رنج و الم مول لئے کیا کیا کچھ
اور کیا کیا نہ مری خواہش بے جا لے گی

گرم بازاری دل دیکھ کے وہ کہتے ہیں
ہم نہ لیں گے اسے جس چیز کو دنیا لے گی

دل سودا زدہ آزار محبت لے گا
عقل دیوانی نہیں ہے جو یہ سودا لے گی

شاہ دیں دار کا وہ فیض ہے جاری اے داغ
حشر تک جس سے مزے دین کے دنیا لے گی

۲۶۱

جب سے بسی ہوئی کسی گلگوں قبا میں ہے
میں کیا ہوں کہ نکہت گل کس ہوا میں ہے

گرویدہ اس ستم پہ بھی رہتے ہیں سیکڑوں
میری وفا کا رنگ تمہاری جفا میں ہے

خالی نہیں ہے ان کی شرارت سے شرم بھی
جو کچھ بچی ادا سے وہ شوخی حیا میں ہے

افسوس یہ ہوئی نہ مقدر میں غیر کے
مضبوط جو گرہ ترے بند قبا میں ہے

گذری کبھی نہ چین سے ہم کو کوئی گھڑی
جو ابتدا میں غم تھا وہی انتہا میں ہے

اے خضر بادہ خوار کو کیا اس کی آرزو
کیفیت شراب بھی آب بقا میں ہے

آسودگان خاک کی آہیں لگی نہ ہوں
دامن دم خرام ترا کس ہوا میں ہے

چٹکی میں ان کی تیر نگاہوں میں ان کی قہر
کیا جانے کتنی دیر ہماری قضا میں ہے

ہنگامہ دوست، دوست رہا بزم غیر میں
کب یہ سنا کہ مجمع اہل وفا میں ہے

مر جاؤں میں اگر ہو وہاں ناز میں کمی
اپنی تو جان ایک سراپا ادا میں ہے

کس طرح عرض حال کرے کیا کرے کوئی
تاثیر • شکوے میں نہ اثر التجا میں ہے

سر پھوڑنا فضول ہے، دم توڑنا عبث
دل پھیر دے بتوں کا یہ قدرت خدا میں ہے

پہلو میں دیکھ کر مرے دل کو مچل گئے
ان کو گمان تھا مری زلف دوتا میں ہے

دن کو کچھ اور رنگ تو شب کو کچھ اور ڈھنگ
تاثیر دو طرح کی ہماری دعا میں ہے

ہنگام سجدہ سر پہ قیامت بپا ہوئی
ہر ذرہ ایک فتنہ ترے نقش پا میں ہے

دل کو پھنسا رہی ہے وہ زلف سیاہ گوں
یہ مبتلا تو آپ ہی اپنی بلا میں ہے

یا رب شب فراق نہ ہوں مانگ کر خجل
اس کی ادا کا ڈھنگ بھی کوئی قضا میں ہے

یہ وحشت مزاج نہ اس وقت رنگ لائے
دامن قبول کا مرے دست دعا میں ہے

اب دیکھئے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں
سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یاد خدا میں ہے

۲۶۲

ہم اس جہان سے ارمان لے کے جائیں گے
خدا کے گھر بھی سامان لے کے جائیں گے

یہ ولولے تو مری جان لے کے جائیں گے
یہ ذوق شوق تو ایمان لے کے جائیں گے

وہ وقت نزع نہ آئیں عدو کے کہنے سے
ہم اور غیر کا احسان لے کے جائیں گے

بیاں کریں گے ترے ظلم ہم قسم کھا کر
خدا کے سامنے قرآن لے کے جائیں گے

چڑھی نہ تربت مجنوں پہ آج تک چادر — ہم اپنا چاک گریبان لے کے جائیں گے

ہمیں یہ فکر کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں — انھیں یہ ضد کہ اسی آن لے کے جائیں گے

صنم کدے کے ہوئے ہم نہ ہے کدے کے ہوئے — یہ داغ دل میں مسلمان لے کے جائیں گے

بھرے ہیں کعبہ دل میں جو حسرت و ارمان — مراد اپنی یہ مہمان لے کے جائیں گے

لگا کے لائے ہیں غیروں کو آپ اپنے ساتھ — یہاں سے کیا یہ نگہبان لے کے جائیں گے

بغیر وصل کا وعدہ لئے ٹلیں گے نہ ہم — یہ عہد لے کے یہ پیمان لے کے جائیں گے

پھنسا رہے گا دل مبتلا تو دنیا میں — گناہ کس میں پھر انسان لے کے جائیں گے

کچھ آگیا مرے آگے دیا لیا میرا — یقین تھا وہ مری جان لے کے جائیں گے

خدا کے سامنے جب آپ کی طلب ہوگی — وہاں بھی آپ نگہبان لے کے جائیں گے

نہیں ہے تشنگی حشر کا کچھ اندیشہ — ہم اشک شرم کا طوفان لے کے جائیں گے

کریں گے اہل جزا اہل حشر میں تقسیم — بہت سے ہم ترے ارمان لے کے جائیں گے

کیا ہے سخت پریشان ناصحوں نے مجھے — جب آئیں گے مرے اوسان لے کے جائیں گے

اس آستاں پہ جو دی جان داغ بے کس نے
جنازہ آپ کے دربان لے کے جائیں گے

۲۶۳

وعدے پہ ان کی بات بنائی ہوئی سی ہے — کھائی ہے وہ قسم کہ جو کھائی ہوئی سی ہے

کسی بوالہوس کے خون میں تم نے رنگے ہیں ہاتھ — اتری ہوئی حنا یہ لگائی ہوئی سی ہے

چھایا ہوا ہے بزم عدو کا خمار سا — آنکھوں میں تیری نیند سمائی ہوئی سی ہے

افسردہ خاطری میں بھی ہے آگ شوق کی — پوری بجھی نہیں یہ بجھائی ہوئی سی ہے

تم دل سے مہربان ہو اس کا یقیں نہیں
یہ طرز التفات اڑائی ہوئی سی ہے

دھویا ہے تم نے تیغ کو باقی ہے نم ابھی
یہ خون میں کسی کے نہائی ہوئی سی ہے

ہے چشم نیم باز پہ دھوکا خمار کا
یہ تو لڑی ہوئی سی لڑائی ہوئی سی ہے

میرا نشاں جو کوچہ جاناں میں دیکھیے
اک مشت خاک وہ بھی اڑائی ہوئی سی ہے

دست فلک سے ہائے مری سرنوشت بھی
موہوم اک لکیر مٹائی ہوئی سی ہے

چشمک زنی نہ کی ہو کسی چشم مست نے
نرگس کی آنکھ آج جو آئی ہوئی سی ہے

رنگت اڑی ہوئی سی ہے کیا آج داغ کی
چہرے پہ مردنی بھی تو چھائی ہوئی سی ہے

۲۶۴

ہر دم اسی کی دھن ہے اسی کا خیال ہے
چھوٹے چھٹائے ربط پر اب تک یہ حال ہے

لو دو ہی دن کے بعد یہ ان کا خیال ہے
چھوڑو بھی رسم و راہ کہاں کا وبال ہے

میں کیا کہوں کہ جو مجھے شوق وصال ہے
تم دیکھ لو فقیر کی صورت سوال ہے

جب ہو نہ اعتبار تو کہنے سے فائدہ
اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے

سن کر مری زباں سے برائی رقیب کی
غصے کو تم نے ضبط کیا یہ کمال ہے

قسمت سے نبھ گئی ہے چلو فیصلہ ہوا
میرا کمال ہے نہ تمہارا کمال ہے

لیل و نہار اپنے گذرتے ہیں ایک شکل
جو شب کو خواب تھا وہی دن کو خیال ہے

میں ہوں گدائے مے کدہ مجھ پر ہو کیوں حرام
قاضی کو بھی تو مفت کی واعظ حلال ہے

کس طرح لے سکوں ترے دزد حنا سے دل
اندیشہ ہو گیا کہ یہ چوری کا مال ہے

وہ کہہ رہے تھے بزم میں خنجر نکال کر
اس دل کو لاؤ جس میں امید وصال ہے

جینا ہے ننگ عشق تو مرنا خلاف عقل
یہ بھی محال ہے مجھے وہ بھی محال ہے

کافر نہ میں ہوں اور نہ محشر ہے بزم یار — اپنے کئے سے پھر مجھے کیوں انفعال ہے

اے داغ ان کی رنجش بے جا کا کیا علاج
اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

۲۶۵

دل لے ہی چکے ناز سے، شوخی سے، ہنسی سے — اب ان کی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے
مانی ہیں نیازیں یہی مانگی ہیں دعائیں — اللہ بچائے مجھے تیری خفگی سے
آئینے میں کیا دیکھتے ہو اپنی ادائیں — اس ناز اس انداز کو پوچھو مرے جی سے
ارشاد ہوا ہے کہ تجھے قتل کریں گے — پھر یہ بھی ہے تاکید کہ کہنا نہ کسی سے
معشوق کو عشاق نے بے درد بنایا — انصاف تو یہ ہے کہ ہوئی چوک سبھی سے
ہم کیوں انہیں سمجھا کے عبث رنج اٹھائیں — کچھ بات ہو مطلب نہ بری سے نہ بھلی سے
گھر پھونک دیئے آتش الفت نے ہزاروں — یہ آگ قیامت کی لگی دل کی لگی سے
ہوں محو تصور مری باتوں پہ نہ جاؤ — کچھ بے خودی شوق میں کہتا ہوں کسی سے
ایسا ہو نشانہ تو وہ کیوں غیر کو تاکیں — الفت بھی مجھی سے ہے عداوت بھی مجھی سے
دیکھی نہ بہار اور ثمر عشق کا پایا — اس باغ میں پھل پیشتر آتا ہے کلی سے
در پردہ تو ہوتے ہیں گلے ان کے ہزاروں — دیکھا تو دعا صاف نکل جاتی ہے جی سے
دانستہ بھی رو لیتے ہیں اس بزم میں جا کر — اندیشہ ہے مرجائیں نہ ہم فرط خوشی سے
مہمان کہیں جانے کو ہیں آپ بھی تیار — بس لیجئے سلام اپنا بھی وعدہ ہے کسی سے
پہچانو تو کس نقش کف پا کی ہے، یہ خاک — اکسیر اٹھا لائے ہیں دشمن کی گلی سے
گستاخ ہوا جب نہ پذیرا ہوئی منت — نکلا تو سہی کام مگر بے ادبی سے
بھولے سے پیا بھی کوئی ساغر تو گنہ کیا — اک عمر ہوئی توبہ کئے بادہ کشی سے

شہرہ تھا کہ ہے خنجر قاتل میں بہت آب　　دم سوکھ گیا اس کا مری تشنہ لبی سے
میں وصل کا سائل ہوں جواب اس کا تو دیجئے　　کیوں چپ ہوئے کیا پوچھنے جاتا ہے کسی سے
وہ شام شب وصل سے برہم ہیں الٰہی　　آثار قیامت ہیں نمودار ابھی سے

اے داغ کریں وہ ستم ایجاد کہاں تک
کیا ناک میں دم ہے تری ایذا طلبی سے

۳۶۶

مشکل ہے ان آنکھوں سے خدا کو کوئی دیکھے　　دیکھے تو بت ماہ لقا کو کوئی دیکھے
اس چشم فسوں گر کی حیا کو کوئی دیکھے　　اس ظالم مظلوم نما کو کوئی دیکھے
میرے نفس سرد پہ ہیں طعنہ زن احباب　　اس وقت زمانے کی ہوا کو کوئی دیکھے
کہتے ہیں کہے جائیں برا حضرت واعظ　　پی کر تو مئے روح فزا کو کوئی دیکھے
کھل کھیلئے کھل جایئے دل کھول کر ملئے　　کب تک گرہ بند قبا کو کوئی دیکھے
جب ذکر ہوا طول حیات ابدی کا　　وہ بولے مری زلف رسا کو کوئی دیکھے
تقریر سنے کوئی کہ تعریف تمہاری　　انداز کو دیکھے کہ ادا کو کوئی دیکھے
کہتا ہے کہ مرجاؤ تو کچھ ہم کو یقیں ہو　　بے درد کی اس شرط وفا کو کوئی دیکھے
اس واسطے لے جاتے ہیں غیران کو اڑا کر　　ایسا نہ ہو نقش کف پا کو کوئی دیکھے
اے پردہ نشیں تنگ ہیں سب اہل بصارت　　کیا دخل ترے ناخن پا کو کوئی دیکھے
نیرنگی انداز صنم کو کوئی سمجھے　　دل تنگی مردان خدا کو کوئی دیکھے
جو دیکھتے ہیں چشم تحیر سے ترا حسن　　ان دیکھنے والوں کی ادا کو کوئی دیکھے

اے داغ سنے ہیں بہت اگلے تو فسانے
کیا حال ہے اب اہل وفا کو کوئی دیکھے

دل جگر سب آبلوں سے بھر چلے — مر چلے اے سوز فرقت مر چلے
کہتی ہے رگ رگ ہمارے حلق کی — دم میں دم جب تک رہے خنجر چلے
راہ ہے دشوار و منزل دور تر — پا شکستہ کیا کرے کیوں کر چلے
جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے رہے — جس طرف کو لے چلا رہبر چلے
دیکھیے پس ماندگاں پر کیا بنے — ہم تو اپنی سی بہت کچھ کر چلے
کیسی ہل چل ہے سرائے دھر میں — سب مسافر چھوڑ کر بستر چلے
حضرت دل تھی یہی شرط وفا — آپ میرے حق میں یہ کیا کر چلے
کربلا ہے کوئے قاتل کی زمیں — شام کو پہنچے وہیں دن بھر چلے
غیر کیا جانے کہ پردے پردے میں — وار وہ جس پر چلے اس پر چلے
مار ڈالے گی قفس میں بوئے گل — ہم اسیروں سے ہوا بچ کر چلے
موج طوفانی و گرداب محیط — اپنی کشتی کس طرف بچ کر چلے
حسرتوں سے کیوں نہ ہو دل پائمال — اس زمیں پر سیکڑوں لشکر چلے
منزل مقصود کے خواہاں ہیں سب — ساتھ کس کس کو کوئی لے کر چلے
کیا دھرا تھا اس تہی خم خانے میں — ہم بھی آ کر اپنا بھرنا بھر چلے
نکلنے دیتی ہے کہیں وحشت ہمیں — چھان کر جنگل پھر اپنے گھر چلے
جادۂ راہ حقیقت چھوڑ کر — قافلے کے قافلے اکثر چلے

داغ کے لب پر ہے مصرع درد کا
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

اب کیوں نہ کروں نالہ، مجھے ڈر تو نہیں ہے
یہ عرصۂ محشر ہے ترا گھر تو نہیں ہے

گو وصل ہو لیکن مجھے باور تو نہیں ہے
ہاں دل میں نہ ہو، ان کی زباں پر تو نہیں ہے

پھر جائے تو پھر جائے بلا سے نہیں پروا
کچھ آپ کا دل میرا مقدر تو نہیں ہے

کیوں موردِ بیداد ہوں کچھ وجہ بھی اس کی
لکھا ہوا عاشق مرے منہ پر تو نہیں ہے

چبھتی ہے تری بات مرے دل میں ہمیشہ
آخر یہ زباں ہے کوئی نشتر تو نہیں ہے

کس طرح نہ قدرت کا تماشا نظر آئے
آئینۂ رخ صاف ہے پتھر تو نہیں ہے

جاتی ہی رہے گی یہ پریشانیِ دل بھی
آشفتگیِ زلفِ معنبر تو نہیں ہے

معشوق کا جب ذکر کیا مجھ سے کسی نے
گھبرا کے یہ پوچھا وہ ستم گر تو نہیں ہے

پیغام بروں کی مجھے باتوں کا یقیں کیا
اے دل یہ کچھ ارشادِ پیمبر تو نہیں ہے

فرمائیے اب شوق سے جو مدنظر ہو
دل آپ کے فرمانے سے باہر تو نہیں ہے

کرتا ہے امام آج بہت سہو کے سجدے
پوشیدہ جماعت میں وہ کافر تو نہیں ہے

ہر ایک کو دے روز فلک کیوں درم داغ
ہر شخص کا روزینہ مقرر تو نہیں ہے

آئینے سے ہو جائے گی اس رخ کی صفائی
یہ کینہ دارا و سکندر تو نہیں ہے

احسان ہو ہم پر جو ہمیں آپ بتا دیں
دنیا میں کوئی آپ سے بہتر تو نہیں ہے

پھر قصد صنم خانہ کیا داغ جو تو نے
کم بخت ترے پاؤں میں چکر تو نہیں ہے

۲۶۹

داد کس کی دوں جو ہوں دونوں برابر سامنے
وہ جب آتے ہیں تو آتا ہے مقدر سامنے

ہم کو کیا حاصل حسینوں میں ہو گر تم آفتاب
شب کو ہاتھ آتے نہیں، رہتے ہو دن بھر سامنے

لیں مرے دل میں کسی کافر نے کیا کیا چٹکیاں
جب نظر آیا مجھے اللہ کا گھر سامنے

تازہ ہنگامے دکھاتا ہے ہمیں وہ فتنہ گر
روز ہوتا ہے نیا سامان محشر سامنے

ہم اگر مانیں تو اے زاہد یہ بیشک ہے گناہ
بے طلب رکھ دے جو کوئی بھر کے ساغر سامنے

سن چکے بس لن ترانی ہو چکا ہم سے حجاب
آیئے، اب آیئے، اے بندہ پرور سامنے

یا الٰہی خیر ہو بیٹھے ہیں وہ یوں بزم میں
تیغ رکھی ہے برابر اور خنجر سامنے

جس طرح جی چاہتا ہے اس طرح ہو بے حجاب
یوں تو ہونے کو وہ ہو جاتا ہے اکثر سامنے

دیدۂ و دل کی یونہی تسکین ہونی چاہئے
ایک دلبر ہو بغل میں ایک دلبر سامنے

وہم ہے اس کو کہیں دام وفا میں آ نہ جاؤں
اس لئے رکھ لی برائی سب کی لکھ کر سامنے

بت پرستی سے تو کی توبہ مگر یہ حال ہے
سر پٹکنے کے لئے رہتا ہے پتھر سامنے

مجھ کو ان کے جلوۂ دیدار سے غشؔ آگیا
وہ یہ کہتے ہیں کیا بے خود اسے سرسام نے

اے نگاہ شوق بس اتنی نہ تیزی چاہئے
ہے یہی صورت تو ہوں گے وہ مقرر سامنے

کوئی روکے سے کہیں رکتا ہوں میں شوریدہ سر
توڑ ڈالوں ہو اگر سد سکندر سامنے

دیکھئے اے داغ کیا ہوتی ہے پاداش عمل
دیکھنے والا ہو تو ہے روز محشر سامنے

نگاہ شوخ جب اس سے لڑی ہے — تو بجلی تھرتھرا کر گر پڑی ہے
اسے بھی مجھ کو بھی ضد آپڑی ہے — خرابی بیچ والوں کی بڑی ہے
لہو کی بوند مژگاں سے جھڑی ہے — یہی گلزار دل کی پنکھڑی ہے
قیامت میں قیامت کر گیا کون — کہ دل تھامے صف محشر کھڑی ہے
کریں کیا رند توبہ مے سے زاہد — کہ یہ تو ان کی گھٹی میں پڑی ہے
قدم جمتا نہیں تیری گلی میں — کسی بے تاب کی میت گڑی ہے
عدو بھی تنگ ہے ان کے ستم سے — اسے اپنی مجھے اپنی پڑی ہے
ابھی میں نے کیا تھا یاد اس کو — وہ آیا عمر قاصد کی بڑی ہے
بنا ہے مدعی پیغام بر بھی — جڑی ہے جب مری کھوٹی جڑی ہے
کیا ہے میں نے ضبط آہ جس دم — انی برچھی کی سینے میں گڑی ہے
گل بستر ستارے بن گئے ہیں — ترے ماتھے سے جب افشاں جھڑی ہے
یہ کہتا ہے مرا شوق شہادت — تری تلوار پھولوں کی چھڑی ہے
وہ روٹھیں غیر سے تو ہم منائیں — پرائی آفت اپنے سر پڑی ہے
تجھے دیتا ہوں اپنی جان بھی میں — مرے دل سے مری ہمت بڑی ہے
ٹلیں وہ کب جو دل لینے پہ اڑ جائیں — یہ کیا کچھ کھیل چوسر کی اڑی ہے
الٰہی کب سحر ہوگی شب ہجر — قیامت کی گھڑی ہے جو گھڑی ہے
بگڑ کر ہم نے سو الزام پائے — اب ان کی ہر طرح سے بن پڑی ہے

غزل اک اور بھی اے داغ لکھو
طبیعت اس زمیں میں کچھ لڑی ہے

۲۷۱

نظر کعبے میں اس بت پر پڑی ہے
کہاں جاکر مری قسمت لڑی ہے

مجھے انجام الفت کی پڑی ہے
یہ غم اٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی ہے

وہاں مشق تغافل ہر گھڑی ہے
پرائے دل کی ان کو کیا پڑی ہے

ترے در پر تڑپتے کس کو دیکھا
کہ ہر دیوار سکتے میں کھڑی ہے

پرائے مال پر اتنا تقاضا
تمہیں دل دیں گے جلدی پڑی ہے

مروت بھی ہو تیری آنکھ میں کاش
نشیلی ہے، رسیلی ہے، بڑی ہے

زباں تک آسکے کیا حرف مطلب
ہماری آہ سینے میں اڑی ہے

خزاں سے ہے بہار حسن محفوظ
گل عارض کی کب پتی جھڑی ہے

نہ بیٹھی تیغ عشق اس سنگ دل پر
اچٹ کر چوٹ مجھ پر ہی پڑی ہے

حسینوں کو برا کہتا ہے ناصح
انہی باتوں پہ مجھ سے ہو پڑی ہے

جفائے آسماں کی انتہا کیا
بڑوں کی بات جو کچھ ہے بڑی ہے

خدا سے التجا ہے ناخدا کیا
مری کشتی بھنور میں جا پڑی ہے

ادھر وحشت لئے جاتی ہے مجھ کو
ادھر حداد نے بیڑی گھڑی ہے

دل اپنا بیچتے پھرتے ہیں لاکھوں
محبت آج کل پیسے دھڑی ہے

جنازہ دیکھ لو عاشق کا در پر
سواری اس مسافر کی کھڑی ہے

ہمارا دم ہے خنجر میں دم ذبح
ہماری جان قاتل میں پڑی ہے

امانت رکھ تو لوں داغ محبت
مگر ڈرتا ہوں یہ جوکھوں بڑی ہے

ڈبونا چاہتا ہے قلزم عشق
کنارے پر مری کشتی اڑی ہے

گھری ہے سو بلاؤں میں مری جان
یہ تنہا ہے، اکیلی ہے، چھڑی ہے

وہی اک بات ہے لیکن تری بات　　عدو سے نرم ہے مجھ سے کڑی ہے

ملازم شاہ آصف جاہ کے ہیں
جناب داغ کی قسمت بڑی ہے

۲۷۲

ناوک لگا جگر پہ تو دل پرستاں لگی
کاری لگی نظر تری کافر جہاں لگی

ہم بھی دعا کے بعد پہنچتے تو خوب تھا
کیوں چرخ تک زمیں سے نہ اک نردباں لگی

شام شب وصال میں پھولی نہیں شفق
تکوؤں سے تیرے آگ یہ اے آسماں لگی

آتا ہے تم کو تلخیٔ دشنام میں مزہ
اس چاٹ پر لگی تو تمہاری زباں لگی

پوچھتا جو عشق غیر کی تم کو لگی ہے چوٹ
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولے وہ ہاں لگی

اچھا کہا جو حور کو کیا قہر ہو گیا
ایسی تمہارے دل کو بری مہرباں لگی

میرا فسانہ تونے جو اے پند گو سنا
کچھ تیرے ہاتھ بات بھی اے نکتہ داں لگی

پوشیدہ دل کی چوٹ قیامت کی چوٹ ہے
فرہاد کے تو سر پہ لگی یہ کہاں لگی

رہتی ہے اطلاع انہیں دل کے حال سے — ملتی ہیں گالیاں مجھے پہلے سوال سے
دل کو بچا رہا ہوں بتوں کے خیال سے — اللہ تو علیم ہے بندے کے حال سے
جانا کہ یہ بھی ایک طرح کا لگاؤ ہے — ناخوش ہوا نہ میں کبھی ان کے ملال سے
جانیں ترے خرام کو طاؤس و کبک کیا — لینی تھی اس کی داد کسی پائمال سے
کیا شکوۂ فراق کروں اس کی فکر ہے — بے لطفیاں بڑھیں گی ترے انفعال سے
حجت میں ان حسینوں کو آتا ہے کیا مزا — وعدہ کیا ہے اس نے بڑی قیل و قال سے
اے محتسب نہ لوٹ اسے تو یہ حکم دے — مسجد بنائے پیر مغاں اپنے مال سے
بخشش نہ ہو گی غیر کی یہ مجھ سے پوچھئے — بندے کو اطلاع ہے عقبیٰ کے حال سے
احوال چارہ گر سے کہاں تک بیاں کروں — دم ناک میں ہے روز کی اس دیکھ بھال سے
دو چار وہ ہمیں نے تو لٹکے بتا دیئے — مشہور تم جہاں میں ہوئے جس کمال سے
احسان مانتا ہوں ترا اے دل حزیں — وہ شاد شاد ہیں مرے حزن و ملال سے
ملتی نہیں ہے راہ نکیرین کے لئے — کیا قبر اٹ گئی مری گرد ملال سے
بے جا ہے رشک غیر، بجا ہے یہ روٹھنا — جانے بھی دو ملال بڑھے گا ملال سے
کہتے ہیں کیوں خدا کو کیا یاد ہجر میں — فرصت بڑی ملی تجھے میرے خیال سے
سچ ہے کسی کا چاہنے والا ہو کوئی ہو — دوزخ کو عید ہوتی ہے کافر کے حال سے
تھک تھک کے بند ہوتی ہے یہ چشم انتظار — آتا ہے شب کو خواب تمہارے خیال سے
ہوتا ہے خشک دامن تر کیا طلسم ہے — طوفان گریہ و عرق انفعال سے
اے دست وحشت اور تجھے چاہئے اگر — دامن فلک سے چھین، گریباں ہلال سے
حیرت ہے اس نے صبح کو مجھ سے بیان کیں — باتیں جو کی تھیں رات کو اس کے خیال سے

اے داغ ہے دکن سے بہت دور لکھنؤ
ملتے امیر احمد و سید جلال سے

تقدیر نے نہ جمنے دیا اس جگہ مجھے
اکھڑے قدم وہاں سے طبیعت جہاں لگی

رو رو کے کہہ رہے ہیں وہ مردے پہ غیر کے
کس کی بری نظر تجھے اے نوجواں لگی

بے تاب مجھ کو دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں داغ
کم بخت تیرے چوٹ بتا تو کہاں لگی

۲۷۳

کل کچھ طبیعت اپنی جو مشکوک ہو گئی
آج ان سے دو ہی باتوں میں دو ٹوک ہو گئی

ہوتا نہیں ہے سیر غم دو جہاں سے بھی
اے دل یہ کس بلا کی تری بھوک ہو گئی

کیوں غیر کی طرح سے نہ ہم بے وفا ہوئے
اس عاشقی میں ہم سے بڑی چوک ہو گئی

مدت سے رسم مہر و وفا میں کمی تو تھی
آخر ترے زمانے میں متروک ہو گئی

برسات ہی میں مست ہے ارگن کی بھی صدا
کوئل کی کوک اس کے لئے کوک ہو گئی

سب کچھ ہمارے دل کو ملا کیا نہیں ملا
تیری نگاہ لطف جو مسلوک ہو گئی

اے داغ اب نہیں درم داغ بھی نصیب
دنیا فلک کے ہاتھ سے مفلوک ہو گئی

۲۷۴

ابروئے یار کیوں نہ کھنچے اس مثل سے
اس کے تو ناخنوں میں پڑے ہیں ہلال سے

کیجئے انصاف‘ یہ ناحق کا جھگڑا ہم سے ہے
دل دیا ہے غیر کو اس کا تقاضا ہم سے ہے
وصل کا وعدہ کسی سے ہو وہ گویا ہم سے ہے
کیا یقیں ہے جانتے ہیں ہم یہ ایما ہم سے ہے
مٹ گئے جب ہم تو جانو مٹ گئی ساری بہار
ہم ہیں دنیا میں تو یہ گلزار دنیا ہم سے ہے
وصف یوسف پر بت کافر نے جھنجلا کر کہا
ہم تو دیکھیں اس کی صورت کون اچھا ہم سے ہے
لیلی و مجنوں کا قصہ کوئی سنتا ہی نہیں
بحث عالم کو فقط یا تم سے ہے یا ہم سے ہے
دل یہ کہتا ہے ہمارے دم سے ہیں آثار عاشق
درد ہم سے ہے‘ تپش ہم سے ہے‘ سودا ہم سے ہے
کیوں نہ حیرت ہو کہ بغض و کینہ و رنج و ملال
ہم کو دشمن سے نہیں ہے تم کو جتنا ہم سے ہے
دل جلوں سے آپ بل بھرتے ہیں یہ اچھا نہیں
چرخ کج رفتار بھی گر ہے تو سیدھا ہم سے ہے
جا چکی تھی رسم الفت‘ مٹ چکا تھا نام عشق
اب زمانے میں کچھ ان باتوں کا چرچا ہم سے ہے
واہ کیا کہنا ہے کیا اچھا دیا تم نے جواب
شکوۂ بے جا کو سن کر ناز بے حا ہم ہے ہے

کیجئے انصاف، یہ ناحق کا جھگڑا ہم سے ہے
دل دیا ہے غیر کو اس کا تقاضا ہم سے ہے

وصل کا وعدہ کسی سے ہو وہ گویا ہم سے ہے
کیا یقیں ہے جانتے ہیں ہم یہ ایسا ہم سے ہے

مٹ گئے جب ہم تو جانو مٹ گئی ساری بہار
ہم ہیں دنیا میں تو یہ گلزار دنیا ہم سے ہے

وصف یوسف پر بت کافر نے جھنجلا کر کہا
ہم تو دیکھیں اس کی صورت کون اچھا ہم سے ہے

لیلیٰ و مجنوں کا قصہ کوئی سنتا ہی نہیں
بحث عالم کو فقط یا تم سے ہے یا ہم سے ہے

دل یہ کہتا ہے ہمارے دم سے ہیں آثار عاشق
درد ہم سے ہے، تپش ہم سے ہے، سودا ہم سے ہے

کیوں نہ حیرت ہو کہ بغض و کینہ و رنج و ملال
ہم کو دشمن سے نہیں ہے تم کو جتنا ہم سے ہے

دل جلوں سے آپ بل بھرتے ہیں یہ اچھا نہیں
چرخ کج رفتار بھی گر ہے تو سیدھا ہم سے ہے

جا چکی تھی رسم الفت، مٹ چکا تھا نام عشق
اب زمانے میں کچھ ان باتوں کا چرچا ہم سے ہے

واہ کیا کہتا ہے کیا اچھا دیا تم نے جواب
شکوۂ بے جا کو سن کر ناز بے جا ہم سے ہے

دل میں بھی آئے، تصور میں بھی آئے بے حجاب
ان کو ظاہر میں فقط آنکھوں کا پردا ہم سے ہے

وعدۂ دیدار کیسا اور کیا پیمان وصل
کیا کہیں کیوں کر کہیں جو قول ان کا ہم سے ہے

چین کیجئے عیش کیجئے مجمع اغیار میں
آپ کو اب واسطہ، مطلب، غرض کیا ہم سے ہے

ہم سے جو ملتے نہ تھے اب ان سے ہم ملتے نہیں
جن سے تھی ہم کو شکایت ان کو شکوا ہم سے ہے

دل میں وہ گھبرا رہے ہیں اور مجھ سے حشر میں
کہتے ہیں کہ ڈال جو کچھ تجھ کو کہنا ہم سے ہے

یا رب اس سے ہیں بہت وابستہ اپنی خواہشیں
آسماں کو بھی کسی شے کی تمنا ہم سے ہے

صاف ہو جاؤ تو پھر ہو گفتگو بھی صاف صاف
جس قدر تکرار ہے یہ رنجش باہم سے ہے

کوئی کافر ہی کرے اے داغ ان کی آرزو
اے تیری شان اب تمنا کی تمنا ہم سے ہے

۲۷۶

ڈھونڈتے پھرتے ہیں اک عالم میں شیدائی تجھے
لگ گئی کس کی نظر اے حسن زیبائی تجھے

۲۷۱

یہ بٹے کیا خوب حصے عاشق و معشوق کو
ناشکیبائی مجھے دی اور رعنائی تجھے

تو مرے سر پر کھڑی رہتی ہے ہر دم اے اجل
اور پھر سارا جہاں کہتا ہے ہرجائی تجھے

چھیڑ کا موقع کوئی ملتا نہ تھا اچھا ملا
میرے دل میں آئی شوخی جب حیا آئی تجھے

دھن لگی رہتی ہے اپنے دوست کی آٹھوں پہر
میں غنیمت جانتا ہوں کنج تنہائی تجھے

شکوۂ بے داد کیا، کیسی فریاد ستم
رنج ہے جبرا" قیامت کیوں اٹھا لائی تجھے

اک طرف اہل ہوس ہیں اک طرف ہیں اہل عشق
بزم آرائی میں آتی ہے صف آرائی تجھے

جاتے ہیں سینے میں آیا باہر اے پیکان یار
ہو گئی اتنے میں کس کس سے شناسائی تجھے

بے حجابی کا بہانہ کوئی تجھ سے سیکھ جائے
غیر کے آتے ہی ظالم آئی انگڑائی تجھے

جستجو جس کی ہے اپنے آپ میں تو دیکھ لے
دیکھنے کو دی ہے اے غافل یہ بینائی تجھے

تو اگر سن لے تو کیا جانے کرے کیسا غرور
دیکھ کر سمجھا ہے جو تیرا تماشائی تجھے

گر یہی جھگڑے رہے باہم تو ملنا ہو چکا
رنج تنہائی مجھے ہے فکر رسوائی تجھے

کاش تھمنے دے ٹھہرنے دے مرے دل کی تپش
گو بمشکل کھینچ کر میری کشش لائی تجھے

دوست کو دشمن سمجھ لیتا ہے تو دشمن کو دوست
آگئی ہے بانکپن کے ساتھ کج رائی تجھے

ہم کریں گے مرتے مرتے آپ ہی اپنا علاج
چارہ گر آتی نہیں ہے چارہ فرمائی تجھے

آئیں کیوں میرے دل ویراں میں فرماتے ہیں وہ
کیا غرض ہم کو، مبارک دشت پیمائی تجھے

تیری دانائی کے قائل تھے سب افلاطوں منش
شاعری نے کر دیا اے داغ سودائی تجھے

۲۷۷

جمع ہیں پاک اک زمانے کے — ہائے جلسے شراب خانے کے
ذکر بے فائدہ نہ کر واعظ — اس زمانے میں اس زمانے کے
دل سے کہتا ہے یہ لب سوفار — تیر قربان اس نشانے کے
برق پھونکے اڑائے باد خزاں — چار تنکے ہیں آشیانے کے
ہے مری داستاں بھی کیا مرغوب — حرف بکتے ہیں اس فسانے کے
شب وعدہ امید وصل کے — ہم تو ہیں منتظر بہانے کے
کعبہ و دیر میں دھرا کیا ہے — گرد ہیں تیرے آستانے کے
شب فرقت ترے تصور سے — مشورے ہوتے ہیں زمانے کے
تخم الفت سے ہے وفور اشک — لاکھ دانے ہیں ایک دانے کے

لعل لب اور گوہر دنداں یہ جواہر ہیں کس خزانے کے
اہل جنت کے بھی دلوں پر داغ
نقش ہیں اس نگار خانے کے

۲۷۸

رکھ دیں اگر شیشہ بھی بادہ مجھ نوش کی
خالی بھری دکان کرے مے فروش کی

کیوں ناصحوں کو فکر ہے مجھ بادہ فروش کی
صدقہ وہ دیں حواسوں کا بنوائیں ہوش کی

تربت پہ میری ڈال دیں اس کی گلی کی خاک
حاجت نہیں ہے اس کے لئے قبر پوش کی

کب تک حجاب، آنکھ ملاؤ پیو پلاؤ
کیفیت انجمن میں رہے ناؤ نوش کی

بنکار اٹھے مست محبت تو ہے وہ راز
بے ہوشیوں میں یہ کبھی لیتا ہے ہوش کی

دل خون ہو گا توبہ سے عہد شباب میں
واعظ یہی تو عمر ہے جوش و خروش کی

وہ دل کے ولولے وہ جوانی کے زور شر
اک داستاں ہے اپنی طبیعت کے جوش کی

دیکھا جمال یار سنی داستان عشق
دعوت یہ ساری عمر رہی چشم و گوش کی

زاہد کی سرخ آنکھوں سے معلوم ہو گیا
رندوں سے جو بچی تھی وہ حضرت نے نوش کی

تدبیر بار دل کی اگر پوچھتا ہوں میں
کہتے ہیں پہلے فکر کروں بار دوش کی

پایاب ہے شناور دریائے عشق کو
اے بحر اصل کیا ترے جوش و خروش کی

باہم تری نگاہ و حیا میں ہے کیوں سلوک
غماز سے کبھی نہ بنی عیب پوش کی

ہر خوب رو کو داغ جتاتا ہے عاشق
عیار ہے بھلی کہی اس خود فروش کی

دل میں عاشق کے، تصور سے کھٹک ہوتی ہے
ان حسینوں کی غضب نوک پلک ہوتی ہے

اس بہانے سے بہائے سر محفل آنسو
کہہ دیا ان سے کہ آنکھوں میں کھٹک ہوتی ہے

جلوہ بے پردہ تو ہوتا ہے فقط ہوش ربا
وہ قیامت ہے جو چلمن کی جھلک ہوتی ہے

سہمے جاتے ہیں ڈرے جاتے ہیں وہ عاشق سے
کم سنی ہے ابھی اس سن میں جھجک ہوتی ہے

درد فرقت بھی الٰہی نہ دغا دے جائے
آج یہ کیا ہے کہ تھم تھم کے کسک ہوتی ہے

جس نے سونگھی ہے وہ خوشبو کوئی اس سے پوچھے
باسی ہاروں کے جو پھولوں میں مہک ہوتی ہے

سادہ دل ہیں جو انہیں آئینہ رو کہتے ہیں
آئینے میں کہیں بجلی کی چمک ہوتی ہے

پست ہمت کبھی پاتے نہیں عالم میں عروج
قاعدہ ہے کہ زمیں زیر فلک ہوتی ہے

کوئی تو غم ہے جو کی آپ نے آرائش ترک
سادگی اور مجھے باعث شک ہوتی ہے

جھومنا اور وہ ہنسنا ترے دیوانوں کا
عجب انداز کی کچھ ان میں لٹک ہوتی ہے

کون بے کس کا معاون ہے بجز ذات خدا
غیب سے اس کی مدد اس کی کمک ہوتی ہے

آتش رنگ حنا نے تو جلایا دل کو
اس کی تاثیر یہی سرد و خنک ہوتی ہے

وہ برائی سے بھی گو غیر کا مذکور کریں
بدگمانی مجھے بے شبہ و شک ہوتی ہے

اس نزاکت پہ سنے کیا وہ ہماری فریاد
غنچہ چٹکے تو کہے سر میں دھمک ہوتی ہے

ہاتھ رکھ لیتے ہیں وہ ڈر کے کمر پر اپنی
شاخ گلبن میں ہوا سے جو لچک ہوتی ہے

دل اندھا دھند ہی آتا ہے ہمیشہ اے داغ
چھان بین اس میں نہ کچھ چھان پھٹک ہوتی ہے

۲۸۰

اچھی کہی کہ عشق میں بیمار کیوں ہوئے
اچھوں کے آپ درپے آزار کیوں ہوئے

تیرے لبوں سے وصل کے انکار کیوں ہوئے
یہ نازکی میں قابل گفتار کیوں ہوئے

پی کر نہ توبہ کی ہو تو واعظ زباں جلے
یہ اعتراض کیا ہے کہ مے خوار کیوں ہوئے

کیا یہ شریر آنکھ لڑائی کا گھر نہیں
تم اس کے بدلے لڑنے کو تیار کیوں ہوئے

کس کی مجال ان سے کہے میرے باب میں
اقرار کیوں کیے تھے اب انکار کیوں ہوئے

ہم ذمہ دار ہو گئے اخفائے راز کے
عاشق ہوئے تو محرم اسرار کیوں ہوئے

کہتے ہیں تم نے مجھ کو بنایا ستم شعار
الزام ہے کہ طالب آزار کیوں ہوئے

غفلت میں خوب چین سے سوتے تھے اپنی نیند
کس نے جگا دیا ہمیں' بیدار کیوں ہوئے

یہ کیا کہا فلک کو جلانا نہ آہ سے
اپنی تو کہئے آپ ستم گار کیوں ہوئے

دیکھا نہیں یہ شان' یہ جلوہ کچھ اور ہے
بت کہہ کے تجھ کو لوگ گنہ گار کیوں ہوئے

منہ مانگے دام بوسہ لب کے نہ دے سکے
پھر حضرت دل آپ خریدار کیوں ہوئے

کہتا ہے عاشقوں کو وہ کافر یہ طنز سے
بندے خدا کے میرے طلب گار کیوں ہوئے

ہم کو دکھا کے جلوہ یہ آواز کس نے دی
چل دو یہاں سے نقش بہ دیوار کیوں ہوئے

ہونا ہی تھا وصال جو ہوتا نہ تھا وصال
یہ مرحلے تو سہل تھے دشوار کیوں ہوئے

خجلت تو کہہ رہی ہے نہایت برا کیا
رحمت نہ یہ کہے گی گنہ گار کیوں ہوئے

دل کہہ رہا اس سے کہو ماجرائے عشق
میں کہہ رہا ہوں کہہ کے گنہ گار کیوں ہوئے

اپنا سر دوسرا نظر آنے لگا مجھے
جلتا ہوں میں وہ آئینہ رخسار کیوں ہوئے
کیا جانے کیا دکھائی دیا ان کو خواب میں
بے وقت آج شب کو وہ بیدار کیوں ہوئے
اے داغ اک زمانے کے دل میں ہے گھر ترا
وہ نام سن کے نام سے بیزار کیوں ہوئے

۲۸۱

کلوش فلک تفرقہ پرداز ہمیں سے
کیوں اے خلل انداز یہ انداز ہمیں سے
ہوتے ہیں ادا عشق کے انداز ہمیں سے
یہ سحر ہمیں سے ہیں یہ اعجاز ہمیں سے
ہر چند کچھ ایسی بھی ہیں باتیں کہ نہ سنئے
کیا کیجئے کہتے ہیں وہ سب راز ہمیں سے
ہم سے ہی سر بزم چراتے ہیں نظر بھی
لڑتی بھی ہے پھر چشم فسوں ساز ہمیں سے
سو دیکھنے والے ہوں تو یہ آنکھ کہاں ہے
تصویر تری کیوں نہ کرے ناز ہمیں سے
صیاد کی بے داد نہیں کنج قفس میں
ٹوٹے ہیں پھڑک کر پر پرواز ہمیں سے
اٹھتا ہے ترے کوچے سے کب شور قیامت
لاکھوں ہیں یہاں گوش بر آواز ہمیں سے
شک آنکھ کے پردے میں ہیں باہر نہیں آتے
غمزے کی لیا کرتے ہیں غماز ہمیں سے
توقیر پھر اس بزم میں اپنی ہے مساوی
گو غیر ہوئے صاحب اعزاز ہمیں سے
ایجاد کئے رسم محبت میں ہمیں نے
انجام کو پہنچے گا یہ آغاز ہمیں سے
دیکھیں تری طاقت تری تلوار کی برش
دو چار اگر اور ہوں سرباز ہمیں سے
ہم نے ہی تو پالا دل مفسد کو بغل میں
کرتا ہے دغا پھر یہ دغا باز ہمیں سے

ہنگامہ محشر میں بھی اللہ کرے داغ
راضی ہو تو ہو وہ بت طناز ہمیں سے

یہ ٹپکتا ہے رنگ بسمل سے ہولی کھیلے گا آج قاتل سے
ناز اعدا اٹھے گا مشکل سے دل بدل لیجئے مرے دل سے
ہو گئی یاس عہد باطل سے ہم کو جینا پڑا مرے دل سے
میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہیں کس بری آنکھ کس برے دل سے
تیر تیرا ہے اور دل میرا اب چھٹے گا یہ ساتھ مشکل سے
کس نے مذکور کر دیا میرا بگڑے بیٹھے ہیں ساری محفل سے
اب زباں سے وہ پھر نہیں سکتیں جو دعائیں نکل گئیں دل سے
کیوں ہوا ناخدا کو اطمینان ابھی کشتی ہے دور ساحل سے
بڑھ گیا رتبہ تماشائی آنکھ ملتی ہے پیشتر دل سے
اب ادھر رخ کرے تو میں جانوں تیر تیرا کھٹک گیا دل سے
بات بگڑی بنی ہے قاصد کی کام آساں ہوا ہے مشکل سے
ہے اک آندھی غبار مجنوں کا سارباں ہوشیار محمل سے
مٹ گئے ہم تو جب یہ اس نے کہا تونے شکوے کئے تھے کس دل سے
صبر کرنا پڑا ہمیں کو مگر وہ نہ شرمائے عہد باطل سے
جب سے دیکھا ہے میرے دل کا داغ ان کو نفرت ہے ماہ کامل سے
میں تو کیا ہوں کہ تیغ و خنجر بھی دم چراتے ہیں میرے قاتل سے
محتسب آگیا تو اے ساقی ہم اذاں دیں گے اٹھ کے محفل سے
آئینہ رکھ دیا مرے آگے کہ اسے رشک ہے مقابل سے
کیا کہوں وجہ بدحواسی کی ہوش پراں ہیں رنگ محفل سے
طالب وصل جان کر پہلے کرتے ہیں وہ سوال سائل سے

جذب دل کھینچ لائے گا اس کو ایک کیا ہے ہزار منزل سے

آتش عشق میں مزہ کیا ہے
پوچھئے اس کو داغ کے دل سے

۲۸۳

ملتا ہے محبت کا مزہ زہر فنا سے
کلی بھی کریں ہم نہ کبھی آب بقا سے

وہ دل پہ چھری پھیر گئے ناز و ادا سے
اب کوئی مرے کوئی جئے ان کی بلا سے

کیا وجہ بگڑنے کی مری آہ رسا سے
یہ خوب ہوئی آپ تو لڑتے ہیں ہوا سے

وہ کہتے ہیں گھبرا کے مرے دست دعا سے
کیا عرش پہ جا پہنچیں گے یہ ہاتھ ذرا سے

ہم تیرے سوا اور ہوں کس چیز کے طالب
کیا چھوڑ دیا مانگنے والوں نے خدا سے

معشوق سے چھوٹے یہ کبھی ہو نہیں سکتا
مجبور ہے وہ شیوۂ بیداد و جفا سے

اب قامت زیبا نے اٹھائی ہے قیامت
فتنے بھی ذرا سے تھے کبھی تم بھی ذرا سے

اللہ رے کیا فتنہ گری ہے دم رفتار
بچتی ہے قیامت ترے دامن کی ہوا سے

جائے طرف گور غریباں جو وہ قاتل
لبیک کا شور اٹھے مزار شہدا سے

عاشق کو کسی طرح ملے جائے یہ نعمت
کیا خون جگر کم ہے مئے روح فزا سے

شکوہ ہو بہانہ ہو کچھ اس کی نہیں پروا
جو بات ہو وہ کیجئے انداز و ادا سے

کیا خاک لڑیں گے مرے دل سے تری آنکھیں
جو شرم سے جھکتی ہیں وہ چھپتی ہیں حیا سے

دل میں بھی اسی طرح گرہ پڑ گئی ہوگی
یہ عقدہ کھلا ہم کو ترے بند قبا سے

انسان یہ شے اپنی خوشی سے نہیں دیتا
اس واسطے دل لیتے ہیں وہ مکر و دغا سے

گلزار محبت سے کبھی خوش نہیں ہوتے
وہ کہتے ہیں دم ناک میں ہے بوئے وفا سے

بیتاب ہوں بے ہوش نہیں ہوں جو نہ سمجھوں — دم دیتے ہیں یہ آپ جو دیتے ہیں دلا سے
ناوک ہے نہ برچھی ہے نہ خنجر ہے نہ تلوار — یہ دیدہ و دل ہی ہیں مرے خون کے پیاسے
میں بزم سے اٹھ جاؤں نکل جاؤں چلا جاؤں — کیا بات ہوئی خیر تو ہے کیوں ہو خفا سے
اب دوش پر ان کے ہے کماں ہاتھ میں ہے تیر — اس عہد میں مرنے کا نہیں کوئی قضا سے

جب دیکھتے ہیں داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد
معلوم نہیں زندہ ہے یہ کس کی دعا سے

۲۸۴

مرض عشق کی دوا بھی ہے — مجھ میں دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے
کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے — دل لگی کا یہی مزا بھی ہے
عاقبت میں دل کو چین نہیں — اس محبت کی انتہا بھی ہے
زندگی اور اس زمانے کی — ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے
دیر کے جانے والوں سے کہہ دو — تم میں اک بندۂ خدا بھی ہے
تیری امداد کے لئے اے آہ — پیچھے پیچھے مری دعا بھی ہے
کیا یونہی مر گئے ترے عاشق — بخشوایا کہا سنا بھی ہے
میں سناؤں تو داستاں اپنی — آپ کو بات کا مزا بھی ہے
رشک پر صبر ہو سکے کیوں کر — یہ کسی سے کبھی ہوا بھی ہے
تو نے پوچھا نہ ایک دن ہم سے — کچھ ترے دل میں مدعا بھی ہے
چار دن کے شباب پر یہ غرور — ابتدا ہے تو انتہا بھی ہے
دیکھ کر دل کو پوچھتے ہیں وہ — اس مکاں میں کوئی رہا بھی ہے

رمز الفت بتائیے نہ مجھے　　آپ سے کوئی پوچھتا بھی ہے
کچھ ہے بے جا عتاب بھی ان کا　　کچھ یونہی سی مری خطا بھی ہے
ہاں ذرا پھر قسم تو کھا لیجے　　آج کل جھوٹ میں مزا بھی ہے
نہیں سنتے وہ اپنے مطلب کی　　یہ کسی نے کہیں سنا بھی ہے
سب کو ملتی ہے دولت دیدار　　اس میں حصہ فقیر کا بھی ہے
حال دل کب ادا ہوا پورا　　کچھ کہا بھی ہے کچھ رہا بھی ہے
کیوں تجھے چپ لگی ہے اے قاصد　　منہ سے تو پھوٹ کچھ کہا بھی ہے
ڈھونڈتی ہیں تجھے مری آنکھیں　　اے وفا کچھ ترا پتا بھی ہے
چتونیں شوخ چلبلی تقریر　　اس میں پھر شرم بھی حیا بھی ہے

اس کو عاشق بھی لوگ کہتے ہیں
داغ کا نام دوسرا بھی ہے

۲۸۵

مٹے داغ دل آرزو رہ گئی　　چمن اڑ گیا اور بو رہ گئی
کہاں دل میں اب آرزو رہ گئی　　وہ مدت سے بن کر لہو رہ گئی
شب وصل کی کیا کہوں داستاں　　زباں تھک گئی گفتگو رہ گئی
بہت اے شب غم بلائیں ٹلیں　　خدا جانے کس طرح تو رہ گئی
چلے ہم تری بزم سے تشنہ کام　　تمنائے جام و سبو رہ گئی
بہت چل بے یار' اے زندگی　　کوئی دن کی مہماں تو رہ گئی
کہاں سے کہاں لے گیا ہم کو شوق　　مگر رہ گئی جستجو رہ گئی
بھرے چاک دل میں نمک چارہ گر　　اگر احتیاج رفو رہ گئی

مرا سر گیا ایک ہی وار میں — ہوس تجھ کو اے جنگ جو رہ گئی

نہ دھوئے اگر جان سے اپنے ہاتھ — تو عاشق سے شرط وضو رہ گئی

پھرے بھی تو کچھ دست نازک سے تیغ — یہ کیا ہو کے زیب گلو رہ گئی

گیا دل گیا داغ اس بزم میں
غنیمت ہوا آبرو رہ گئی

۲۸۶

آئینے سے وہ کہتے ہیں' تیری نظر ہوئی — اے چشم شوق! اس کی تجھے بھی خبر ہوئی

جو مجھ پہ چشم لطف تھی اب غیر پر ہوئی — دنیا کی طرح یہ بھی ادھر کی ادھر ہوئی

شر میں راز عشق خدا سے بھی یوں کہا — جس کی نہ کانوں کان کسی کو خبر ہوئی

میری بلا سے ٹوٹ کے پیکاں جو رہ گیا — حاصل مجھے تو لذت زخم جگر ہوئی

اس کا بھی اعتبار ہے گویا برائے نام — تیری نگہ لطف بھی تیری کمر ہوئی

کچھ روز وعدہ یاس کی حالت عجیب تھی — کیا کہئے کس قدر نہ ہوئی کس قدر ہوئی

کر لیں گے حور کا بھی نظارہ دم اخیر — دنیا کی تاک جھانک سے فرصت اگر ہوئی

کہتے ہیں مجھ سے مر نہ گئے میرے نام پر — کیا چاہ میں وہ چاہ جو منہ دیکھ کر ہوئی

رکھا نگاہ میں جو دل بے قرار کو — اس دن سے ا ر شوخ تمہاری نظر ہوئی

کیا امتحاں کروں کہ نہ چھوٹے گی جان پھر — اس کو خدانخواستہ الفت اگر ہوئی

اب کہہ رہا ہوں اس کے تصور سے مدعا — پیغام بر کی یاد بھی پیغام بر ہوئی

دل کو بغل میں پال کے مجبور ہو گئے — دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی

جا تو سہی دکھا تو سہی اس کو خط مرا — آگے سے آگے فکر تجھے نامہ بر ہوئی

بچتی تھی دخت رز کی نہ حرمت کسی طرح — یہ نیک بخت ہار کے قاضی کے سر ہوئی

گو عرض مدعا پہ زباں قطع کیوں نہ ہو
اب کیا چھٹے گی وہ خطا عمر بھر ہوئی

کہتے ہیں بار بار وہ مجھ سے شب وصال
ہے ہے اگر نہ تیری دعا سے سحر ہوئی

ہمسائے میں یہ شور ہے لو داغ کی خبر
کم بخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

۲۸۷

زاہد کو روز حشر پڑی امتحان کی
پیر مغاں نے خلد میں جاکر دکان کی

دم بھر میں پار آہ تھی اک نوجوان کی
پیری کسی طرح نہ چلی آسمان کی

قاصد بھی ان کو دیکھ کے دیوانہ ہو گیا
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

تعریف غیر سن کے جو میں نے دیا جواب
اس بات پر خفا ہیں کہ ہم سے زبان کی

کس کو گلہ نہیں تری بیداد و جور کا
کیوں کر زبان بند ہو سارے جہان کی

سر کلٹ کر لگاتے ہیں گردن کے ساتھ پھر
کچھ رہ گئی ہے ان کو ہوس امتحان کی

گو جانتا ہوں جھوٹ مگر اس کو کیا کروں
کھاتے ہیں پیار سے وہ قسم میری جان کی

یہ شکوۂ رقیب پہ مجھ کو ملا جواب
لوگوں سے تونے کیوں مری خوبی بیان کی

آہٹ نہیں سنی کہ مجھے دور سے لیا
پسلی پھڑک اٹھی تھی مگر پاسبان کی

روکا اسی بہانے سے اظہار شوق پر
معلوم ہے ہمیں نہیں حاجت بیان کی

کب تک بنا بنا کے کہوں ماجرائے دل
فرمائشیں ہیں روز نئی داستان کی

کیا پھر بھی دل کے دینے میں اے داغ عذر ہو
گر وہ قسم دلائے تمہیں اپنی جان کی

کب تک کھچے رہو گے، کب تک تنی رہے گی
کس کی بنی رہی ہے، کس کی بنی رہے گی

اس کی نگہ سے ہر دم جی پر بنی رہے گی
برچھی میں دل رہے گا دل میں انی رہے گی

مل کر تو ان سے دیکھیں آئندہ جو مقدر
یا دوستی رہے گی یا دشمنی رہے گی

کشتہ کیا ہے اس کے تیر نگہ نے مجھ کو
میرے مزار پر بھی تیر افگنی رہے گی

ہر بندۂ خدا پر کب تک ستم رہے گا
یہ تیرے دل میں کافر کب تک ٹھنی رہے گی

تنگ آکے دل کے ہاتھوں چاہا تھا ہم نے مرنا
یہ کیا خبر تھی برسوں یوں جاں کنی رہے گی

جلوہ اگر دکھاؤ تو پھر نہ منہ چھپاؤ
اک صاعقے کی باقی کیا روشنی رہے گی

نبھ جائے ان سے اپنی جس طرح ہے غنیمت
یہ جانتے ہیں اکثر بگڑی بنی رہے گی

مر مر کے ہم جئے ہیں سو امتحاں دیئے ہیں
اے بدگماں کب تک یہ بدظنی رہے گی

ہم سے نظر ملا کر بے تاب دل کو دیکھو
برق جمال سے کب تک چشمک زنی رہے گی

لوٹیں گی وہ نگاہیں ہر کاروان دل کو
جب تک چلے گا رستہ یہ رہ زنی رہے گی

اے داغ تیری صورت دیکھیں گے وہ نہ ڈر کر
چھائی ہوئی جو منہ پر یوں مردنی رہے گی

۲۸۹

جور کی خو ترے دل سے نہ ستم گار گئی
عمر بھر اپنی وفا سب یونہی بے کار گئی

آتے جاتے مری بالیں پہ قضا ہار گئی
آتی سو بار شب وعدہ تو سو بار گئی

جس کو کہتے ہیں اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے
کیا گئی آہ فلک کے بھی اگر پار گئی

تاک جھانک اپنی نگہ کو رہی اس کوچے میں
روزن در سے ہٹی تو سر دیوار گئی

جان کیا رکھنے کی شے ہے کہ جسے روک سکیں
نہ گئی آج اگر کل یہ چلن ہار گئی

چین سے بیٹھے ہو کیا تم کو خبر ہے کہ نہیں
آبرو آج عدو کی سر بازار گئی

رکھ لئے منہ پہ عبث ہاتھ حیا سے تم نے
لذت وصل ملی لذت دیدار گئی

اس کا منہ دیکھتے ہی خواب میں ہم چونک اٹھے
اپنے ہاتھ آئی ہوئی دولت بیدار گئی

بگہ ناز کو ہم نے جو چھپایا دل میں
وہ یہ کہتے ہیں کہ چوری مری تلوار گئی

میرے گھر خوف سے تھم تھم کے قدم رکھتے ہو
کیا ہوا اب وہ کہاں شوخی رفتار گئی

میرے مرنے کی خبر سن کے کہا خوب ہوا
روز کا قصہ گیا، روز کی تکرار گئی

اس قدر پاس رہا عشق کی رسوائی کا
خاک بھی میری نہ اڑ کر سو بازار گئی

صدمے سہنے کے لئے بھی ہے توانائی شرط
اب طبیعت غم فرقت سے بہت ہار گئی

نگہ شوخ میں تمکیں بھی کبھی ہوتی ہے
بے قراری دل عاشق سے نہ زنہار گئی،

تم کو نفرت ہو تو ہو دل سے یہ گھر ایسا ہے
چھوڑ کر اس کو مری روح نہ زنہار گئی

موت کے آنے سے سو طرح کی راحت پائی
جان کے جاتے ہی تکلیف دل زار گئی

جب اٹھی کوچہ جاناں سے قیامت کوئی
چلتے چلتے مرے دھمکانے کو للکار گئی

آمد آمد ہے گل نکہت چمن ہے کس کی
پیشوائی کے لئے نکہت گلزار گئی

گالیاں دینے لگے بہر عیادت آکر
دل کی تسکین گئی پرسش بیمار گئی
داغ خورشید قیامت نے قیامت کی ہے
آج کیا جانے کہاں اپنی شب تار گئی

۲۹۰

جلا تھا دل جب کیا تھا نالہ جلیں گے لب جب دعا کریں گے
جو وہ کیا تھا تو کیا کیا تھا جو یہ کریں گے تو کیا کریں گے
مزا اسی میں ہے دل لگی کا کہ شوخیاں ہوں شرارتیں ہوں
جو آپ ہم سے حیا کریں گے تو چھیڑ کر ہم خفا کریں گے
عجب طرح کا معاملہ ہے وہ سوچتے ہیں یہ بات پہروں
کبھی طمع ہے کہ لیجئے دل کبھی یہ ہے فکر کیا کریں گے
عداوت ان کو ہے آج جس سے اسی پہ کل مہربانیاں کریں گے
جو دشمنی کر سکیں نہ پوری وہ دوستی ہم سے کیا کریں گے
ہزار ہیں رنگ عاشقی کے جو ان کو برتے وہ ان کو جانے
تمہیں کو ہم بے وفا کہیں گے تمہیں سے ہم التجا کریں گے
پیام بر کی مجال کیا تھی جو ان سے کہہ کر جواب لاتا
بہت سی ہم نے ایسی باتیں بہت سی ایسی سنا کریں گے
ہوئے ہیں وہ خوگر جفا ہم' یہ کہتے پھرتے ہیں. جابجا ہم
جو کوئی ہم پر ستم کرے گا ہم اس کے حق میں دعا کریں گے

جو رشک لقماں بھی چارہ گر ہو مسیح ثانی بھی وہ اگر ہو
کسی سے اچھے ہوئے نہ ہوں گے ہم آپ اپنی دوا کریں گے

خطا کرو گے جو بوسہ مانگا یہ کیا کہا پھر نہ ہم سے کہنا
خطا کریں گے خطا کریں گے خطا کریں گے خطا کریں گے

کوئی سے رنج و غم کہاں تک اٹھائے ظلم و ستم کہاں تک
وہ حضرت داغ ہی نہیں اب جو تجھ سے مہر و وفا کریں گے

۲۹۱

وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے — یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے
الٰہی وہ نکلے تو ہیں سیر کو — چلے آئیں مجھ تک ٹہلتے ہوئے
نہ اترایئے دیر لگتی ہے کیا — زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے
عدم میں بھی ہم نیند بھر کر نہ سوئے — گئے حشر میں آنکھیں ملتے ہوئے
محبت میں ناکامیوں سے اخیر — بہت کام دیکھے نکلتے ہوئے
گلا کاٹ لوں میں ہی، خنجر تو دو — تمہیں دیر ہو گی سنبھلتے ہوئے
مرے جذب دل پر نہ الزام آئے — وہ آتے ہیں آنکھیں بدلتے ہوئے
کریں وعدے پر وعدہ وہ ہم کو کیا — یہ چکمے، یہ فقرے ہیں، چلتے ہوئے

ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہاتھ
بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

۲۹۲

وہ لیتے ہیں چٹکی دم گفتار ذرا سی — کیا دل کو مزا دیتی ہے تکرار ذرا سی

کیوں چاٹ نہ لوں خاک در یار ذرا سی
اکسیر ہے اکسیر کی مقدار ذرا سی

اندیشہ ہے اک صاحب تقویٰ کی نظر کا
مے چھوڑ دیا کرتے ہیں مے خوار ذرا سی

اے شوخ غضب ہے ترے ابرو کا اشارہ
کیا دیکھنے کرتی ہے یہ تلوار ذرا سی

دشنام پس بوسہ جو تو دے تو مزا ہے
تلخی بھی ہو اے لعل شکر بار ذرا سی

اس فتنہ عالم سے یہ کہتی ہے قیامت
دے ڈال مجھے شوخی رفتار ذرا سی

موسیٰ کو تو جب بھی نہ رہی تاب نظارہ
جھلکی تھی بپے طالب دیدار ذرا سی

اس شان رحیمی نے بہت رنگ دکھایا
جس وقت جھکی چشم گنہ گار ذرا سی

زاہد مری خاطر سے مسلماں سمجھ کر
دل توڑ نہ تو' پی لے مرے یار ذرا سی

سو ٹکڑے کروں دل کے تو لے کوئی خریدار
وہ کہتے ہیں یہ جنس ہے درکار ذرا سی

کھل جاتے ہیں اکثر ترے فقرے تری چالیں
باقی ہے کسر تجھ میں بھی عیار ذرا سی

ہمسائے میں وہ آئے تھے جب جھانکنا چاہا
اونچی رہی سر سے مرے دیوار ذرا سی

اکثر تو رقیبوں سے مرے ہوتے ہیں شکوے
تعریف بھی ہو جاتی ہے اک بار ذرا سی

جب ہم کو مئے تلخ میسر نہیں ہوتی
افیون ہی کھا لیتے ہیں ناچار ذرا سی

بے داد فلک نے تو بہت زور دکھایا
کر تو ہی کمی اے ستم یار ذرا سی

ساقی مجھے ترسا کے پلاتا ہے مئے ناب
اک بار بہت سی نہیں ہر بار ذرا سی

کہتا ہے وہ ہم داغ کو دل میں نہیں رکھتے
میں چاہوں جگہ دے مجھے دل دار ذرا سی

۲۹۳

رہے گا عشق ترا خاک میں ملا کے مجھے
کہ ابتدا میں ہوئے رنج انتہا کے مجھے

دیئے ہیں ہجر میں دکھ درد کس بلا کے مجھے
شب فراق نے مارا لٹا لٹا کے مجھے

۲۹۰

ہوا ہے مد نظر اس طرح سے ترسانا
بناؤ کرتے نہیں بدگماں بتا کے مجھے

عدو کے شکوے پہ یہ انفعال بھی ہے نیا
وہ منہ ہی منہ میں سناتے ہیں سر جھکا کے مجھے

نہ کی شکایت معشوق شرم عصیاں سے
کہ اور جھینپ چڑھی سامنے خدا! کے مجھے

ہجوم ناز میں گھر کرو دکھائی دی دل نے
یہ لوٹے لیتے ہیں تنہا غریب پا کے مجھے

ارادہ قتل کا ہے یا ہیں شکل کے مشتاق
وہ گھورتے ہیں بہت سامنے بلا کے مجھے

عجیب غیر کے افسانے میں ہے کیفیت
یہ حال سنئے ذرا سی کبھی پلا کے مجھے

مکدر اہل فلک میری مشت خاک سے ہیں
بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے

طریق مہر و وفا میں کمی کئے ہی بنی
خیال تھا وہ نہ پچھتائے آزما کے مجھے

بغیر موت کے کس طرح کوئی مرتا ہے
یقیں نہ آئے تو وہ دیکھ جائیں آ کے مجھے

بلائے عشق تو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو
مرا رقیب بھی رویا گلے لگا کے مجھے

کہا یہ دل نے چلو آج کوئے قاتل میں
اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے

ہر ایک شخص کو حاصل جدا ہے کیفیت
جفا کے لطف تجھے ہیں مزے وفا کے مجھے

ستم تو یہ ہے کہ پھر اس خوشی کی قدر نہیں
تم اپنے دل میں ہو خوش کس قدر ستا کے مجھے

غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا
تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے

اشعار متفرقات

روز نخست عشق سے حسن ہی سرفراز تھا
کون نیاز مند تھا تو ہی تو بے نیاز تھا

دیگر

وہی پیڑ، نظر آیا کہ تھا جس بات کا کھٹکا
رکا جب ہاتھ قاتل کا مری آنکھوں میں دم اٹکا

دیگر

نیلی پیلی کرتے ہیں آنکھیں وہ مجھ کو دیکھ کر
ایک رنگ آتا ہے اک جاتا ہے مجھ رنجور کا

دیگر

غیر کو گھر میں چھپڑ ری آنکھیں ڈھانکیں
کھیل یہ آنکھ مچولی کا نرالا دیکھا

دیگر

آپ نے کیوں کر کیا اقرار کیوں کر ہو گیا
اور پھر اس پر یہ حیرت مجھ کو باور ہو گیا

دیگر

کرم اے ابر رحمت دھو ہماری روسیاہی کو
کہ اب غسل میت سے یہ داغ اپنا نہ چھوٹے گا
قدم لینے کو کانٹے منتظر ہیں دشت وحشت میں
سنا ہے آج زنداں سے ترا دیوانہ چھوٹے گا

دیگر

اے داغ ہے ایسی ترے اشعار میں گرمی سن کر جسے آجائے سخن ور کو پسینا

دیگر

دم تکبیر میرا قاتل ناداں جو ششدر تھا زبان تیغ پر بے ساختہ اللہ اکبر تھا
جب آئے روبرو وہ کہہ گئے دیکھا نہیں ہم کو کیا ملزم کہ تیرے سامنے تیرا مقدر تھا

دیگر

روزہ نہ کھلا عید کے دن بھی رمضان کا دشمن ہی رہا شیخ حرم پیر مغاں کا

دیگر

تپش دل کا تماشا نہ رہا جب کوئی دیکھنے والا نہ رہا

دیگر

لٹ گئے خود آئینہ مد مقابل کیا ہوا
آپ اپنی تو خبر لیں آپ کا دل کیا ہوا
گرچہ ان سے بھی گیا خوش ہوں مگر اس بات سے
میرے دل کو کہہ رہے ہیں وہ مرا دل کیا ہوا

دیگر

کیا جو وعدہ و ملنا ضرور تھا کہ نہ تھا کوئی تمہارے لئے ناصبور تھا کہ نہ تھا

دیگر

ایک ہی وعدے سے کیا صبر مری جاں ہو گا اور بھی بعد قسم کے کوئی پیماں ہو گا

دیگر

مجھ کو وعدے نے ترے جی سے گذرنے نہ دیا
میں نے چاہا تھا کہ مر جاؤں تو مرنے نہ دیا

وعدہ لیتے ہی وہ باتوں میں لگایا ہم نے
دیر تک اس کو کسی طرح مکرنے نہ دیا

کیا میرے نام سے محشر میں نہ ڈگری ہوتی
اس نے جھگڑا وہ کیا فیصلہ کرنے نہ دیا

ردیف ٹ

ظالم یہ دیکھو چوٹ پڑی میری آنکھ میں   کاری لگی ہے کیا تری ترچھی نظر کی چوٹ

دیگر

آگے آنکھوں کے اندھیرا چھا گیا   کچھ دکھائی دے، تو دیکھوں دل کی چوٹ

ردیف چ

ہر وقت دل کے یار ہیں تشویش، فکر، سوچ   ہر آن میں ہزار ہیں تشویش، فکر، سوچ

ردیف ڈ

چار دن کا ہے سب غرور گھمنڈ کیجئے اپنے دل سے دور گھمنڈ

ردیف ر

جب شباب آکر زلیخا کے دوبارہ دن پھرے
کھل گئیں آنکھیں سی یوسف کی یہ عالم دیکھ کر

دیگر

سر بھی جائے تو نہ جائے گا یہ سودا ہو کر
مجھ کو لپٹا ہے جنوں جھاڑ کا کانٹا ہو کر

ردیف ڑ

غرض نہیں ہمیں ذکر عدو نہ چھیڑ کہ چھیڑ
ہماری تجھ سے نہیں گفتگو نہ چھیڑ کہ چھیڑ

ردیف ز

واقف نہیں ہم عشرت و آرام ہے کیا چیز
کہتے ہیں مئے تلب کسے' جام ہے کیا چیز

ردیف ق

تڑپنے والوں کی تصویر کھینچ یوں بہزاد
ادھر جواب میں دل ہو ادھر جواب میں برق

ردیف ن

آپ کے سر کی قسم زلف میں یہ بات کہاں
جو الجھتی' ہیں اٹکتی ہیں تمہاری آنکھیں

دیگر

کیوں کیا خواب میں دیکھا تھا کس برق تجلی کو
کب اب تک دیکھیے شعلے ان آنکھوں سے نکلتے ہیں

دیگر

جو متاع ہنر بیش بہا رکھتے ہیں   ان کو آنکھوں سے خریدار لگا رکھتے ہیں

دیگر

اے تاکا اسے جھانکا یہی نقشہ دیکھا   چلتی پھرتی ہیں قیامت کی تمہاری آنکھیں

دیگر

جب جان کا سوال ہو گیا دے کوئی جواب   میں چپ رہا تو کہتے ہیں تو نے سنا نہیں

دیگر

خیال ذرۂ ریگ بیاباں کوئی جاتا ہے
پھریں گے تر مرے تربت میں بھی مجنوں کی آنکھوں میں

دیگر

کرے دعوائے ہم چشمی تو مژگان دراز اس کی
چبھوئے خوب نکلے نرگس شہلا کی آنکھوں میں

دیگر

ہیں لال پری نشہ مے سے پری آنکھیں
پھر اس پہ دھواں دھار وہ کاجل بھری آنکھیں

دیگر

وہ نقد دل کو ہمیشہ نظر میں رکھتے ہیں
جو آنکھوں والے ہیں اچھا برا پرکھتے ہیں

دیگر

ہمارے شمع رو کے سامنے یوں شمع پر جلنا
الٰہی کیسی چربی چھائی پروانے کی آنکھوں میں

دیگر

سما جائے اگر وہ غیرت گل تیری آنکھوں میں
نظارہ گل کا گذرے خار بلبل تیری آنکھوں میں

دیگر

آدمی کو بری نظر سے دیکھ اے فلک خاک تیری آنکھوں میں

دیگر

خبر سے کاجل گھلا رہتا ہے اب تو ہر گھڑی
اس بلا کو پالنا آنکھوں میں دیکھ اچھا نہیں

دیگر

بے وجہ نہیں آپ کی شرمائی ہیں آنکھیں
آشوب ہے یا نشے سے جھک آئی ہیں آنکھیں

دیگر

زاہد کو ہے پھر جلوۂ دیدار کی حسرت
بجلی کی چمک دیکھ کے چندھیا گئیں آنکھیں

دیگر

کیا یہ بتان خوشرو اک ہم کو کھینچتے ہیں
اپنی طرف یہ کافر عالم کو کھینچتے ہیں

دیگر

ہزاروں تارک دنیا جہان میں دیکھے
جہاں میں تارک جنت وہ کون ہے میں ہوں

دیگر

بات کرتے ہیں خوشی کی بھی تو اک رنج کے ساتھ
وہ ہنساتے بھی ہیں ایسا کہ رلا دیتے ہیں

دیگر

جو بار بار نہ ہو وہ ترا عتاب نہیں
یہ جاکے آئے نہ کیوں غصہ ہے شباب نہیں

دیگر

ہم اپنے دل کے ہاتھوں مورد صد رنج و آفت ہیں
یہ سب حضرت کی خوبی ہے جو یہ کچھ ہیں سو حضرت ہیں

ردیف و

تو ہم سے بدگماں تو دل مبتلا نہ ہو
تیری برائی چاہیں گے تیرا برا نہ ہو

بے وجہ یہ نیاز نہیں غور کیجئے
کیوں التجا کریں جو کوئی مدعا نہ ہو

اول تو یہ دعا تھی کہ وہ بھی ہو بے قرار
اب کہہ رہا ہوں یہ کہیں میرا کہا نہ ہو

دل جائے جان جائے قیامت ہی کیوں نہ آئے
سب کچھ مجھے قبول مگر تو خفا نہ ہو

دیگر

وہ نظر باز وقت نظارہ آنکھوں آنکھوں میں کھا گیا دل کو

دیگر

مری طرح سے شب غم کوئی تباہ نہ ہو　　کروں گواہ خدا کو تو وہ گواہ نہ ہو

دیگر

وفائے وعدہ خدا جانے آج ہو کہ نہ ہو　　درست غیر سے اس کا مزاج ہو کہ نہ ہو
گناہ کیا ہے و معشوق کی طلب واعظ　　جب آدمی ہے تو پھر احتیاج ہو کہ نہ ہو

ردیف ہ

بادہ کشی سے ایسی توبہ یا مرے اللہ میری توبہ
میرے دل سے کوئی پوچھے غم الفت کے مزے
کہ لگا رکھا ہے مدت سے اے جان کے ساتھ
کہہ دے ایمان سے تو غیر کے گھر جانے کی
کہی فقط جائے گا ایمان ہی انسان کے ساتھ

دیگر

جھگڑے لگے ہیں یوں تو بہت آدمی کے ساتھ
یا رب نہ ہو کسی کو محبت کسی کے ساتھ
جب یہ نہ ہو تو کیوں نہ ہو دنیا و دیں خراب
سارے لگاؤ رہتے ہیں دل کی لگی کے ساتھ

ردیف ی

بھرے بیٹھے ہو تم محفل میں اے داغ — کہے دیتی ہے خاموشی تمہاری

دیگر

جو بیٹھیں آنکھیں تو پلکیں بھی کوئی پل کی ہیں
رہی ہیں بس یہی آنکھوں کی سوئیاں باقی

دیگر

ہلایا جب مری آہ و فغاں نے — زمیں پکڑی ہے کیا کیا آسماں نے

دیگر

رقیبوں سے ہے دوست داری تمہاری — نبھے گی نہ ہرگز ہماری تمہاری

دیگر

ہر رنگ میں ہے داغ سا ہم رنگ کہاں ہے
بوڑھوں میں وہ بوڑھا ہے جوانوں میں جواں ہے

دیگر

رنج دیتے ہیں ای کو آپ جو رنجور ہے
یہ کہاں کی رسم ہے' کس ملک کا دستور ہے

دیگر

خاک میں تم ملانے آتے ہو   یوں بھی کوئی کسی سے ملتا ہے

دیگر

اے داغ یہ کیا بات ہے ہم کو تو بتاؤ   رہتا ہے وہاں ذکر تمہارا کئی دن سے

دیگر

ساقیا چاٹ لگی چاہئے پیمانے کی   ہم تو لے ڈالیں گے مٹی ترے مے خانے کی

دیگر

کہتے ہیں لوگ تیری طبیعت الٹ گئی   یہ جانتے نھیں مری قسمت الٹ گئی

دیگر

غضب ہے اس ستم گر پر دل امیدوار آئے
کرم سے جس کو نفرت ہو وفا سے جس کو عار آئے

دیگر

اپنی تقدیر پہ گریاں جو شب غم ہوگی   گل خورشید قیامت پہ بھی شبنم ہوگی

دیگر

غیر پر ان کی طبیعت آئی   گر یہ سچ ہے تو قیامت آئی
دل پہ ہر روز اک آفت آئی   یہ گئی اور قیامت آئی

دیگر

ہم اپنے کاتب اعمال کو ملا لیں گے   گناہ سہل ثبوت گناہ مشکل ہے

دیگر

یہ کیا ہے حضرت ناصح ذرا سنو تو سہی   ہر اک سے کہتے ہو میری ذرا سنو تو سہی

دیگر

باطن میں کینہ اور بظاہر یہ بات ہے   دنیا کہے کہ داغ پہ کیا التفات ہے

دیگر

محبوبیت کی شان نہیں ہے ستم گری   محبوب ہو کے آپ دل آزار کیوں ہوئے
گر ہو نہ ہو تو بے خودی شرم جرم ہو   کیا جانیں ہم سزا کے سزاوار کیوں ہوئے
اپنے جمال ہوش ربا کی خبر بھی ہے   کہتے ہو ہم سے طالب دیدار کیوں ہوئے
تھوڑے دنوں میں لطف اسیری ملا نہ تھا
ہم کیا کہیں کہ چھٹ کے گرفتار کیوں ہوئے

دیگر

ملا کر آنکھ سے آنکھ اس کو گریاں کر دیا کس نے
کہ اپنی آنکھ نم کی قطرۂ شبنم سے نرگس نے

دیگر

اہل محفل سے ملائی آنکھ جب اس نے ذرا
مختلف سب سے اشارے ہو گئے ہر بات کے

دیگر

بولے وہ ماہ مصر کی تصویر دیکھ کر ہاں خیر کچھ درست ہے یہ آنکھ ناک سے

دیگر

تنہا جو آیئے مری آنکھوں پر آیئے ساتھ اپنے غیر کو نہ کبھی لے کر آیئے

دیگر

دیکھا نہ وقت ذبح بھی اس رشک حور کو آنکھیں الٹ گئیں یہ مصیبت تو دیکھئے
کرتا ہے داغ کوچہ قاتل میں تاک جھانک پردے پڑے ہیں آنکھوں پہ غفلت تو دیکھئے

دیگر

ٹھیکری آنکھوں پہ دانستہ جو مجنوں رکھتا لیلی پردہ نشیں جامے سے باہر ہوتی

دیگر

ان سے نگاہ ملتے ہی دل پر لگی ہو چوٹ بجلی سی اپنی آنکھوں کے نیچے چمک گئی

دیگر

دل کو چرا لیا ہے نگاہوں سے اور پھر آنکھوں میں بیٹھتے ہیں ڈھٹائی تو دیکھئے

دیگر

آپ کی آنکھوں میں کس طرح نہ ٹیسو پھولے　　زردی چہرۂ بیمار اثر کرتی ہے

دیگر

خورشید میرے سامنے یا شمع طور ہے　　آنکھیں جو تیوراگئیں یہ کس کا نور ہے

دیگر

اس بدگماں کو نشہ ے کا گماں ہے　　آنکھیں چڑھی ہوئی ہیں ہماری بخار سے

دیگر

ہر طرف مجمع اغیار ہی دیکھا ہم نے　　آنکھیں دوڑائیں تری بزم میں کیا کیا ہم نے

دیگر

ہفت افلاک سے تاثیر دعا مانگتی ہے　　سات گھر بھیک یہ مانند گدا مانگتی ہے

دیگر

چھپ کے بیٹھے ہو مرے دل میں یہ پردا کیا ہے
دیکھنے والے سے پوچھے کوئی دیکھا کیا ہے
جو گھڑی عیش کی گذرے وہ غنیمت جانو
زندگانی کا مری جان بھروسا کیا ہے

دیگر

بالیں سے نہ اٹھنا تھا، کیا تم نے قیامت کی
لو بیٹھ گئیں آنکھیں بیمار محبت کی

دیگر

غم حسین میں اٹھے گا سرخ رو اے داغ   یہ بوجھ تو نے اٹھایا علی علی کرکے

دیگر

تو کرے الطاف دشمن پر ستم یہ بھی تو ہے
غم غلط ہو غیر کا مجھ کو الم یہ بھی تو ہے

کوئے جاناں میں اڑا لے چل تن لاغر مرا
ایک تنکا اے نسیم صبح دم یہ بھی تو ہے

دیگر

کیا تڑپنے ہی کو خالق نے طبیعت دی ہے　　صبر دے گا وہی جس نے تری الفت دی ہے
بادشاہوں کو یہی لوگ ہیں دینے والے　　یہ فقیروں ہی کو اللہ نے ہمت دی ہے

خمسہ بر غزل خود مصنف

کہتا ہے کیا کہ جاہل رندانے آدمی ہیں
رندانے آدمی تو فرزانے آدمی ہیں
جو آدمی ہو لیکن وہ جانے آدمی ہیں
زاہد نہ کہہ برے یہ مستانے آدمی ہیں
تجھ کو لپٹ پڑیں گے دیوانے آدمی ہیں

یہ لوگ وہ ہیں ان سے الفت ہزار کیجئے
ان کو یہ فکر ہر دم چوکیں تو وار کیجئے
ان سے جو ربط کیجئے بیگانہ وار کیجئے
غیروں کی دوستی پہ کیوں اعتبار کیجئے
یہ دشمنی کریں گے بیگانے آدمی ہیں

یہ بچ کہ لوگ جو ہیں سو درد و غم سہارے
ظلم و ستم کے کشتے اندوہ و غم کے مارے

منت سے پوچھتے ہیں آزار و رنج سارے
جو آدمی پہ گذرے وہ اک سوا تمہارے
کیا جی لگا کے سنتے افسانے آدمی ہیں

جب غیر کوئی آئے بے شبہ اس کو ٹوکے
ہم روز کے سلامی کیوں کھائے ہم پہ دھوکے
اب جی میں ٹھن گئی ہے جائیں گے جان کھو کے
کیا چور ہیں جو ہم کو درباں درپہ روکے
کہہ دو کہ یہ تو جانے پہچانے آدمی ہیں

دے جلد بھر کے ساغر جو کچھ خم میں باقی
غافل یہ صحبت مل ہے امر اتفاقی
کم ظرف جو ہوں ان سے کر تو یہ خوش مذاقی
مے بوند بھر پلا کر کیا ہنس رہا ہے ساقی
بھر بھر کے پیتے آخر پیمانے آدمی ہیں

قسمت پر اپنی مجھ کو کیوں کر نہ آئے حسرت
ناکارۂ جہاں ہوں صورت نہ میری سیرت
تم کو ہی کچھ نرالی ایسی نہیں کدورت
میں وہ بشر کہ مجھ سے ہر آدمی کو نفرت
تم شمع وہ کہ تم پر پروانے آدمی ہیں

بے محنت مکیں کب کوئی مکاں بنا ہے
دیکھو خلیلؑ ہی سے کعبہ بنا ہوا ہے
ہے گرچہ اک خرابہ لیکن تمہاری جا ہے
تم نے ہمارے دل میں گھر کر لیا تو کیا ہے

آباد کرتے آخر ویرانے آدمی ہیں

ہم عشق کے ہیں بندے کب عشق ہم سے چھوٹا
یہ عشق کا مزا ہے ہو لب پہ جام صہبا
صہبائے عشق کو بھی کہتے ہیں آپ بے جا
اے شیخ صاحب اس جا کیجئے کلام ایسا
حضرت کو تاکہ کوئی یہ جانے آدمی ہیں

ان خدمتوں کا اپنی حق لیں گے روز محشر
دنیا میں جانتے ہو جیسے فدا ہیں تم پر
پھر بندگی ہماری دیکھو گے بندہ پرور
جب داور قیامت پوچھے گا تم پہ رکھ کر
کہہ دیں گے صاف ہم تو بیگانے آدمی ہیں

اے کشتہ تغافل اے بسمل جدائی
مجروح ناوک غم مقتول بے وفائی
کب ہوتی ہے کسی سے جو تونے کر دکھائی
شاباش داغ تجھ کو کیا تیغ عشق کھائی
جی کرتے ہیں وہی جو مردانے آدمی ہیں

خمسہ بر غزل حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ

ایں چہ رفتار مست بے جا مے روی　　بے خودانہ مست صہبا مے روی
مے روی و بے محابا مے روی　　سرو سیمینا بصحرا مے روی
نیک بد عہدی کہ بے ما مے روی

ثانی نظارۂ روئے نکو جلوۂ دیدار محشر ہو تو ہو
کب ملا یہ دن کلیم و طور کو اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا مے روی

کون کر سکتا ہے تجھ سے ہم سری سب حسینوں پر ہے تجھ کو برتری
ہے حجاب و شرم طرز دلبری روئے پنہاں دارد از مردم پری
تو پریرو آشکارا مے روی

حسن تیرا غیرت شمس و قمر ناز تیرا دلکش و جلوہ اثر
خوش ہو کیا ایسا کسی کو دیکھ کر گر تماشا مے کنی در خود نگر
کے بخوشتر زیں تماشا مے روی

آدمی سے بولتا ہے آدمی فکر یہ کیسی ہے کیسی خامشی
منتظر ہوں دیر سے کہہ تو سہی مے نوازی بندہ را یا مے کشی
مے نشینی یک نفس یا مے روی

ہے خرام ناز سے دل شلو شلو گرچہ پامالی بھی ہو حد سے زیاد
عاشق پابوس کی آئے مراد گر قدم بر چشم من خواہی نہاد
دیدہ بر رہ مے نہم تا مے روی

جو ترا شیدا ہوا روز نخست تیری فرقت میں رہا کب تندرست
داغ نے اچھا سنا یہ شعر چست دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تانہ پنداری کہ تنہا مے روی

سلام

ان کو مجرا تھے جو زیر آسماں بیٹھے ہوئے
بھوکے پیاسے بے وطن بے خانماں بیٹھے ہوئے

شور ماتم سن کے اہل بیت کا سب اہل شام
شادیاں کرتے تھے گھر میں شادماں بیٹھے ہوئے

شلہ اس پر بھی اٹھا دیتے تھے اعدا کے قدم
تیر تن پر دل پہ داغ جاں ستاں بیٹھے ہوئے

وا دریغا دست عابد میں تو ہو ان کی مہار
اور اونٹوں پر چلیں کچھ سارباں بیٹھے ہوئے

کربلا سے شام تک دم دم کی جاتی تھی خبر
جابجا تھے ڈاک پر سب خط رساں بیٹھے ہوئے

امت عاصی کے حق میں شاہ نے مانگی دعا
جانب قبلہ زمیں پر نیم جاں بیٹھے ہوئے

جب مدینے میں شہادت کی خبر اڑ کر گئی
کچھ کھڑے روتے تھے کچھ پیر و جواں بیٹھے ہوئے

کوفیوں نے خود بلا کر یہ ستم برپا کیا
اپنے گھر تھے چین سے شاہ زماں بیٹھے ہوئے

حلق پر خنجر چلا سبط رسول اللہ کے
کھائی ہیں عابد نے غم کی برچھیاں بیٹھے ہوئے

بیٹھے بیٹھے پشت زیں پر ہی پڑی شہ نے نماز
زخم کاری تھے بہت تا استخواں بیٹھے ہوئے

راہ تسلیم و رضا میں اہل بیت مصطفیٰ
صبر کا کرتے تھے باہم امتحاں بیٹھے ہوئی

کہہ رہے تھے العطش جس وقت سب اہل حرم
سب کی سنتے تھے شہ کون و مکاں بیٹھے ہوئے

قطعہ

حضرت عابد کو زنداں میں بھی تھا اتنا لحاظ
ہم سے غافل ہوں نہ در پر پاسباں بیٹھے ہوئے

رات کو چپ چاپ ہوتی تھی کوئی دم کو اگر
پھر ہلا دیتے تھے اپنی بیڑیاں بیٹھے ہوئے

شاہ کے ماتم میں روئے ہیں بہت حور و ملک
دیکھنا جنت میں بھی ہوں گے مکاں بیٹھے ہوئے

حج زیارت کر چکے اب کربلا کو بھی چلو
داغ مدت ہو گئی تم کو یہاں بیٹھے ہوئے

سلام

سلام اس کو کیا جس نے نام چار طرف — اسی کے نام درود و سلام چار طرف
پڑی تھی گھیرے ہوئے فوج شام چار طرف — حسین بیچ میں تھے روک تھام چار طرف
خضر بھی لا نہ سکے ایک بوند پانی کی — یہ اشقیا کا رہا انتظام چار طرف
نکل کے جائیں شہہ دیں نہ کربلا سے کہیں — پہنچ گیا تھا یہی حکم عام چار طرف
جب ایک بار ہی ساری سپاہ ٹوٹ پڑی — کیا ہے شاہ نے کیا قتل عام چار طرف
مدد کہیں سے نہ پہنچے یہ سب کو دھڑکا تھا — حسینؑ ابن علیؑ کا تھا نام چار طرف
یہ عرض شاہ سے کی حر نے کیجئے اپنا — نہ بھٹکے یا مرے مولا غلام چار طرف
عدو کی جان پہ گرتی تھی ہر طرف بجلی — چمک رہی تھی جو تیغ امام چار طرف

ادھر تو خیمہ اطہر میں ہر طرف ماتم — ادھر خوشی کی پڑی دھوم دھام چار طرف
قضا بھی آئی تو مر مر کے آئی مقتل میں — عجب طرح کا رہا اژدھام چار طرف
در آیا جب صف اعدا میں ابن شیر خدا — تو بھاگتے نظر آئے تمام چار طرف
بلا بلا کے کریں کربلا میں شہہ کو شہید — پہنچ گئے تھے یہ خفیہ پیام چار طرف
ہزار قتل کئے ذوالفقار حیدرؓ نے — قضا نے خوب کیا اپنا کام چار طرف
کھڑی ہوئی تھیں شہیدوں کے واسطے حوریں — لئے ہوئے مئے کوثر کے جام چار طرف
محب آل محمدؐ محب حق ہو گا — یہ مشتہر ہے نبیؐ کا کلام چار طرف
مثال خلط عناصر تھے متفق دشمن — اگرچہ پھیلے ہوئے تھے تمام چار طرف

رہے گا حشر تک اے داغ ربع مسکوں میں
غم حسین علیہ السلام چار طرف

رباعیات

بے مہری بے مہر سے دل سرد ہوا — جو حوصلہ تھا پست ہوا گرد ہوا
جو صاحب درد ہو کرے داغ کی قدر — بے داغ ہوا کوئی تو بے درد ہوا

بے فائدہ انسان کا گھبراتا ہے — ہر طرح اسے رزق تو پہچاتا ہے
تاروں کے خزانے سے بھی مل جائے گا — منظور جو اللہ کو دلواتا ہے

صد شکر پہنچ فخر زماں تک تو ہوئی — معراج مجھے ایسے مکاں تک تو ہوئی
پستی سے فلک نما پہ آیا اے داغ — اونچی مری تقدیر یہاں تک تو ہوئی

دریا کو اگر گوہر خوش آب دیا   گردوں کو اگر مہر جہاں تاب دیا
اے داغ وہ ان کا تھا یہ تیرا حصہ   اللہ نے حاتم تجھے نواب دیا

ہے صاحب اقبال وقار الامرا   ہے مظہر اجلال وقار الامرا
اے داغ عجب کیا ہے پھریں تیرے دن   ماضی کو کرے حال وقار الامرا

شہرت ہے بڑی شان سے آئے نواب   اقبال کے سامان سے آئے نواب
جان آگئی اے داغ ہمارے تن میں   جب ہم نے سنا کان سے آئے نواب

دریائے سخا کان عطا کون کہ آپ   مشکل کے مری عقدہ کشا کون کہ آپ
داغ اپنی پریشانی دل کس سے کہئے   نواب وقار الامرا کون کہ آپ

مجھ سا نہ ہو دکھ درد کا سہنے والا   بے فائدہ بے قاعدہ رہنے والا
حضرت سے مرا شوق حضوری جو کہے   ایسا نہیں ملتا کوئی کہنے والا

ذی مرتبہ ذی شان ہے خان خاناں   ہر چشم میں انسان ہے خان خاناں
ہر سینے میں دل ہے اور دل میں امید   قالب میں مری جان ہے خان خاناں

گنجینہ دولت سے سخاوت بڑھ کر   ایثار و سخاوت سے شجاعت بڑھ کر
نواب وقار الامرا کے اوصاف   بڑھ کر ہیں زمانے سے نہایت بڑھ کر

نواب غم و رنج سے آزاد رہے — اللہ کرے صاحب اولاد رہے
اے داغ ہمیشہ یہ دعا ہے اپنی — یا دور فلک خوش رہے آباد رہے

مہدی کو اگر خیر زماں کہتے ہیں — یا محسن ملک اس کو یہاں کہتے ہیں
زیبا ہے کہیں محسن عالم اے داغ — جو چاہئے کہنا وہ کہاں کہتے ہیں

اس خیر کا انسان کوئی ہو تو سہی — ذی مرتبہ ذی شان کوئی ہو تو سہی
ہر شخص کی ملحوظ ہے خاطر داری — یوں دل کا نگہبان کوئی ہو تو سہی

ہے باغ شجاعت کا شجر افسر جنگ — ہے بحر سخاوت کا گہر افسر جنگ
ذی مرتبہ، حوصلہ، ذی شان، ذی عقل — اے داغ نہیں کوئی مگر افسر جنگ

خورشید سے انور ہے تری رائے منیر — امید سے بڑھ کر ہے ترا فیض کثیر
نواب منیر ملک یکتائے زماں — آپ اپنا جواب اپنی مثال اپنی نظیر

یہ کہ دباتے ہیں مجھے سب اغیار — دلواؤ جو کچھ ہم کو تو ہو وصل نگار
ایماں کی اے داغ جو پوچھو یہ ہے — ہیں راشی و مرتشی تو دونوں فی النار

سلطان دکن کے ہوئے اشفاق بہت — اشخاص نے مجھ سے کئے اخلاق بہت
دلی کو اگر جاؤں تو مل کر جاؤں — میں آپ کے ملنے کا ہوں مشتاق بہت

جب تک ہیں ضیا بخش مہ و مہر منیر   جب تک ہے کواکب سے فلک پر تنویر
دل شاد رہے خوش رہے آباد رہے   نواب قدیر جنگ یا رب قدیر

جب تک ہے جہاں میں دور ساقی باقی   جب تک رہے لذت تلاقی باقی
باقی کی نہ کیوں ہو عمر و دولت کو بقا   فانی فانی ہے اور باقی باقی

قطعات

قطعہ تاریخ تہنیت مسند نشینی

نواب محمد مشتاق علی خان والی ریاست رامپور

زہے نشاط، زہے خرمی، زہے عشرت
بنا ہے غیرت فردوس مصطفیٰ آباد

جہاں جہاں ہے خوشی، عیش، انبساط، سرور
زباں زباں سے ادا نغمہ مبارک باد

نگہ نگہ سے ٹپکتا ہے بادۂ عشرت
نفس نفس سے یہ آواز ہے کہ آئی مراد

دھن دھن سے دعائے بقائے دولت و عمر
سخن سخن میں ہے شکر و سپاس حد سے زیادہ

عروج دولت و اقبال و شان و شوکت سے
بنا ہے عالم بالا یہ عالم ایجاد

ہوا وسادہ نشیں روز جمعہ کو نواب
نمازیوں نے دعا دے کے دی مبارک باد

زہے طراوت آب و ہوائے گلشن دہر
قدم جما کے سنبھلتا ہے باغ میں شمشاد

وہ جوش رنگ ہے ہو آب نیشتر بھی شہاب
جو فصد لے رنگ شاخ نہال کی فصاد

مثال خاطر شگفتہ ہر لب امید
برنگ غنچہ شگفتہ ہر گل فریاد

سب اعتدال سے ہیں اب عناصر اربع
سب اتفاق سے ہیں آب و خاک' آتش و باد

مزاج اہل زمانہ میں ہے وہ یک سوئی
مریض کے بھی مرض میں نہ جمع ہوں اضداد

چڑھا کے ساغر صہبائے عشق کو صوفی
پکار اٹھتے ہیں نشے میں ہرچہ بادا باد

قضا قضا کرے لے لے کے ہچکیاں پیہم
کسی مریض کو بھولے سے بھی جو آئے یاد

شرار برق بھی دانتوں میں ڈر سے لے تنکا
ہوائے عدل سے ہو صر صر خزاں برباد

ترے سکون طبیعت قیام دولت سے
کہے نہ اب سے زمانے کو کوئی بے بنیاد

فروغ نیر اقبال سے عجب کیا ہے
پڑھے اگر خط تقدیر کور مادر زاد

ترے زمانے میں دل ہو گئے ہیں آئینہ
ہوا تھا صاف سکندر کے عہد میں فولاد

گدا کو بھی وہ تمول ہے عہد دولت میں
جو اس زمانے میں ہو خسروی کرے فرہاد

ترا اشارۂ ابرو کلید قفل امید
تری نگاہ دل آرزو ہے جان مراد

ڈلی ڈلی کو نمک کی ترستے ہیں اعدا
مٹا ہے عہد میں تیرے وہ نام شور و فساد

اب اس کو سہو کہیں ہم کہ حافظہ ٹھہرائیں
ہمیشہ تجھ کو رہا دے کے بھول جانا یاد

بہت قدیم نمک خوار معتقد ممتاز
یہ داغ مدح سرا ساکن جہان آباد

جگر فگار و دل افگار و مضطر و غم ناک
قتیل خنجر اعدا و کشتہ حساد

اسے خدا نے باعزاز و آبرو رکھا
مدام شاد رہا یہ بفضل رب عباد

امیدوار ترحم ہے خواستگار کرم
نگاہ لطف رہے خلد آشیاں سے زیاد

دعائیں دے کے یہ لکھتا ہے مصرع تاریخ
جلوس خسرو عالم پناہ نیک نہاد

۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ مدار المہامی جنرل اعظم الدین خان

اعظم الدین خان بہادر کو جاہ و منصب ملا بآسانی
یہ مدار المہام عالی جاہ مستقل ہے بحکم سلطانی
عدل و انصاف و داد و فیض و کرم عہد دولت میں با فراوانی
داغ آشفتہ ہو گیا مجبور ہے یہ آزار دشمن جانی
تن ہے آلودۂ ہزار امراض دل ہے مجموعہ پریشانی
مانگتا ہے دعائیں صحت کی پھلو پھولو بہ فضل ربانی
اپنے جرنیل کو دیا عہدہ ہے یہ نواب کی ہنر دانی
اس نیابت کی یہ کہی تاریخ
آصف اعظم جہاں بانی

۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ سال گرہ

نظام الملک آصف جاہ نواب میر محبوب علی خان

والی ریاست حیدر آباد دکن

مسعود مبارک ہو تجھ کو اے خسرو دوراں سال گرہ
یہ سال گرہ ہے سال گرہ کہتے ہیں اسے ہاں سال گرہ

بڑھ کر ہو کلاوہ کلہ کشاں ہر ایک گرہ نجم تاباں
اللہ کرے ہو لاکھ برس یوں لایق و شایاں سال گرہ

یہ چاند ربیع الثانی کا یہ پیر کا دن تاریخ چھٹی
ہے فضل خدا تسویں ہے اب اے شہہ ذی شان سال گرہ

ادریسؑ و مسیحؑ الیاسؑ و خضرؑ دیں بھر کلاوہ رشتہ عمر
تا روز شمار اس کا ہو شمار الٰہی ہو فراواں سال گرہ

یہ جشن سجا یہ دھوم مچی عالم کو ملا ہے گنج گہر
ہے عقدہ کشائے بخت جہاں دریا رزر افشاں سال گرہ

وہ شور مبارک باد ہوا، سب گونج رہے ہیں ارض و سما
کیا حور و پری کیا انس و ملک گاتے ہیں خوش الحاں سال گرہ

ہر وقت خوشی، ہر آن خوشی، ہر لحظہ خوشی، ہر لمحہ خوشی
ہے عیش کا ساماں جشن طرب، ہے جشن کا ساماں سال گرہ

آراستہ ہیں بازار و مکاں، پیراستہ ہیں سب پیر و جواں
ہے زینت بلدہ سال گرہ، ہے رونق ایواں سال گرہ

اے داغ دعا سلطان کو دے تاریخ لکھ اس تقریب کی یوں
جاوید ہمیوں بے حد ہو محبوب علی خاں سال گرہ

۱۳۰۶ھ

تاریخ دیگر۔ سال گرہ نظام

۱۳۰۷ھ

قطعہ

ہوئی ہے سال گرہ آج شاہ والا کی — نجستہ فال ہے یہ اور نیک فال گرہ

یہ جشن وہ ہے کہ کہتی ہے ساری خلق اللہ — کھلے نصیبوں کی یا رب ذوالجلال گرہ

ہزار دانہ یاقوت کی بنے تسبیح — بڑھے کلاوہ میں ہر سال ایک لال گرہ

لکھا ہے داغ نے یہ اس کا مصرع تاریخ

ہزاروں سال مبارک یہ جشن سال گرہ

۱۳۰۷ھ

قطعہ مبارکباد در تقریب ولادت باسعادت دختر نیک اختر حضور پرنور حضرت میر محبوب علی خان بہادر آصف جاہ دام اقبالہ و ملکہ

اے خسرو جم حشم فلک قدر — ہے عہد ترا بسا مبارک

اللہ رکھے تجھے سلامت — ہو عشرت جاں فزا مبارک

اللہ نے دی ہے شاہ زادی   اللہ کی یہ عطا مبارک
چلہ ہے سکندر النساء کا   یہ رسم کرے خدا مبارک
اس دن کی دعائیں مانگتے تھے   یہ دن ہے بہت بڑا مبارک
ہوتی ہے ولادت اس میں مسعود   ہے ماہ صیام کا مبارک
آئی رمضان میں عید گویا   سب عیدوں سے ہے سوا مبارک
دیکھے چھٹی چلے شادیاں سب   جلسوں کا ہو دیکھنا مبارک
ہے مطربہ فلک طرب ساز   آتی ہے یہی ندا مبارک
سب اہل زمین و اہل افلاک   کہتے ہیں جدا جدا مبارک
پھولیں پھلیں نونہال شاہی   مقبول ہو یہ دعا مبارک
سرسبز رہے ریاض اولاد   اس باغ کی ہو فضا مبارک
عالم کو خوشی ہے کہہ رہے ہیں   سب دوست، سب آشنا مبارک
تقریب سعید و جشن فرخ   دنیا میں ہے جابجا مبارک

تاریخ کہی ہے داغ نے آج
نورس تجھے بادشاہ مبارک

۱۳۰۵ھ

قطعہ مبارکباد سال گرہ شاہزادی اعلیٰ حضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

ہوئی ہے سال گرہ اج شاہ زادی لی　　رہے ہمیشہ الٰہی بہار سال گرہ
برائے نذر شنشاہ داغ لکھ تاریخ　　زیاد تا بہ ابد ہو شمار سال گرہ

۱۳۰۵ھ

تاریخ حصول شرف حضوری حضور پرنور اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

قدم بوس حضرت کا حاصل ہوا　　بڑے شوق سے اور ارمان سے
حضوری کی تاریخ پوچھیں اگر　　یہ کہ دو ملے، داغ سلطان سے

۱۳۰۵ھ

تاریخ تصنیف و طبع دیوان جناب مستطاب خادم حضرت ختمی پناہی حاجی حرمین شریفین مشیر قیصر ہند نواب کلب علی خان بہادر فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ رئیس دلاور اعظم طبقہ اعلائے ستارۂ ہند والی مصطفیٰ آباد عرف رام پور دام ملکہم و اقبالہم

برس دن میں کہا دیوان ایسا میرے آقا نے
سخن ہے نام اس کا طبع نیکو اس کو کہتے ہیں
کہی ہیں داغ نے اک بیت میں دواس کی تاریخیں
یہ ہے وہ بیت رشک بیت ابرو اس کو کہتے ہیں
یہ اول مصرع تاریخ ہے تالیف دیواں کا
زہے معجز بیانی عطر اردو اس کو کہتے ہیں
جو پوچھے کوئی سال طبع پڑھ دوں مصرع ثانی
چھپا مطبع میں اچھا نقش جادو اس کو کہتے ہیں

۱۲۹۳ھ

ایضاً

کیا خسرو آفاق نے دیوان کہا ہے الله رے الله یہ دستگہ نظم
کس طرح یہ دیوان نہ ہو سامعہ افروز کہتے ہیں اسے مہر سخن ہے یہ مہ نظم
ہے روح فزا دل کو یہ عیسیٰ فصاحت ہے راہ نما شوق کو یہ خضر رہ نظم
اے داغ ہوا طبع کلام شہہ والا
اس نظم کی تاریخ کہی میں نے، شہہ نظم

۱۲۹۵ھ

ایضاً

خسرو عہد کا چھپا دیوان کیوں نہ ہو عرش پر دماغ کمال
سخن تازہ اس کو کہتے ہیں تر و تازہ ہے اس سے باغ کمال
گل گیا اس کلام سے اے داغ ورنہ معدوم تھا سراغ کمال

یہ ہے طبع روشن کا

اس کی تاریخ ہے، چراغ کمال

۱۳۹۵ھ

تاریخ طبع کلیات میاں منیر صاحب

چہ خوب طبع شد ایں بے نظیر کلیات — خوشا تجلی طبع جہاں فروز منیر

خوش است مصرع سال شروع طبع اے داغ — طلوع شد بادوھ مہر نیروز منیر

۱۳۹۵ھ

ایضاً

جب یہ دیوان ہو چکے مطبوع — ہو گئی نظم و نثر عالمگیر

داغ نے اس کی یہ کہی تاریخ — آفتاب منیر و بدر منیر

۱۳۹۶ھ

قطعہ تہنیت خلعت ریاست نواب مشتاق علی خان بہادر والی رام پور

نواب کو ہو حصول یارب — دارین میں برتری بلندی

خلعت کا ہے داغ عیسوی سال — تشریف شریف ارجمندی

۱۸۸۸ء

تاریخ وفات فرزند جناب راجہ گردھاری پرشاد بہادر

راج بنسی نغز گو باقی تخلص نیک خو
ذی حشم، ذی رتبہ، عالی منزلت، عالی دماغ

اے فلک افسوس یوں ہو مبتلائے حادثات
اس طرح برباد ہو جائے یکایک اس کا باغ

سال بھر میں دونوں فرزند آگے پیچھے اٹھ گئے
آفتاب خانداں وہ تھا تو یہ گھر کا چراغ

سچ ہے ہستی کے لئے لازم ہوئی ہے نیستی
تنگ نائے دہر میں حاصل نہیں ہوتا فراغ

ایک دن عشرت کدہ چالیس دن ہے غم کدہ
اس جہان پرالم میں کوئی کیا ہو باغ باغ

آدمی کو چاہئے صبر و شکیبائی کرے
جو خدا کے بھید ہیں ملتا ہے کب اس کا سراغ

داغ نے یہ عیسوی سن میں لکھی تاریخ
آہ باقی کو ہوا اب دوسرے بیٹے کا داغ

۱۸۸۸ء

تاریخ ناول منشی ریاض احمد صاحب خیر آبادی

یہ فسانہ کس قدر رنگیں ہوا ہو سکے کیا ہم سے تعریف ریاض
داغ لکھ دو اس کا سال عیسوی ناول نادر ہے تالیف ریاض

۱۸۸۹ء

تاریخ طبع دیوان مرزا محمد قادر بخش تخلص صابر

تجھے آفریں عاقل خوش بیان کیا اپنے استاد کا حق ادا
یہ تاریخ اس کی کہی داغ نے خوشا پاک دیوان صابر چھپا

۱۳۰۴ھ

ایضاً

شہہ سخن سخن شاہزادۂ دہلی چہا فصیح و بلیغ ست و شستہ و معقول
بگفت داغ چنیں سال طبع دیوانش بسا نتیجہ افکار صابر مقبول

۱۳۰۴ھ

تاریخ وزارت نواب رفعت جنگ عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر اکبر بشیر الدولہ سر آسماں جاہ محمد مظہر الدین خان بہادر مدار المہام سرکار عالی

پہلے سلطان ابن سلطان خسرو ملک دکن
پھر بشیر الدولہ عادل امیر ابن امیر
قابل مدح و دعا ہیں لائق وصف و ثنا
بادشاہت بے بدل ہے تو وزارت بے نظیر

یہ افادر ہے سبکذر وہ بہادر ممتن
شاہ عالمگیر، دستور معظم شیر گیر

جبذا خاقان دوراں، مرحبا نواب عہد
اس سے جان آرام میں ہے اس سے دل راحت پذیر

یہ ہے شمع سلطنت تو وہ چراغ ابہت
مالک اقبال روشن صاحب رائے منیر

یہ اگر ابر کرم ہے وہ ہے دریائے نوال
کیوں رہے ملک دکن میں نام کو بھی اب فقیر

داغ تاریخ وزارت اتفاق شہر سے لکھ
مہر و مہ آسمان نور ہیں شاہ و وزیر

۱۳۰۵ھ

تاریخ خلعت سر آسماں جاہ بہادر

ملا آج نواب کو خاص خلعت ہوئی دھوم سی دھوم ماہی سے تا مہ
کہی داغ نے خوب تاریخ اس کی وزیر شہنشاہ سر آسماں جاہ

۱۳۰۵ھ

تاریخ خطاب میجری نواب میجر افسر جنگ بہادر

قدر داں ہے قیصر ہندوستاں کر دیا میجر راہ معدلت
ہو مبارک یہ خطاب میجری تجھ کو اے نواب والا مرتبت

اے بہادر پاک دل پاکیزہ خوے　　مدح کے قابل ہے تیری ہر صفت
قدر داں تیرا رہے شاہ دکن　　شام کیسا شاہ فخر سلطنت
مصرع تاریخ لکھا داغ نے
میجر افسر جنگ عالی منزلت

۱۳۰۵ھ

تاریخ باختیار شدن راجہ ہرکشن سنگھ بہادر والی کشن کوٹ ملک پنجاب

جیو بیر بر ہرکشن سنگھ جی　　سنا ہے ملا اختیار آپ کو
کہی داغ نے آج تاریخ سال　　مبارک کشن کوٹ راجہ کو ہو

۱۳۰۵ھ

ایضاً

راجہ صاحب ذرا اسے سنئے　　یہ ہزاروں میں ایک ہے تاریخ
آپ کے اختیار ملنے کی　　بخت بیدار و نیک' ہے تاریخ

۱۳۰۵ھ

تاریخ تیاری مکان و باغ نواب قدر الدولہ بہادر

میر نور الحسین خاں ذی جاہ　　کرد قصر رفیع و باغ بنا
داغ یک مصرع و دو تاریخ است　　خوش جہا قصر' باغ روح فزا

۱۳۰۵ھ

قطعہ تاریخ صحت اعظم الدین خان بہادر

مدارالمہام ریاست رام پور

کرم گستر داغ جنرل بہادر ترا منصب و جاہ ثروت مبارک
شنیدم چو ایں مژدہ تاریخ گفتم مبارک ہر آئینہ صحت مبارک

۱۳۰۵ھ

تاریخ انتقال نواب دلاور النساء بیگم

جملہ نثر تاریخی۔ نواب دلاور النساء بیگم پاک دامن نے انتقال کیا

ایضاً"

قصر جنت میں ہوئیں زینت بخش بیگم رابعہ اوصاف و خصال
بہر تاریخ یہ کہہ دے اے داغ پنجشنبہ مہ ذی الحجہ سال

۱۳۰۵ھ

ایضاً"

شب پنجشنبہ کو ذی الحجہ میں یہ واقع ہوا واقعہ جس گھڑی
یہ تاریخ اس کی کہی داغ نے دلاور نسا طاعتی جنتی

۱۳۰۵ھ

قطعہ تاریخ انتقال آفتاب بیگم نور اللہ مرقدہ

بہشت بلو نصیب آفتاب بیگم را　　کزیں جہاں بجہان دگر خراماں شد
نوشت داغ جگر تفتہ مصرع تاریخ　　عجیب زیر زمیں آفتاب پنہاں شد

۱۳۰۵ھ

قطعہ تاریخ رحلت حضرت محمد عبدالنبی شاہ صاحب مجذوب قدس سرہ، واقع ہمکندہ ضلع ملک دکن

زہے درگہ فیض آثار و پرنور　　کہ ازماہی منور گشت تا ماہ
برائے چشم و دل وقت زیارت　　زعرش آید صدائے نور اللہ
دریں جا ہر کہ حاجت مند آمد　　مراد خویش حاصل کرد دل خواہ
بحق سورہ انا فتحنا　　چہ فتح الباب گشتہ باب درگاہ
بعہد میر محبوب علی خان　　شہ دیں دار و آصف جاہ ذیجاہ
بسعی کار پردازان دولت　　چہ خوش تعمیر شد الحمدللہ

بگو داغ ازسر اخلاص تاریخ
مزار اشرف عبدالنبی شاہ

۱۳۰۵ھ

تاریخ رحلت حضرت سید حسن رسول نما قدس سرہ العزیز

چو کحل خاک شود زیب دیدۂ بینا　　بعین عبد بود آشکار سر سما

۱۱۰۳ھ　　۱۱۰۳ھ

حبیب پاک بیں نور یثرب و بطحا   زقبر اطہر سید حسن رسول نما

١٣٠٣ھ   ١٣٠٣ھ

افکار داغ

١٣٠٧ھ

تاریخ طبع دیوان منشی اقبال حسین صاحب وکیل راجہ بیکانیر

عجب روح افزا و فرحت فزا ہے   بہادر سخن سے گلستان عاشق
تم اے داغ یہ اس کی تاریخ لکھ دو   تصانیف اقبال دیوان عاشق

١٣٠٧ھ

تاریخ طبع دیوان جناب نواب احمد علی خان بہادر رونق

سخن سنج نواب احمد علی خاں   سخن را کزو ہست سامان رونق
ہویدا شد اعجاز جادو طرازی   زگفتار رونق بدیوان رونق
ہمہ زیب معنی ہمہ معنی آرا   زہے رنگ رونق خہے شان رونق
چو پرسید از داغ تاریخ طبعش
بگفتہ شمیم گلستان رونق

١٣٠٧ھ

تاریخ مراجعت اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی از ہمکنڈہ

ہوئے زیب بلدہ جو شاہ دکن ملا دیدۂ و دل کو نور و سرور
کہو خیر مقدم کی تاریخ داغ ہمکنڈے سے آگئے اب حضور
۱۳۰۷ھ

قطعہ تہنیت تسمیہ خوانی شہزادہ والا تبار میر عثمان علی خان بہادر ولی عہد شاہ دکن

شہزادہ ہوا ہے زیب مکتب بجاں نہ ہو ثانی ولی عہد
سورۃ اقراء کی آج سن لی سلطان نے زبانی ولی عہد
اللہ کرے کہ شاہ دیکھے پیری و جوانی ولی عہد
اس رسم کی داغ تو بھی تاریخ لکھ تسمیہ خوانی ولی عہد
۱۳۰۷ھ

تاریخ وفات محمد تاج الدین خان صاحب شاہ جہان پوری سارجنٹ میجر افواج سرکار نظام دکن

جمعہ ثانی معہ شوال بود کز جہان شد آہ آن یکتائے عہد
داغ سال ارتحالش زد رقم بود تاج الدین خان دانائے عہد
۱۳۰۷ھ

دیگر

در مہ شوال روز جمعہ وائے زیں جہاں پدرود کرد آں نوجوان
داغ سال رحلت از ہاتف شنید دید تاج الدین خان حال جناں

۱۳۰۷ھ

قطعہ تاریخ تہنیت عید ذی الحجہ

میر محبوب علی خاں خسرو ملک دکن یا الٰہی خوش رہے صبح و مسا شام و پگاہ
عید ذی الحجہ کی یہ تاریخ لکھی داغ نے عید حج اسعد مبارک ہو شہہ گیتی پناہ

۱۳۰۷ھ

تاریخ سند یافتن فیض محمد خاں وکیل ساکن بلند شہر

چو فیض محمدؐ امتحاں دادیں بار بگرفت سند برائے کار سرکار
بنوشت دو تاریخ بیک مصرع داغ مختار جزو کل' وکیل مختار

۱۳۰۷ھ

قطعہ تاریخ دیوان جناب مولوی ممتاز احمد صاحب مقیم جوناگڑھ

بارک اللہ محلد احمدؐ کرد ممتاز چوں بصدق و یقیں
داغ تاریخ طبع دیوان گفت جلوہ پرداز نعت سرورؐ دیں

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت شہزادہ بلند اقبال
بادشاہ دکن طول عمرہ، و قدرہ

ولادت ہوئی شاہ زادے کی آج ۔۔۔ کہ جس سے ہوئے شاد سب خاص و عام
اسی دن کی سب مانگتے تھے دعا ۔۔۔ دعاگو ہیں اس کے دعا گو تمام
الٰہی یہ مولود مسعود ہو ۔۔۔ بحق محمدؐ علیہ السلام

یہ سال ولادت کی آئی ندا
کہ اے داغ لکھ دے، شبیہ نظام

۱۳۰۸ھ

تاریخ ہذا در نثر۔ مبارک باد سال گرہ مبارک
بندگان عالی آصف جاہ دام ملکہ

تبارک اللہ اب آئی یہ ساعت مسعود ۔۔۔ مبارک اے شہہ عالی تبار سال گرہ
سعید و فرخ و مسعود سعد و اسعد ہو ۔۔۔ حضور کو مرے پرور دگار سال گرہ
ہزاروں بار ہوں دربار جشن سلطانی ۔۔۔ ہزاروں بار ہو اے شہریار سال گرہ
شگفتہ غنچہ خاطر ہے باغ باغ ہے خلق ۔۔۔ ہوئی ہے باغ جہاں کی بہار سال گرہ
زمانہ آج کے دن فیض یاب ہوتا ہے ۔۔۔ کہ ہے زمانے میں یہ یادگار سال گرہ
کشود کار کا یہ دن ہے کیا تعجب ہے ۔۔۔ جو کھولے اب کے مری ماہوار سال گرہ

کہا ہے داغ دعاگو نے مصرع تاریخ
اسی روش سے ہوں اسی ہزار سال گرہ

۱۳۰۸ھ

تاریخ سرفرازی خطاب نواب داور الدولہ داور الملک داور جنگ داور مرزا علی خان بہادر

یہ سرافرازی مبارک زیب ہے باعزو شان — ساز گار آئے الٰہی متفق لیل و نہار
داغ نے زیبا کہا ہے سال اس بہبود کا — میرزا صاحب ملا ہے یہ خطاب یادگار

۱۳۰۸ھ

تاریخ سرفرازی خطاب نواب آصف نواز جنگ آصف نواز الدولہ آصف نواز الملک سید عبدالرزاق علی خان بہادر معتمد صرف خاص سرکار نظام دکن دام اقبالہ

اک خطاب آصف نواز الدولہ آج — شاہ نے بخشا نہایت انتخاب
دوسرا آصف نواز الملک بھی — جس کی قدر و منزل ہے بے حساب
ان خطابوں کے تھے شایاں آپ ہی — سید والا حسب عالی جناب
داغ نے تاریخ اس کی یہ کہی
معتمد صاحب ہوئے زیبا خطاب

تاریخ سرفرازی خطاب نواب انتصار جنگ وقار الدولہ وقار الملک مولوی مشتاق حسین خان بہادر

از انتصار جنگ بہادر وقار ملک — دایم وقار دولت و زیب و سادہ باد
تاریخ ایں عطائے خطابات داغ گفت — افزائش خطاب مبارک زیادہ بادہ

۱۳۰۸ھ

تاریخ صید افگنی حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی بادشاہ ملک دکن

میر محبوب علی خان خسرو آفاق کو — بخت اسکندر دل رستم دیا اللہ نے
داغ اس شیر افگنی کا سال اگر پوچھے کوئی — کہدے، اچھا شیر مارا شاہ آصف جاہ نے

۱۳۰۸ھ

ایضاً

رستم دوراں شہہ ملک دکن — کز نہیش شیر چرخ آمد ستوہ
کرد چوں شیر افگنی بنوشت داغ — بادشاہ شیر افگن با شکوہ

۱۳۰۸ھ

ولہ

ایک ہفتے کا ہے حساب شکار داغ کی تم زبان سے سن لو
کہی گنتی کی ایک ہی تاریخ شاہ آصف نے شیر مارے دو

۱۳۰۸ھ

قطعہ تاریخی ترتیب دیوان شہزادہ رحیم الدین حیا

طبع شہزادۂ رحیم الدین ہست کان ادا و جان حیا
کرد نواب قدر داں محمود تا ابد شہرۂ زبان حیا
زیب ترتیب دادہ جملہ کلام کہ بماند ازو نشان حیا
داغ بنوشت سال دیوانش
شلہد شوخی بیان حیا

۱۳۰۸ھ

ایضاً

خوشا توجہ نواب قدر دان محمود سخن کی قدر یہ ہے قدر کی بنا یہ ہے
کیا ہے جمع کلام حیا بسعی بلیغ کلام کیا ہے کہ معشوق دل ربا یہ ہے
کلام صاف پھر اس طرح کا فصیح و بلیغ کسی نے آنکھ سے دیکھا ہے دیکھنا یہ ہے
کہا ہے داغ نے سن لو یہ مصرع تاریخ
سخن طرازی شہزادہ حیا یہ ہے

۱۳۰۸ھ

قطعہ تاریخ تصنیف واسوخت منشی نجیب الدین صاحب نجیب ملازم ریاست کوروائے

نجیب الدین کیا کہتا تمہارا   بنا دلبر زمانے کا یہ واسوخت
ہے داغ نے تاریخ اس کی   ہوا جلنے جلانے کا یہ واسوخت

۱۳۰۸ھ

قطعہ تاریخ تقویم میر حیدر علی صاحب حیدر آبادی

کنوں حیدر علی استاد کامل   نوشتہ دور شمس و ماہ و اختر
گفتم مصرع تاریخ اے داغ   زہے نقش جہاں تقویم حیدر

۱۳۰۹ھ

تاریخ طبع دیوان مشفقی میر ضامن علی صاحب جلال

دیوان باندا ق سخن سنج طبع شد   یا رب رسد نوید بہر صاحب کمال
برجستہ گفت مصرع تاریخ طبع داغ   آہنگ طبع نازک ضامن علی جلال

۱۳۰۰ھ

قطعہ تاریخ تصنیف واسوخت منشی نجیب الدین صاحب نجیب ملازم ریاست کوروائے

الدین کیا کہنا تمہارا   بنا دلبر زمانے کا یہ واسوخت
ہے داغ نے تاریخ اس کی   ہوا جلنے جلانے کا یہ واسوخت

۱۳۰۸ھ

قطعہ تاریخ تقویم میر حیدر علی صاحب حیدر آبادی

کنوں حیدر علی استاد کامل   نوشتہ دور شمس و ماہ و اختر
بگفتم مصرع تاریخ اے داغ   زہے نقش جہاں تقویم حیدر

۱۳۰۹ھ

تاریخ طبع دیوان مشفقی میر ضامن علی صاحب جلال

دیوان باںداق سخن سنج طبع شد   یا رب رسد نوید بہر صاحب کمال
برجستہ گفت مصرع تاریخ طبع داغ   آہنگ طبع نازک ضامن علی جلال

۱۳۰۰ھ

قطعہ تاریخ رحلت طوبیٰ آشیان مرزا محمد سلطان فتح الملک شاہ فخر الدین ولی عہد بہادر گورگانی انار اللہ برہانہ

غم فتح ملک سلطان چہ بلائے جان و دل شد
دہدش مقام جنت زکرم کریم غفار
چوز داغ سال رحلت دل درد مند پرسید
بکشید آہ حسرت دو صد و دوازدہ بار

۱۲۷۳ھ

قطعہ تاریخ مقتول شدن جنرل محمد اعظم الدین خان بہادر جنرل ریاست رام پور

محمد اعظم الدین خان بہادر عظیم الشان معظم اعظم عصر
وزیر رام پور و جنرل فوج امیر باوقار و اکرم عصر
حکیم ماہر طرز زمانہ فہیم واقف کیف و کم عصر
سوم تاریخ ماہ صوم در شب بغفلت کشتہ شد آں ضیغم عصر
بعمر چہل و پنج افسوس افسوس رہائی یافت از قید غم عصر
عجب نبود اگر تا عرش اعلیٰ رسد فریاد اہل ماتم عصر
بفکر سال داغ از ہاتف غیب
ندا آمد مزار رستم عصر

۱۳۰۸ھ

تاریخ رحلت زمانی بیگم مرحومہ صبیہ محمد ابراہیم خان لمبردار لونی ضلع میرٹھ

گشت ایں حادثہ درماہ ربیع الثانی ۔۔۔ در دو شنبہ ،شمار آمدہ بست و چارم
سال مرحومہ و مغفورہ چنیں داغ نوشت ۔۔۔ کاملہ رفت بفردوس زمانی بیگم

۱۳۰۸ھ

برائے نواب محبوب یار جنگ بہادر نوشتہ شد

اے داغ آج دیدۂ جوہر شناس میں ۔۔۔ جو آبرو ہے بیش بہادر کے واسطے
اس سے زیادہ ہو سرو سامان و آب و تاب ۔۔۔ محبوب یار جنگ بہادر کے واسطے

تقریظ مثنوی ضیائے دکن مصنفہ مولوی سید باقر حسن خان صاحب المتخلص بہ ضیا معتمد مجلس عالیہ سرکار عالی

وہ عالی نسب میر باقر حسن ۔۔۔ وہ سید وہ آل شہہ ذوالمنن
وہ اولاد دستور شاہ جہاں ۔۔۔ مخاطب بہ نواب اسلام خان

وہ سرکار آصف میں ہیں باوقار
معزز مکرم بڑے عمدہ دار

عدالت کی مجلس میں ہیں معتمد
نہیں عدل و انصاف کی جن کی حد

طبیعت منور تخلص ضیا
کہیں جس کو کالشمس و بدر الدجی

وہ شیریں زباں اور شیریں مقال
کہ پانی بھرے جس کے آگے زلال

ہنرور ہنرمند کے جوہری
شفیق و کرم گستر داغ بھی

کہی مثنوی کیا عدیم المثال
محرم کے لنگر کا ہے جس میں حال

وہ چمکی جہاں میں ضیائے دکن
کہ ہر بیت سورج کی ہے اک کرن

یہ تاریخ بھی قابل دید ہے
اسی جام میں جام جمشید ہے

ہر اک سطر گیسوے دل دار ہے
ہر اک نقطہ خال رخ یار ہے

ضیائے دکن پر پڑے گر نگاہ
تو قربان ہوں روز و شب مہر و ماہ

بیاں صاف صاف اور ایسا متین
پھسلتا ہے جس پر دل سامعین

زباں وہ زباں جو فصاحت کی کان
بیاں وہ بیاں جو بلاغت کی جان

نہیں اس میں مضمون الجھے ہوئے
ہزاروں بکھیڑے ہیں سلجھے ہوئے

ہزاروں ہیں مضمون جدت کے ساتھ
الٰہی پھر ایسی فصاحت کے ساتھ

ہر اک لفظ بے ساختہ دل نشین
مگر پھر کوئی بے رعایت نہیں

مضامیں کی ایسی بندھی ہے لڑی
کہ ساون کی گویا لگی ہے جھڑی

مرصع وہ ترکیب الفاظ کی
کہ جیسے جواہر جڑے جوہری

پری بھی ہے حور خوش انداز بھی
یہ جادو بھی ہے اور اعجاز بھی

فسوں ساز ہے یہ ہر اک ڈھنگ میں
یہ ہے شعبدہ باز ہر رنگ میں

کوئی اس کا مصرع بگڑتا نہیں
حریفوں سے بھی اپنے لڑتا نہیں

ہر اک مصرع شوخ ایسا کہا
ادھر منہ سے نکلا ادھر دل میں تھا

کہیں کچھ کہیں کچھ کہیں کچھ ہے رنگ　　مگر ہے زباں کا وہی ایک ڈھنگ

سنو کیا کہا اور کیسا کہا　　بجا کر کہا سب سے جتنا کہا

گل اس پر ہے بلبل یہ ایسا ہے باغ　　چراغ اس کا پروانہ یہ وہ چراغ

طبیعت رواں ایسی دیکھی نہیں　　روانی میں رو ہے کہ رکتی نہیں

کہیں رستمی کر گئے رزم میں　　کہیں خسروی کر گئے بزم میں

جو ہے عیش کی شکل جنت کی ہے　　مصیبت بھی ہے تو قیامت کی ہے

نرالے مضامیں نئے رنگ ڈھنگ　　طبیعت عجب چلبلی شوخ و شنگ

چھلاوہ ہے بجلی ہے طبع رواں　　ابھی یہ یہاں تھی ابھی ہے وہاں

طبیعت کی طراریاں دیکھئے　　عمرو کی سی عیاریاں دیکھئے

کسی کو میسر یہ چستی نہیں　　نہیں اس کی بندش میں سستی نہیں

نزاکت میں گل سے بھی بڑھ کر ہے یہ　　رسائی میں بخت سکندر ہے یہ

بلندی میں ہے آسماں بلند　　منور مہ و مہر سے بھی دو چند

زباں سے ہے اطہر بیاں کی صفت　　بیاں سے ہے باہر زباں کی صفت

دل صاف سے آئینہ منفعل　　زباں پاک ایسی کہ مومن کا دل

سخن ور اگر قدر اس کی کریں　　ضیا کا دھن موتیوں سے بھریں

سزاوار اس کا نہیں ہر کوئی　　دکھائی تو دو شعر لکھ کر کوئی

جو کاغذ فلک کہکشاں ہو قلم　　سیاہی شب قیر کی ہو بہم

صفت اس کی لکھیں فرشتے اگر　　نہ پوری ہو توصیف المختصر

یہ کیوں کر نہ مطبوع و مرغوب ہو　　جب اس کے لئے عہد محبوب ہو

سلامت رہیں پادشاہ و وزیر　　رکھے جمع اہل ہنر بے نظیر

سنیں اس کی تاریخ اہل سخن

منور مبین ہے ضیائے دکن　　۱۳۰۸ھ

قطعہ تاریخ میلاد شریف مصنفہ وزیر الدین صاحب تحصیلدار

اللہ کرے قبول اس کو کیا خوب وزیر دیں نے لکھا
اے داغ یہ لکھ دے اس کی تاریخ
میلاد شریف خوب و زیبا

۱۳۰۹ھ

قطعہ مبارک باد جشن عید الفطر در مدح حضرت بندگان عالی حضور پر نور رستم دوران افلاطون زمان سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ السلطان ابن السلطان میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و دام اقبالہ

اے شہہ عالی ہمم، بادشہہ ذی حشم — تو ہے جہان کرم، تجھ سے جہاں فیض یاب
مالک ملک و سپاہ، خسرو گیتی پناہ — رستم دوراں نظام، آصف ثانی خطاب
بخت میں اقبال میں، جاہ میں اجلال میں — آپ ہی اپنا عدیل، آپ ہی اپنا جواب
آج تری نیکیاں، کس سے گنی جائیں گی — کل یہ مقرر ہوا، اس لئے روز حساب

بارش ابر کرم، جب سے ہوئی دمبدم — کون پریشان ہے، کس کی ہے مٹی خراب
مصلحت خاص اگر، صلح پہ ہو رہنموں — شیر و شکر ہو رہیں، رستم و افراسیاب
پر تو نور نظر، چھائے جو قطبین پر — ایک بنے آفتاب، ایک بنے ماہتاب
شیر فلک خوف سے، ماہی بے آب ہے — شہرۂ شیر افگنی، سن کے ہوا زہرہ آب
تو جو حمایت کرے، وہ ہو قوی ناتواں — باد مخالف سے بھی، سینہ سپر ہو حباب
شیوۂ حضرت نظام، ہے یہ پے انتظام — قہر و سیاست بدیر، رحم و عنایت شتاب
عہد میں تیرے ملے، راحت و عیش و سکوں — دھر کو پھر کیا کہیں، جب نہ رہے انقلاب
شہر ہے گلزاریوں، خلق ہی گلرنگ یوں — جیسے چمن در چمن، باغ میں پھولے گلاب
بلدہ کا اک اک مکان، امن میں دارالامان — شہر کی اک اک گلی، جادۂ راہ صواب
شاہ کے بدخواہ کو، گر نہ جلا کر ڈبوئے — بحر میں کیوں موج ہو، نار میں کیوں التہاب

ہاتھ سے دشمن کے گم، دولت دنیا ہو یوں — آ نہ سکے جس طرح، جا کے دوبارہ شباب
کثرت اولاد سے، پھولے پھلے بادشاہ — اے مرے رب کریم، ہو یہ دعا مستجاب
رزم میں ہو دل نواز، نعرۂ تکبیر و حمد — بزم میں ہو دلفریب، نغمہ چنگ و رباب
عید کا دربار ہے، ہوتے ہیں اکثر عطا — منصب و جاگیر و زر، خلعت و جاہ و خطاب
ایک زمانہ ہوا، آج ترقی پذیر — داغ ہوا خواہ بھی، ذرے سے ہو آفتاب
شاہ سلامت رہے، تا بقیامت رہے — عدل و سخاوت سے روز، لوٹے ہزاروں ثواب

جشن شہنشاہ کا، مصرع تاریخ ہے
عید مبارک تجھے، اے شہہ آصف جناب

۱۳۰۸ھ

قطعہ تاریخ مبارک باد ولادت باسعادت فرزند ارجمند نواب رفعت جنگ عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر اکبر بشیر الدولہ سر آسمان جاہ محمد مظہر الدین خان بہادر مدار المہام سرکار عالی

دیا آسماں جاہ کو حق نے بیٹا — یہ عالی نسب فخر ہے خانداں کا
اس اختر سے ہے برج اقبال روشن — یہ ہے روشنی بخش کون و مکاں کا
یہ بحر کرم کا در بے بہا ہے — یہ ہے پھول امید کے گلستاں کا
کھلا غنچہ آرزوئے خلایق — کھلا عقدۂ بخت پیر و جواں کا
ملے اس کو عمر ابد یا الٰہی — یہ لوٹے مزا عشرت جاوداں کا
پھلے پھولے یہ نونہال امارت — ترو تازہ جب ہے گلشن جہاں کا

جب اے داغ ہاتف سے تاریخ پوچھی
ندا آئی: خورشید ہے آسماں کا

۱۳۰۸ھ

قطعہ تاریخ سال گرہ مبارک حضرت بندگان عالی متعالی حضور پرنور دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ

محبوب علی خان شہہ ملک دکن کو — اللہ سلامت رکھے دنیا کی بقا تک

ہو عمر دراز اس شہہ والا کی الٰہی　　دیتے ہیں دعا پیر و جوان وزن و کودک
یہ روز وہ فیروز ہے وہ ساعت مسعود　　منضم ہے خوشی دل سے غم و رنج ہے منفک
دربار درر بار ہے سلطان دکن کا　　سب اہل حشم جمع ہیں فرزانہ وزیرک
گر دیکھتا جمشید بھی یہ جشن تو کہتا　　ایسا نہیں سامان میسر مجھے بے شک
دیکھا نہیں ایسا تو زمیں کو کبھی پرنور　　کرتا ہے فلک چشم کواکب سے یہ چشمک

ہاتف نے کہا داغ سے یہ مصرع تاریخ
سب نیک گھڑی سال گرہ جشن مبارک

۱۳۰۹ھ

ایضاً

وہ آج دن ہے مبارک وہ ساعت مسعود　　شہہ دکن کی ہوئی شاہوار سال گرہ
جہان کیوں نہ رہے منتظر یہ وہ دن ہے　　کہ جس کی آپ تھی امیدوار سال گرہ
کسی کی سرخ قبا ہے کوئی گلابی پوش　　دکھا رہی ہے یہ رنگیں بہار سال گرہ
خطاب و منصب و جاگیر آج ملتے ہیں　　ہوئی ہے باعث عز و وقار سال گرہ
زمیں سے تابہ فلک دھوم دھام ہے اس کی　　سعید تر ہو یہ پروردگار سال گرہ
مرے حضور کو یارب یونہی مبارک ہوں　　ہزار سال گرہ سنو ہزار سال گرہ

لکھی ملا کے سر الف داغ نے تاریخ
ہمیشہ شاہ کو ہو سازگار سال گرہ

۱۳۰۹ھ

قطعہ تاریخ صحت اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی حضور پرنور دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ

رہے شاہ دکن یا رب سلامت ضیا حاصل ہے جب تک مہر و مہ کو
لکھی یہ داغ نے تاریخ صحت مبارک دور صحت بادشاہ کو

۱۳۰۹ھ

ایضاً

مرے حضور الٰہی جئیں ہزار برس شفا سے جن کی سکوں ہے دل زمانہ کو
لکھا ہے داغ نے یہ سال صحت سلطان خدا نے دی ہے شفا عادل زمانہ کو

۱۳۰۹ھ

قطعہ تاریخ انتقال حکیم محمود خان دہلوی نور اللہ مرقدہ

خان محمود مسیحا دم لقماں حکمت رفت ازیں دار فنا از طلب رب ودود
داغ ایں مصرع تاریخ شنید از ہاتف جائے محمود شود خوب مقام محمود

۱۳۰۹ھ

قطعہ تاریخ شکار شیر افگنی اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی حضور پرنور دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ

سلطان دکن رستم دوران دلیر — ایسا ہے زبردست کرے شیر کو زیر
لکھا سر آغاز سے یہ داغ نے سال — بالفعل جہاں دار نے مارے دو شیر

۱۳۰۹ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت شاہ زادۂ نامور بلند اقبال طولعمرہ

شاہ زادے کی ولادت کا ہمایوں سال ہے — یا فروغ دیدہ لکھوں یا چراغ دو دماں
مجھ سے ہاتف نے کہا اے داغ یہ تاریخ لکھ — چاند سا بیٹا مبارک اے شہہ کیواں مکاں

۱۳۰۹ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت شاہزادہ دیگر طال اللہ عمرہ

چاند سا فرزند اور شاہ کو حق نے دیا — غلغلہ تہنیت چار طرف ہے کمال
رب کریم اس کو دے سایہ محبوب میں — بخت سکندر کی طرح، عمر خضر کی مثال
خسرو ملک دکن دیکھے بہار چمن — پھولے پھلے تا ابد عیش میں یہ نونہال
شاہ کا ہے فیض عام، ہیں متمول تمام — کوئی نہیں خستہ دل، کوئی نہیں خستہ حال

داغ دم فکر سال غیب سے آئی ندا
یہ کہو، پیدا ہوا اختر جاہ و جلال

۱۳۰۹ھ

قطعہ تاریخ نو تعمیر پنچ محلہ

شاہ محبوب کا مکان بنا غیرت قصر و قیصر فغفور
اس سے بہتر ہے اور کیا تاریخ کہہ دے اے داغؔ سیرگاہ حضور

۱۳۱۰ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان معزز

ہر کہ بیند ایں کلام نغز را گوید ہمیں وہ چہ خوش ترکیب الفاظ ست و انداز سخن
مصرع تاریخ ببعش گفت داغ دہلوی
چاپ دیوان معزز شد از اعزاز سخن

۱۳۰۹ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان خفی

واہ عصمت ماب کیا کہنا کیا ہی اچھی کہی ہے نعت نبیؐ
تپش دل کی آگ ہے اس میں اور اک لاگ ہے محبت کی
کیا فصیح و بلیغ ہے یہ کلام کہیں تمکیں ہے تو کہیں شوخی
جس طرح رنگ و گل ہوں نشہ و مل یوں ہے چسپیدہ لفظ سے معنی
بندش اچھی، زبان اچھی ہو یہی شعر و سخن کی ہے خوبی
رگ مجذوب ہے خط مسطر کاغذ اس کا ہے یا دل صوفی

ہے دوات اس کی یا ہے دیدۂ حور　　خامہ اس کا ہے یا ہے بال پری
حق تعالیٰ اسے کرے مقبول　　بطفیل محمدؐ عربی
طبع دیواں کا سال تو اے داغ
کہہ دے : مطبوع عشق پاک خفی

۱۳۱۰ھ

قطعہ تاریخ تعمیر مسجد حاجی جہانگیر بخش صاحب واقع کانپور

مسجد بنائی خوب. جہانگیر بخش نے　　حاجی کو بیت رب سے محبت جو ہے کمال
اللہ اکبر اس کی عمارت ہے وہ بلند　　پہنچے نہ جس کے طاق تک اندیشہ و خیال
فرزند پانچ اس کو خدا نے عطا کئے　　بابخت و جاہ و ظفر و عزت و جلال
مثل حواس خمسہ رہیں اتفاق سے　　مسجد میں پنج گانہ پڑھیں پانچوں نونہال
اے داغ گر زمانہ تاریخ کی ہے فکر
لکھ : کعبہ جدید جہانگیر بخش' سال

۱۳۱۰ھ

قطعہ تہنیت تسمیہ خوانی فرزند قاضی حسین میاں صاحب بہادر رئیس منگرول' ملک کاٹھیاوار

اے زہے شادمانی و شادی　　جس کو فرحت فزائے جان کہئے
اے زہے بزم انبساط و سرور　　جس کی خوبی جہاں جہاں کہئے

خوب شادی کا یہ منڈھا چھایا / نور کا جس کو آسماں لیئے
چتر اقبال کیجئے تحریر / ابر رحمت کا سائباں کہئے

تخت گلستاں اسے لکھیئے / چار مہتاب ہاں کہئے
یہ سلیماں کا تخت اور ستون / سبز پریاں ہیں بیگماں کہئے

لالہ کہئے ہر اک کنول کو اگر / چوب کو شاخ ارغواں کہئے
کیا کمانوں سے بھر گیا منگول / غیرت خانہ کمان کہئے

ابروؤں کی ہیں دو ہلال کی ایک / سو کمانیں ہیں یوں کہاں کہئے
ہر کمل میں ہے روشنی ایسی / جس کو ہمشکل کہکشاں کہئے

جلوۂ برق و مہر و مہ لکھیئے / اختر بخت خسرواں کہئے
فرحت افزا ہے ہر گلی کوچہ / غیرت کشت زعفراں کہئے

بدر دیں کی ہوئی ہے بسم اللہ / کہ جسے بدر آسماں کہئے
اس سے پوچھوں جو ہو بڑا سیاح / کہیں دیکھا ہے یہ سماں کہئے

آئے ہیں اپنا گھر سمجھ کے رئیس / مہمانوں کو میزباں کہئے
بٹ رہا ہے طعام کوسوں تک / وہیں موجود ہو جہاں کہئے

عطر بزم طرب کی خوشبو کو / نکہت گلشن جناں کہئے
بینڈ باجے کی ہے صدا دل کش / ایسے نغمے کو دل ستاں کہئے

رقص کرتی ہے چرخ پر زہرہ / اتر آئے ابھی یہاں کہئے
ایسے دربار کی صفت و ثناء / جلوداں سنئے جاوداں کہئے

اس کا چرچا کہاں کہاں کیجئے / یہ حکایت کہاں کہاں کہئے
یہی سنئے جو داستاں سنئے / یہی کہئے جو داستاں کہئے

میں کہے جاؤں یوں مبارک باد / دوست فرمائے جائیں ہاں کہئے

جلوہ گر ہیں یہاں حسین میاں جن کو خورشید آسماں کہئے

یہ ہے وہ میزبان خدا رکھے

داغ کو جس کا مہماں کہئے

ایضاً

ہم تجھے دیتے ہیں نوشاہ مبارک بادی کرے مقبول یہ اللہ مبارک بادی

دھوم سی دھوم ہے شہرت سی ہے شہرت اس کی پہنچی ماہی سے یہ تاماہ مبارک بادی

چہچہے بلبل گلشن کے سنے تو کوئی شادیانہ ہے کبھی گاہ مبارک بادی

تن پہ ہر مو ہو زباں اور زباں سے ہر وقت دوں تجھے نوشہ ذی جاہ مبارک بادی

آج شب گشت میں ہیں نغمہ سرا اہل طرب گاتے جاتے ہیں سر راہ مبارک بادی

تم کو اللہ کی درگہ سے ہو عیش نصیب دے ہر اک بندۂ درگاہ مبارک بادی

کیا تعجب ہے کہ گلشن میں چٹک کر غنچے گائیں بلبل کے جو ہمراہ مبارک بادی

وجد کیوں کر نہ کرے سن کر اسے اک عالم

داغ بے مثل ہے واللہ مبارک بادی

دیگر

مبارک ہو یہ سنت اور بسم اللہ کی شادی

وئی ہے آج بدر الدین رشک ماہ کی شادی

خوشی اس کی زمانے کو ہوئی ہے عید سے بڑھ کر

بڑے، ارمان کی ہے' آرزو کی' چاہ کی شادی

کرے اللہ عمر و دولت و اقبال روز افزوں
خدا وہ دن دکھائے لوگ دیکھیں بیاہ کی شادی

قیامت تک حسن نامور کا نام ہو یا رب
کہ جس نے خوب ہی دل کھول کر دل خواہ کی شادی

فلک پر زہرہ گائے شادیانہ قاف میں پریاں
زمیں سے آسماں تک ہو مرے نوشاہ کی شادی

دعا ہے داغ کی یہ رات دن ہر وقت ہر لحظہ
مبارک ہو تمہیں فرزند عالی جاہ کی شادی

مبارک باد ولادت باسعادت فرزند دل بند نواب رفعت جنگ

عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر اکبر بشیر الدولہ سر آسماں جاہ

محمد مظہر الدین خان بہادر مدار المہام سرکار عالی مدظلہ العالی

شادیاں روز ہوں سرکار مبارک تم کو — طالع فرخ و بیدار مبارک تم کو
آسماں جاہ تمہیں حق نے دیا ہے فرزند — ماہ اقبال کا دیدار مبارک تم کو
وہ دن اللہ کرے لائے دلہن یہ دولہا — وہ سہاگ اور ہو وہ پیار مبارک تم کو
بزم جشن و طرب و عیش ہمایوں ہو تمہیں — روز دربار گھر بار مبارک تم کو
صد وی سال رہے گلبن باغ اقبال — پھلا پھولا ہوا گلزار مبارک تم کو
تم سلامت رہو اللہ سلامت رکھے — اور فرزند پرانوار مبارک تم کو

داغ مداح یہ دیتا ہے مبارک بادی
تہنیت نامے کے اشعار مبارک تم کو

بتقریب شادی مرزا سراج الدین احمد خان صاحب نبیرۂ نواب ضیاء الدین احمد خان بہادر انار اللہ برہانہ

جوہری لایا ادھر لائی ہے مالن سہرا
ملیہ کان گہر حاصل گلشن سہرا

ہو مبارک تجھے نوشاہ سراج الدین خاں
دے رہا ہے رخ پرنور یہ جوبن سہرا

مردم دیدہ کو بھی تاب نظارہ نہ رہی
دیکھیں مژگاں کی نہ کیوں ڈال کے چلمن سہرا

اس رسائی سے بڑھی عمر گل و گوہر کی
آگیا ہے جو ترے تا سر دامن سہرا

ہر لڑی گوہر و یاقوت زمرد کی گندھی
چشم بد دور جواہر کا ہے معدن سہرا

شجر طور کے کیا پھول گندھے ہیں اس میں
ہم نے دیکھا نہیں اس طرح کا روشن سہرا

سب نے جانا کہ یہ چلتا ہے زمیں پر خورشید
رخ نوشہ سے جو سر کا سر توسن سہرا

حور کو بھی یہ تمنا ہے کہ مالن بنتی
اس میں یہ شرط ہے گوندھے گی سہاگن سہرا

پھر دیئے داغ نے گلہائے مضامیں اس میں
کیا عجب گائے اگر بلبل گلشن سہرا

دیگر

تا ہے نوشہ ذی شاں کا سہرا
سراج الدین احمد خاں کا سہرا

سر نوشاہ پہ ہے تاج اقبال
یہ شاہانہ سرو سلطاں کا سہرا

یہ ہے چشم تماشائی کی حسرت کہ بن جائے مری مژگاں کا سہرا
نہیں پھولا سماتا آپ میں آج خوشی سے یہ گل خنداں کا سہرا
ہوا مقیش کے سہرے سے ظاہر شعار نیر رخشاں کا سہرا
رخ نوشاہ پرنور علیٰ نور سجا ہے گوہر غلطاں کا سہرا
ثریا طرہ بدھی کہکشاں ہے منور اختر تاباں کا سہرا
مبارک سب عزیزوں کو الٰہی بڑی چاہت بڑی ارماں کا سہرا
نہ کہتا داغ تو پھر کون کہتا
نہال باغ عارف خاں کا سہرا

سہرا

بتقریب شادی نواب محمد ممتاز حسین خان

بہادر دام اقبالہ رئیس پاٹودی

عید آئی ہے کہ آئی ہے گھڑی سہرے کی
کیا گلے ملتی ہے ایک ایک لڑی سہرے کی
خان ممتاز حسین آج بنا ہے دولہا
ہو گئی اس لئے توقیر بڑی سہرے کی
موئے کاکل، رگ دل، رشتہ جاں، تار نظر
سب کو حسرت ہے بنیں آج لڑی سہرے کی
جوہری کو ہے جو دعویٰ تو ہے مالن کو بھی ناز
گفتگو ہو گئی آپس میں کڑی سہرے کی

کیا عجب لے رخ نوشہ کی بلائیں چٹ چٹ
بن کے انگشت جو ہر ایک لڑی سہرے کی

مٹ گئی تاب قمر تاب گہر کے آگے
چاندنی رات میں جب جوت پڑی سہرے

نظر بد نہ پڑے تاکہ رخ نوشہ پر
ہو گئی بیچ میں دیوار کھڑی سہرے کی

ہے فزوں کان جواہر سے جواہر خانہ
نہیں رہنے کی کسی طرح اڑی سہرے کی

گل نے بلبل سے کہا نغمہ شادی سن کر
منہ ہے چھوٹا سا ترا بات بڑی سہرے کی

ہے دعا داغ کی' نواب کی ہو عمر دراز
سب عزیزوں کو مبارک ہو گھڑی سہرے کی

دیگر

مبارک ہو نوشہ کو زیبا ہے سہرا — یہ دولہا ہے دولہا یہ سہرا ہے سہرا
نہیں پھول پھولے سماتے خوشی سے — کہ مشکل سے مالن نے گوندھا ہے سہرا
یہ کہتی ہیں کھل کھل کے پھولوں کی کلیاں — ہمیں فخر ہے یہ ہمارا ہے سہرا
گہر، لعل و یاقوت ہیرا زمرد — جواہر لگا کر سجایا ہے سہرا
کرن سے جو سورج کی اس کو ملایا — فرشتے پکار اٹھے اچھا ہے سہرا
دکھاتی ہیں لڑیاں بھی لہرا کے موجیں — عجب آب گوہر سے دریا ہے سہرا
ہوا شمع کا نور کافور کیسا — مگر روئے نوشہ سے سرکا ہے سہرا

خط کہکشاں سے جو بالا ہے بدھی تو عقد ثریا پہ طرلا ہے سہرا
تمنا ہے نوشاہ کے پاؤں چومے کہ قدموں سے لپٹا ہی جاتا ہے سہرا
پھلے پھولے نواب ممتاز یا رب یہ ممتاز ممتاز اس کا سہرا
ہر اختر بنا روزن در فلک پر یہ ہے تاک حوروں کو کیسا ہے سہرا

یہ کہتا ہے اے داغ جوش محبت
تمہارا ہی حق تھا جو لکھا ہے سہرا

قصیدہ مدحیہ حضرت بندگان عالی متعالی حضور پرنور رستم دوراں افلاطون زماں سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ و دام اقبالہ

میں ہوا بادیہ پیما طرف ملک دکن سرمہ چشم غزالاں ہوئی گرد دامن
نازنینوں کی کمر بید کی شاخ لرزاں موجہ ریگ رواں زلف پریشاں کی شکن
بستر قاقم و سنجاب بنا سبزۂ دشت تکیہ مخمل و کمخواب ہر اک خشت کہن
قطرۂ شبنم ہر خار سے گوہر بے آب زرد رو لالہ کہسار سے ہر لعل یمن
شاخ آہو پہ گماں پیچ و خم کاکل کا سبزۂ دشت میں ہے سبزۂ نو خط کی پھبن
ذرے ذرے سے نمودار فروغ انجم جلوے جلوے سے عیاں کلہ کشاں کا جوبن
دیکھے کوسوں سے مسافر کہ یہ آئی منزل صبح صادق کی طرح شام غریبی روشن

خاک اس دشت میں اڑتی ہے کہ اڑتا ہے عبیر
آگے اس خاک کے مٹی اثر مشک ختن

قوت نامیہ اس جوش پہ اللہ اللہ
دانہ موتی کا جو بوئیں تو ہو خرمن خرمن

چوکڑی بھولے جو اس دشت کی سونگھے خوشبو
کہ یہاں آہوئے تاتار کا ہو نشہ ہرن

خار صحرا اسے انگلی کے اشارے سے بتائے
راہ بھولے جو مسافر کوئی آوارہ وطن

دیدۂ غول بیاباں نے جلائی مشعل
ہر بگولے سے عیاں رقص بت نسریں تن

زندہ رہتا ہے تن عابد مرتاض کی شکل
خشک ہو کر بھی بیاباں میں ہیں یاں نخل کہن

شجر طور کے مانند منور ہر نخل
مل گیا کیا کہیں اس دشت سے دشت ایمن

آسماں سبز قدم ہوکے بنا سبز اختر
عکس افگن جو ہوا سبزۂ کہسار و دمن

ندیاں کوہ کی ہیں رشک وہ جوئے شیر
جن سے پھیکی پڑی فردوس کی بھی نہر لبن

موجیں کرتی ہوئی پھرتی ہے صبا مثل نسیم
لہلہاتے ہوئے سبزے کا نرالا جوبن

حوریں پانی بھریں پنگھٹ کا جو دیکھیں جمگھٹ
ہے اس انداز کا ہر ایک بت سیمیں تن

ایسے جھرمٹ کئے باہم ہیں ثریا تمثال
کہ زمیں پر نظر آنے لگے پروین و پرن

اشہب خامہ چالاک کی پھرتی ہے عناں
صفت دشت و جبل سے طرف شہر و چمن

قوت باصرہ و شامہ تم کو ہو نوید
باغ کی مدح میں گل کھلتے ہیں گلشن گلشن

مطلع ثانی

وہ طراوت کا اثر ہے کہ دم سیر چمن
پانی دینے لگے یوسف کا یہاں چاہ ذقن

برگ برگ گل و گلزار یہاں تک پھیلا
جس سے کوتاہ ہے گلچیں کا سراسر دامن

لالہ و گل نے جو پہنی ہے قبائے رنگیں
دیتی ہے خلعت نو روز بہار گلشن

قلقل شیشہ کی آواز ہے بستاں بستاں
توبہ مے پہ تقاضا ہے کہ .شکن .شکن

نو عروسان چمن مست ہوئے ہیں کیا کیا
کھینچتی ہے کمر سرو کو بھی شاخ سمن

وہ رطوبت کا اثر ہے کہ چمن میں خورشید
گوہر شبنم شاداب سے بھر لے دامن

بویئے تخم محبت کو تو پیدا ہو وفا
ڈالئے پرتو رخ کو تو اگے سیب ذقن

لائے گر فصل خزاں کو فلک نیلی رنگہ
نیلی پیلی ہو غضب دیکھ کے اس کو سوسن

پر پروانہ جھلے پھولوں کا پنکھا ایسا
کہ مٹے شمع کے بھی دل کی لگن دل کی جلن

کیا عجب پہنچے وہاں تک اثر فیض بہار
فلس ماہی بھی کھلیں صورت گلہائے چمن

گر یونہیں فصل بہاری کو رہا جوش عروج
شاخ طوبیٰ میں عجب کیا ہے کھلے نسترون

کس طرح دست حنائی نہ کرے نخل چنار
تیغ اردی سے بہا پھرتا ہے خون بہمن

شہر اس شہر کا ہے نام یہی بلدہ ہے
فخر کلکتہ و مدراس، نظیر لندن

ثانی خلد و ارم، بانی تزئین و حشم
روکش چین و ختن غیرت بغداد و عدن

چھپ گئے سقف فلک یوں نہ ایوان بلند
تشتری ڈھانک دے جس طرح کوئی زیر لگن

روشنی ایسی جواہر کی دکانوں میں عیاں
جن کے نظارے سے ہو چشم تمنا روشن

ایسے عشرت کدے میں کیوں نہ ہو خلقت دلشاد
ایسے مامن میں نہ کیوں کر ہو زمانہ ایمن

شحنہ عدل کا وہ خوف ہے بازاروں میں
نہیں ممکن کہ جو برتن سے بھی کھڑکے برتن

ہاتھ باندھے ہوئے پھرتے ہیں یہاں دست دراز
لب سے رہتے ہیں بیہودہ سرا وقت سخن

ذی خرد اتنے ہیں ذی فہم ہیں اتنے کہ یہاں
کیا قباحت ہے اگر ما کی جگہ بولئے من

ناظم و ناثر و فرزانہ و دانا و ادیب
عالم و عاقل و علامہ ہر اک ماہر فن

حیدر آباد کا بجتا ہے جہاں میں ڈنکا
نوبتیں کیوں نہ بجیں دھوم سے بلون بلون

طفل مکتب بھی پڑھاتا ہے فلاطوں کو سبق
خلق ہوتا نہیں اس شہر میں کوئی کودن

حیدر آباد سے کیوں جائے کہیں عیش ابد
خوشتر از ملک سلیمان نہ ہو کیوں حب وطن

دشت و کوہ و چمن و شہر کی مداحی ہے — ایسی تشبیب کو زیبا ہے کہیں چار چمن
چمن آرائے دکن خسرو فیاض و جواد — جس نے شاداب کیا آب کرم سے یہ چمن

مدح میں اس کی پڑھوں مطلع رنگیں ایسا
جس سے اے داغ ہو شرمندہ بہار گلشن

مطلع ثالث

خسرو و تیر فگن، تیغ فگن، شیر فگن — میر محبوب علی خاں ملک ملک دکن
داد گر داد دہ و داد رس و داد رساں — فخر دیں، فخر نگیں، فخر زماں، فخر زمن
پاک دل، پاک نفس، پاک نظر، پاک نہاد — نیک خو، نیک سیر، نیک روش، نیک چلن
قدر داں، قدر کن و قدر فزا، قدر شناس — حاکم علم و عمل، بادشاہ فہم و فطن
آفتاب شرف و اوج مہ عز و علا — شمع کاشانہ دیں، اختر بخت روشن
قاطع بغض و حسد، قامع بیداد و ستم — بانی عیش و طرب، ماحی آلام و حزن
مجمع جود و سخا، مصدر الطاف و عطا — معدن حلم و حیا، مخزن اوصاف حسن
صاحب جاہ و حشم، وارث دیہیم و سریر — مالک سیف و قلم ظل قدیر ذوالمن

تیرے انوار کا پرتو ہے کہ ہے پرتو مہر — تیرے اخلاق کی خوشبو ہے کہ خوشبوئے چمن
ہاتھ ڈالا محالات میں بخشش نے تری — کہ سکے کون عطا کو ترے ممتنع اممکن
وہ گہر بار ترا دست کرم ہے شہا — آگے اس فیض کے پانی بھرے بھادوں کی بھرن
ھن برستی ہے دکن میں یہ مثل ہے مشہور — تو نے برسائے گہر فیض سے معدن معدن
فیض ہے کوہ و بیاباں کو بھی ہنگام نثار — لیتے ہیں لعل و گہر دونوں بچھا کر دامن
کوئی سختی کرے اس عہد میں کیا ممکن ہے — موم سے بڑھ کے ہوا نرم مزاج آہن

عہد میں تیرے جو معدوم ہے کیا ہے یہ ہے
کلوش و کینہ و آزار و غم و رنج و محن

جود سلطاں سے وہ ممنوع ہوئے طرز سوال
زخم پھیلائے جو دامن تو بنے تر دامن

وہ بھی چھپ چھپ کے یہاں دیکھتا ہے اپنی موت
زخم میں ٹانکے ہیں یا درد کے در پر چلمن

حکمت آموز فلاطوں ہے تری عقل سلیم
بات پختہ ہے تری' رائے تری مستحسن

ریشہ بیخ زقوم اس کو بتاتی ہے زمیں
تیرے اعدا کا نہ بے کار گیا تار کفن

آتش قہر سے رستم کا بھی ہو زہرہ آب
شمع کی طرح سے گھل جائے تن روئیں تن

تیرے مداح ہیں سب اہل نظر اہل کمال
آنکھ میں گھر ہے ترا تو ہے زباں پر مسکن

سوزبانیں گل صد برگ سے لے قرض ہزار
تو کرے لاکھ طرح سے وہ تری مدح سخن

ہیں ترے عہد عدالت میں شکستہ احوال
دل شکن' عہد شکن' توبہ شکن' روزہ شکن

بت کدوں میں ہے یہ ماتم تری دیں داری سے
بانگ ناقوس پہ ہوتا ہے یقیں شیون

جھریاں پڑ گئیں آخر کو رخ توبہ پر
عصمتی اس کو سمجھتے ہیں جو تھے توبہ شکن

منہ چڑھے کون تری تیغ کے یہ کوہ شگاف
سر شکن' صف شکن' آہن شکن' البرز شکن

ایک ہی وار میں تلوار کرے دو ٹکڑے
مغفر و بکتر و چار آئینہ' خفتاں' جوشن

اتنی حاصل ترے اعدا کو سبک دوشی ہے
تیری تلوار اڑا دیتی ہے تن سے گردن

تعریف اسپ

کیا ترے اسپ پری وش کی کروں میں تعریف
خوب ہے خوب' خوش اسلوب' سراسر ہمہ تن

سینہ چوڑا ہے' تلی چوڑی ہے' سم چوڑے ہیں
جتنی چھوٹی ہے کمر' اتنی بڑی ہے گردن

یال' دم' پاؤں' شکم' کلن' کنوتی' پتھے
ڈھل گئے حسن کے سانچے میں سب اعضائے بدن

جست میں برق ہے' اڑنے میں پری' گشت میں چرخ
پھر سبک رو صفت بوئے بہار گلشن

نہ بندھے اسپ فلک سیر فلک سے ہرگز　　گر بنے قوس قزح اس کی پچھاڑی کی رسن
اللہ اللہ رے اس تیز روی کی تاثیر　　نام لے اس کا تو ہو صاف زبان الکن

اتنی سرعت سے نہ ہرگز خبر آتی جاتی
تار برقی میں ہے آمیزش نعل توسن

صفت فیل

فلک آسا وہ ترا فیل کہ جس کے آگے　　ریزۂ سنگ و خزف سے ہیں سبک کوہ و دمن
ہیں ترے فیل کے دانتوں پہ سنہری چوڑے　　یا سر طور پہ کافور کی شمعیں روشن
یوں سر فیل سیہ زرد عماری تاباں　　شب کو جس طرح سے ہو چرخ پہ مہ جلوہ فگن
ڈر کے رکھتا ہے قدم برج اسد میں خورشید　　دیکھ کر فیل شکاری کو ترے شیر فگن
طمطراق اور تری فوج کا وہ زرق و برق　　لیس ہر طرح سے ہر ایک رسالہ پلٹن
دکنی و عربی' کابلی و پنجابی　　ہر سپاہی ترے لشکر کا ہے رشک بیژن
داغ مداح و ثنا خوان و ستائش پیرا　　اس دعا پر تری کرتا ہے بس اب ختم سخن
جب تک آفاق میں ہو دولت و ثروت کی نمود　　جب تک افلاک پہ ہوں اختر و انجم روشن
جب تک انداز پہ ہے حسن و جمال دل کش　　جب تک اظہار پہ ہے رنگ گل نسترون
جب تک آوازۂ اقبال ہو آویزۂ گوش　　جب تک اندازۂ عشرت ہو بانداز حسن
جب تک انجام کو پہنچے فلک پیر کی عمر　　جب تک آفت سے ہوں محفوظ زمیں اور زمن
جب تک اسلام کا ہے نام جہاں میں قائم　　جب تک اس نام سے آباد ہے یہ دار کہن
بلبلیں شیفتہ جب تک ہوں بہار گل پر　　اور پروانہ نثار سر شمع روشن
حسن معشوق میں جب تک ہو کمال تاثیر　　دل عاشق میں کھبی جاتی ہو تیکھی چتون
تو سلامت رہے آباد رہے شاد رہے　　زار ہو' خوار ہو' ناچار ہو' تیرا دشمن

تیری اولاد کی کثرت ہو تری نسل سے یوں　　جیسے اک دانے سے پیدا ہوں ہزاروں خرمن

سرخ رو داغ ہو یوں فضل کرم سے تیرے
پر تو مہر سے جس طرح بنے لعل یمن

قطعہ مدحیہ در تہنیت عید الفطر بنام حضرت بندگان عالی متعالی رستم دوران افلاطون زماں سپہ سالار ظفر الممالک فتح جنگ نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ و اقبالہ

آج وہ روز مبارک ہے وہ ہے، یوم سعید
کہ گلے ملتی ہے خود شاہ کے اقبال سے عید

دھوم سی دھوم خوشی سی ہے خوشی چار طرف
شگفتن مئے گلگوں کی بر آئی امید

آج مے خانہ پہ رندوں کی چڑھائی دیکھو
توڑ ڈالیں نہ کہیں مے کدے کی سد سدید

آج یوں قفل در مے کدہ وا ہوتا ہے
دست زاہد میں عوض پیر مغاں کے ہے کلید

آج وہ دن ہے کہ پیتے ہیں اسے مے آشام
کی ہے دو چار برس پہلے جو ساقی نے کشید

ہاں پیو بادہ کشو دیکھیں تو کتنا دم ہے
خود ہے ساقی کی طرف سے یہی تاکید اکید

تلخی بادہ ہے وہ آج کے دن لذت بخش
ہونٹ چاٹا کرے اک گھونٹ جو پی لے جمشید

زاہد خشک کے منہ میں بھی بھر آئے پانی
دست ساقی میں بھرا دیکھے اگر جام نبید

حسن میں تلتے ہیں یوں ڈال کے جھولا مہ وش
جس طرح برج میں میزاں کے فلک پر ناہید

اعتدال آب و ہوا کا ہے عجب روح افزا
زہر بھولے سے کوئی کھائے تو وہ بھی ہو مفید

ذہن کیا کند ہو ہوتے نہیں ہتیار بھی کند
مثل یوناں نہیں بلدے میں کوئی شخص بلید

خبث نفس اہل دکن میں نہ رہا نام کو بھی
نہ ملے بھر دوا ڈھونڈیے گر خبث حدید

نبض خورشید میں پائے جو حرارت تو فلک
تخم سے قطرۂ شبنم کے بنائے تبرید

دیدنی ہے یہ بہار چمن بو قلموں
دیدۂ دل سے کرے غور جو ہو فرصت دید

چمن دہر میں سو بار خزاں آئے تو کیا
نہ ہو پژمردہ و افسردہ گل وصف حمید

جو ہے بیگانہ تعلق سے یگانہ ہے وہی
کہ عجب شے ہے زمانے میں تفرد تفرید

نیک و بد کا ہو ہر اک بات میں انساں کو خیال
دوست سے وعدۂ واثق ہو تو دشمن سے وعید

وہی شہ زور رہا جس نے دبایا اس کو
نفس سرکش کو سمجھے کہ یہ ہے دیو مرید

بس خبردار ہو اے داغ ذرا ہوش میں آ
پند عطار کی اس مدح میں کیسی تقلید

دیدہ و دل سے اٹھا پردۂ غفلت غافل
دیکھ سامان شہانہ کہ یہ ہے قابل دید

آج دربار، گھر بار شہہ والا ہے
چھائی ہے کیا در و دیوار پہ دربار میں عید

ہوش آتے ہی یہ مطلع مرے لب پر آیا
کی فرشتوں نے بھی مضمون کی جس کے تائید

مطلع ثانی

جشن آراستہ شاہ کی مدت ہے مدید
کیا عجب دیکھے اگر جی کے دوبارہ جمشید

شاہ وہ شاہ سلیماںؑ حشم و آصف جاہ
شاہ وہ شاہ فریدوں فر و ضحاک عبید

صاحب بخت خوش و فرخ و فیروز و سعید۔
میر محبوب علی خان شہ یکتا و وحید

غصہ و قہر ہے کم، سہو و خطا اس سے بھی کم
رحم و الطاف فزوں، داد و دہش اس سے مزید

گم ہوا عہد عدالت میں تشدد ایسا
نہ لکھیں رسم کتابت میں بھی کاتب تشدید

وقت انصاف کرے تھوڑی خطا پر بھی نظر
وقت الطاف و کرم عفو کرے جرم شدید

سیدھے ہو جاتے ہیں اس عہد میں بانکے ترچھے
کہیں مٹ جائے نہ ابروئے حسیناں کی کشید

شمع اقبال سے یوں چہرۂ زیبا روشن
جیسے والشمس کی تفسیر سے قرآن مجید

تیرہ باطن نظر آئے نہ کوئی کور سواد
دل کی قندیل میں روشن ہے چراغ امید

حیدر آباد رہے شاہ کے دم سے آباد
جس سے ہے صورت اسلام نمودار و پدید

مسجدوں میں ہے یہاں شور اذان و تکبیر
خانقاہوں میں یہاں سلسلہ حمد حمید

کہیں تعلیم و تعلم ہے بدرس و تدریس
کہیں قرآن کی تلاوت ہے بحسن تجوید

ہے کہیں تذکرۂ عینیت ذات و صفات
ہے کہیں مشغلہ ذکر شہود و توحید

کیوں نہ ہو محکم و مضبوط بنائے اسلام
شاہ دیں دار کو ہر دم ہے لحاظ تشید

مدح حاضر میں پڑھوں مطلع روشن ایسا
کہ چمک جائے مرا بخت بھی مثل خورشید

مطلع ثالث

یوں سلاطین دکن میں ہے ترا دور سعید — جس طرح سارے مہینوں میں مبارک مہ عید
چار آنکھیں ہیں زمانے کی زمانے میں ترے — چشم لطف ایک بڑھی ایک بڑھی چشم امید
مان جاتے ہیں تری رائے جہان آرا کو — اہل تفہیم میں ہوتی ہے جہاں گفت و شنید
یوں تری رائے کے پیرو ہیں تمام اہل خرد — جس طرح اہل تسنن ہیں سب اہل تقلید
دس سے دس لاکھ جو بن جائیں عقول عشرہ — کر سکیں وہ نہ تری رائے کی ہرگز تردید
ہو گیا تیرے زمانے میں فلک کم آزار — درد ہوتا نہیں عشاق کے دل میں بھی شدید
چرخ کانپ اٹھے 'لرز جائے زمیں دہشت سے — الاماں وقت سیاست جو کرے تو تہدید
رسیاں باندھ کے رکھے جو عدو اپنی عمر — تو بھی ہرگز نہ بنے حبل متیں حبل ورید

تیرے بدخواہ کو دولت بھی اگر حاصل ہو
جب بھی مردود ہو ملعون ہو مانند یزید

قطعہ

آج وہ طنطنہ و دبدبہ شاہی ہے — یوں فقرو ہوں ترے نام سے بدخواہ عبید
سن کے لاحول ولا قوت الا باللہ — جس طرح بھاگ کے فی النار ہو شیطان پلید
تیرے بدخواہ تہی دست ازل ایسے ہیں — گنجفے میں بھی حریفوں کو نہ ہرگز ہو رسید

تیری تلوار بھی مقراض اجل ہے گویا
جامہ ہستی اعدا کی کرے قطع و برید

در صفت اسپ

ہو بھی جائے جو سواری میں ترے اسپ سے شرط
پیچھے مڑ مڑ کے کرے باد صبا پر تاکید
چھو سکے دامن زیں کو نہ کبھی دست خیال
طے کرے مشرق و مغرب کی وہ یوں راہ بعید

قطعہ

جس زمیں پر ترے گھوڑے کا قدم پڑتا ہے
چاٹ لے خاک وہاں کی جو کوئی پیک و برید
اس کی تاثیر سے وہ تیز روی حاصل ہو
برق و صرصر سے بھی ممکن نہیں جس کی تقلید
ابلق لیل و نہار اور بھی جوبن لایا
تیرے اصطبل میں جاری ہوئی جس وقت خرید
خلد سے باہر اسی واسطے گندم نکلا
ملتی رہتی ہے طویلے میں جو گھوڑوں کو خوید

در صفت فیل

فیل خانے میں ترے جمع ہیں عالم کے پہاڑ
ایک اک فیل زمیں پر ہے مگر چرخ جدید

اک مہرے میں اڑا دے وہ اسے صورت کاہ
گر مقابل میں ترے فیل کے ہو کوہ حدید

تیری سرکار سے کوئی نہیں جاتا محروم
تیرے دربار سے کوئی نہیں پھرتا نومید

حد اوصاف اگر ہو تو کرے حصر کوئی
میرے امکان سے باہر ہیں ترے وصف حمید

روز نو روز ہو، ہر شب ہو شب عیش و نشاط
رات دن جشن ہوں فرخندہ و فیروز و سعید

دل عارف میں ہوں اسرار نہانی جب تک
تیرے چہرے سے ہوں اقبال کے آثار پدید

تجھ سے عشرت کو بھی ہر وقت ہو عشرت حاصل
تجھ سے امید کی ہر لحظہ بر آئے امید

تو رہے تابہ ابد نامور و نام آور
تیری اولاد ہو سب صاحب اقبال و سعید

قصیدہ در مدح حضرت بندگان عالی متعالی حضور پر نور رستم دوراں افلاطون زماں سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

کیا جواں بخت و جواں سال ہوا ہے عالم
فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم

ہو گئی فصل بہاری میں بھی اب کے برسات
جوش سے ابر بہاراں کے ہوا یہ عالم

چرخ پر چھائی ہیں اس طرح گھٹائیں کالی
جس طرح ہوں رخ معشوق پہ زلفیں برہم

ہے یہ ابر میں اس روپ پہ بگلوں کی قطار
انجم کاہ کشاں کی ہو لڑی جیسے بہم

گرد افلاس کو بھی ابر کرم دھوتا ہے
تار بارش میں ہے موتی کی لڑی کا عالم

جوش پر رحمت باری ہے تعجب کیا ہے
چاہ بابل کا دھواں بھی جو بنے ابر کرم

کہیں بادل کی گرج ہے کہیں بجلی کی کڑک
کہیں بوندوں کی پھواریں کہیں برسے چھم چھم

نعرۂ مست کا بادل کی گرج میں انداز
نگہ شوخ کا بجلی کی تڑپ میں عالم

ابرنیساں سے ہوئی ایسی تری خشکی میں
گائیں دیپک تو اٹھے شعلے کی جا موجہ یم

آب شمشیر میں جوہر ہے بشکل ماہی
آب آئینہ میں غواص ہے عکس آدم

پسلیاں اب نہیں دریا کی دکھائی دیتیں
خوب تن تن کے رواں ہونے لگے موجہ یم

کیا جواں بخت و جواں سال ہوا ہے عالم
فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم

ہو گئی فصل بہاری میں بھی اب کے برسات
جوش سے ابر بہاراں کے ہوا یہ عالم

چرخ پر چھائی ہیں اس طرح گھٹائیں کالی
جس طرح ہوں رخ معشوق پہ زلفیں برہم

ہے یہ ابر میں اس روپ پہ بگلوں کی قطار
انجم کاہ کشاں کی ہو لڑی جیسے بہم

گرد افلاس کو بھی ابر کرم دھوتا ہے
تار بارش میں ہے موتی کی لڑی کا عالم

جوش پر رحمت باری ہے تعجب کیا ہے
چاہ بابل کا دھواں بھی جو بنے ابر کرم

کہیں بادل کی گرج ہے کہیں بجلی کی کڑک
کہیں بوندوں کی پھواریں کہیں برسے چھم چھم

نعرۂ مست کا بادل کی گرج میں انداز
نگہ شوخ کا بجلی کی تڑپ میں عالم

ابر نیساں سے ہوئی ایسی تری خشکی میں
گائیں دیپک تو اٹھے شعلے کی جا موجہ یم

آب شمشیر میں جوہر ہے بشکل ماہی
آب آئینہ میں غواص ہے عکس آدم

پسلیاں اب نہیں دریا کی دکھائی دیتیں
خوب تن تن کے رواں ہونے لگے موجہ یم

کشتیوں میں کہیں جلسے ہیں چڑھے دریا کے
ہو رہی ہیں کہیں تیراکوں میں شرطیں باہم

قوت نامیہ ایسی ہے تو کچھ دور نہیں
دوڑیں اٹھ اٹھ کے زمیں پر سے اگر نقش قدم

اس کے خرطوم کا مضمون درازی نہ بندھا
دونوں کوتاہ ہوئیں بحر طویل اور مدید

تو وہ ممدوح معرف ترے شاہان زمن
میں وہ مداح کہ قائل مرے سحبان و لبید

تجھ سے آرائش مخلوق خدا کا ایجاد
مجھ سے آرائش انداز سخن کی تجدید

ہیں سپہ دار ہزاروں ترے منقاد و مطیع
سیکڑوں اہل سخن، سحر بیاں میرے مرید

اس طرح حکم میں تیرے نہیں ہوتا اہمال
جس طرح شعر میں میرے نہیں ہوتی تعقید

تجھ کو شایاں ہے مری رتبہ فزائی کے امور
مجھ کو زیبا ہے تری مدح و ثنا کی تمہید

نہیں جنچتے مجھے اشراقی و مشائیں کچھ
تھے فلاطون و ارسطو مرے شاگرد رشید

ہے وہ ٹکسال سے باہر جو کسوٹی نہ چڑھے
نقرۂ ماہ نہ لوں لیں نہ طلائے خورشید

شاہ سے مرتبہ و منصب و خلعت کی عطا
داغ سے مرحمت نعمت شاہی کی رسید

بن گیا داغ حزیں کا دل پر داغ ایسا
جس طرح پھولوں سے گلزار بنے قبر شہید
خسروا تجھ سے پہنچتی ہے زمانے کو مدد
تو موید ہے من اللہ برائے تائید
شاہ کا لطف و کرم اس کے لئے ہے درکار
سب ہیں آسودہ نمک خوار قدیم اور جدید
خاک میں جان ہے ایسی کہ نہیں اس کا عجب
زندہ ہو جائیں اگر زیر زمیں اہل عدم
نار دوزخ بھی بنے آج گلستان خلیل
اخگر سوختہ بھی ہوں گل گلزار ارم
بات کی شاخ میں بھی آج وہ ہے استحکام
توڑنا چاہیں تو ٹوٹیں نہ کبھی قول و قسم
اثر باد بہاری سے تعجب کیا ہے
گل فشاں صورت گلزار ہو نخل ماتم
ارض کو فوق سما پر ہے اسی موسم میں
کہ زمیں لوح زمرد ہے، فلک ہے نیلم
وقت انشاء اثر تازگی مضموں سے
شاخ سرسبز بنے ہاتھ میں کاتب کے قلم
خط گلزار ہو قرطاس پہ کھینچیں جو لکیر
ہو برنگ رگ گل ریشہ سوراخ قلم
ہے وہ بالیدگی سبزہ سر راہ گذر
زور سے جس کے اکھڑ جاتے ہیں رہرو کے قدم

شوخیِ رنگ سے مہندی کی ہے فق رنگ شفق
لالہ باغ پہ ہے لال پری کا عالم
کہیں طاؤس چمن کی ہے نوائے دل کش
کہیں آتی ہیں پپیہوں کی صدائیں پیہم
ہے کہیں گل کی مہک تو کہیں بلبل کی چہک
کوک کوئل کی ہے ارگن سے بھی خوشتر ہر دم
نکہت گل کا اثر ہو نفس مطرب میں
گائیں اس فصل میں گر راگ کلی اہل نغم

بھینی بھینی ہے وہ خوشبو کہ معطر ہو دماغ
ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں ہیں کہ دل ہو خرم
بو سے لیتا ہے شگوفے کے شگوفہ کھل کر
شاخ سے شاخ گلے ملتی ہے کیا کیا باہم
روز ہر باغ میں ہیں گل بدنوں کے جلسے
چندریاں ساڑیاں سرخ اس پہ ترشح کم کم
یہ ہے موجود وہ معدوم، یہ تازہ وہ کہن
باغ محبوب کہاں اور کہاں باغ ارم
بزم عشرت کا عجب رنگ ہے اس موسم میں
گاتے ہیں گونڈ ملار اہل طرب اہل نغم
سبحہ سیارہ کو بھی یمن و شرف حاصل ہے
معتدل آج کے دن چاروں عناصر باہم

نہ ہے گرمی نہ کہیں حد سے زیادہ سردی
حیدر آباد میں ہے فصل کا ایسا عالم

روز نو روز ہے وہ فرخ و مسعود و سعید
کہ زحل کی بھی سعادت نہیں برجیس سے کم

عکس بھی اس کا کرے بیضہ فولاد کو چور
بیضہ بازی نوروز ہے وہ مستحکم

آج وہ قدر ہے ان کے جو مقابل کیجے
تاج پرویز کے موتی نہ خریدے عالم

بیضہ مرغ کو گر بیضہ گردوں سے لڑائیں
خط محور سے لکیر اس میں ہو ثابت ہر دم

شور ہے قلقل مینا کا چلو آؤ پیو
مغ بچوں نے بھی مچا رکھی ہے کیا کیا اودھم

لائے مے خانے پہ کیا آج قدم ہی پھسلے
پھسلے مومن کا جو ایمان تو ہندو کا دھرم

محو و بیخود بھی کوئی آپ سے اٹھ سکتا ہے
محفل عیش میں جم جائے یہاں بیٹھ کے جم

جشن نو روز ہے دربار شہہ والا ہے
اہل دربار ہزاروں ہیں یہاں کم سے کم

منصب و خلعت و جاگیر خطاب و خدمت
خیر خواہوں کو عطا آج ہوئے ہیں پیہم

عکس بھی نذر گزاروں کا ہوا نذر گذار
جا بجا آئنے ایوان میں ہیں تہ آدم

شاہ کے نام سے ہوتی ہے محبت پیدا
کیوں نہ محبوب دل خلق ہو اسم اعظم
نام لیجئے اگر اس کا تو اسی دم کھل جائے
عقدۂ کار ہو کیسا ہی جو دشوار و اہم
خسرو نام ور و بادشہہ نام آور
شان میں جس کی کیا داغ نے مطلع یہ رقم

مطلع ثانی

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم
میر محبوب علی خان شہہ فرخندہ شیم
مالک مملکت و مال و منال و نکہت
صاحب دبدبہ و طنطنہ و جاہ و حشم
کوکب ملک دکن ماہ منیر دولت
مہر و اقبال و حشم چشم و چراغ عالم
بخت و اقبال و دماغ و گہہ و دل روشن
فہم و ادراک و ذکا و عمل و علم و علم
جس کے جلوے سے چمک مہر جہاں تاب کی ماند
جس کے چہرے سے دمک ماہ فلک کی مدھم
بذل میں' عدل میں ہے حاتم و کسریٰ کی مثال
رزم میں بزم میں ہے ثانی اسکندر و جم

ایسی سطوت ہے کہ تھراتے ہیں اہل آزار
موت بھی ڈھونڈتی ہے اپنے لئے راہ عدم

شاہ کا حرف سیاست جو ہوا ہے مشہور
خوف سے دانت نکالے ہوئے ہے سین ستم

ہیبت شاہ سے کہسار ہیں پانی پانی
اگر آذر بھی تراشے کبھی ترشے نہ صنم

بازوئے باز میں ہو پرورش بچہ قاز
اور بزغالہ کو آغوش میں پالے ضیغم

گنج سلطان کی اگر دیکھ لے کثرت قاروں
تو وہیں ہاتھ دوالے کے نکل جائے بھرم

اے زہے جود کہ ہے خوان عطا خوان خلیل
اے زہے فیض کہ ہے دست سخا ابر کرم

قدر ایسی ہے سپاہی کی جو پاتا یہ دور
چھوڑ کر خدمت کاؤس کو آتا رستم

نیکیاں شاہ کی لکھی ہیں ازل میں جو بہت
کچھ تعجب نہیں فرسودہ ہوں گر لوح و قلم

مدح حاضر میں لکھ اے داغ وہ مطلع بے مثل
سن کے احسنت کہے جس کو زبان عالم

مطلع ثالث

کیا عجب ناموری سے تری اے بحر کرم
فلس ماہی پہ ترا سکہ ہو مانند درم

Mehtab-e-Dagh ebook | Search

جمع ہیں ایک تری ذات میں کتنے اوصاف
بذل و انصاف و ہنر پروری و لطف و کرم

نور ایماں سے وہ روشن ہے دل پاک ترا
دیکھے یہ جلوہ تو پروانہ بنے شمع حرم

اور بھی دوسری پیدا ہو برابر کی اجل
ملک الموت بھرے گر تری تلوار کی دم

تو جو چاہے نہ رہے دھر میں کھٹکا باقی
ماہی بحر کا بھی خار سے خالی ہو شکم

گر کسی نرخ پہ ٹھہرے تری جنس حسنات
تو فرشتوں کو یہ لالچ ہو کریں بیع سلم

ہے دم معرکہ حاصل تجھے وہ استقلال
قطب تارے کی طرح سے نہ ہٹے تیرا قدم

کعبہ مقصد آفاق ہے تیرا دیدار
مردم دیدہ ہوں قرباں صفت طوف حرم

تیرے ہی دست سخاوت کی کرامت کہئے
یوں جو بے پاؤں کے چلتا ہے زمانے میں درم

تیر حکمی ہے ترا حکم کہ ٹلتا ہی نہیں
قدر انداز ہے تو مثل قضائے مبرم

تیرے بدخواہ کو ہر طرح سے غمگیں پایا
اس نے الٹا بھی الم کو تو ملا وہ ہی الم

حشر تک قبر عدو سے یہ صدائیں آئیں
ہائے غم وائے الم ہائے غضب وائے ستم

یوں ہے مردود عدو بارگہ عالی سے
جس طرح رکھ نہ سکے چرخ پہ ابلیس قدم

سامری فن بھی عدو ہو تو نہ ہو سکا اس کا گذر
چوب درباں میں ہے موسیٰ کے عصا کا عالم

ہے ازل سے یہ ترے در کا سلامی شاہا
پشت ہے پیر فلک کی اسی تسلیم سے خم

دخل کیا ہو جو ترے عہد میں کوئی برباد
کہ پرکالہ کو رکھتی ہے بھو کر شبنم

حیدر آباد ہے جنت سے سوا دارالامن
کھا کے گندم نہ یہاں سے کبھی نکلے آدم

تعریف اسپ

شہ کے اسپ کی کیا تیز روی ہو تحریر — ہاتھ سے کاتب اعمال کے چھٹتا ہے قلم
صورت کاغذ بادی وہ اسی دم اڑ جائے — کھینچئے گر صفحہ قرطاس پہ نام اس کا رقم
خامہ کاغذ پہ نہ پہنچے کہ یہ مانند خیال — طے کرے آن میں صد دور محیط عالم
چاٹ لے خاک قدم کی اگر اس کے وہ کبھی — پشت ماہی پہ جمے گاو زمیں کا نہ قدم

جائے سکہ جو ترے اسپ کی صورت ہوتی
گنج قاروں میں ذرا نام کو تھمتا نہ درم

تعریف فیل

فیل وہ فیل جسے کوہ جواہر کہئے
رود الماس ہیں دانت اور بدن ہے نیلم

وقت رفتار ڈھلتا ہے دل گلو زمیں
مست ہو کر جو چھٹے وہ تو ہو عالم برہم

چلتے چلتے جو ٹھہر جائے پڑے بوجھ ایسا
ماہی زیر زمیں کا بھی تو دھس جائے شکم

سرمہ چشم ہے رنگ اس کا مگر صانع نے
جبل طور تراشا ہے ز سر تا بقدم

مدحت خسرو آفاق ہو کیوں کر پوری
اتنی طاقت نہ زباں میں ہے نہ یارائے قلم

سایہ عاطفت شاہ دکن ہے جب سے
کھاتے ہیں قیصر و فغفور مرے سر کی قسم

باب عالی کی حضوری سے وہ حاصل ہے شرف
جی میں آتا ہے کہ خود چوم لوں میں اپنے قدم

اے جبیں فرش رہ خسرو دوراں بن جا
اے سحر عجز چل اس راہ میں تو بن کے قدم

اے زباں ہو تو ثنا ساز و ستائش پیرا
اے دھن تو بھی ہو مداح خدیو عالم

اے جگہ تجھ کو میسر رہے انوار جمال
اے مژہ دست دعا بن کے دعا کر پیہم

حوصلہ میری دعا کا تو یہی کہتا ہے
اور اونچا ہو کسی طرح سے عرش اعظم

وہ دعا جس سے ہوئی زینت گفتار و کلام
وہ دعا جس سے مشرف ہوئے قرطاس و قلم

وہ دعا جس کو فرشتے کہیں سن کر آمین
وہ دعا حرز دل و قوت جان آدم

وہ دعا جس کے شجر سے ہیں حجر تک مشتق
وہ دعا جس کا اثر آج ہے عالم عالم

وہ دعا یہ ہے خدا تجھ کو سلامت رکھے
تخت شاہی پہ رہے شاد بصد ناز و نعم

تجھ کو اے ظل خدا عیش خدائی کا ملے
تیرا حامی و مددگار رہے شاہ امم

خضر و الیاس و مسیحا سے بھی ہو عمر دراز
قیصر و خسرو و جم سے ہو سوا جاہ و حشم

زیر فرماں حکومت رہے ربع مسکوں
اور منقاد رہیں اہل عرب، اہل عجم

اس دعا گو کی دعائیں ہوں الٰہی مقبول
داغ مداح رہے مورد الطاف و کرم

قصیدہ در تہنیت عید الفطر و مدح اعلیٰ حضرت بندگان تعالی متعالی حضور پر نور رستم دوراں افلاطون زماں سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ السلطان ابن السلطان میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

ہے عید کے دن دل کشا' صحن زمیں سطح فلک
اے حبذا صل علیٰ' صحن زمیں سطح فلک

پاک ابر رحمت نے کیا' صحن زمیں سطح فلک
ہے شامل اہل صفا' صحن زمیں سطح فلک

رخصت سے ماہ صوم کی' بدلے یہ تحت و فوق بھی
عید آتے ہی کچھ اور تھا' صحن زمیں سطح فلک

ہے عید کا ساماں دو چند' آئینہ ہوں پست و بلند
کر صاف اے باد صبا' صحن زمیں سطح فلک

ہر ذرہ اک خورشید ہے' خورشید کو بھی عید ہے
ہے کس قدر رونق فزا' صحن زمیں سطح فلک

خوش جیسے آدم زاد ہیں' قدسی بھی سب دل شاد ہیں
ہے عید سے کیا پرفزا' صحن زمیں سطح فلک

یہ سبز سبزے سے پری، رنگ آسماں کا اخضری
تختہ زمرد کا بنا، صحن زمیں سطح فلک

یہ سبزے کی روئیدگی، اللہ رے بالیدگی
ہر برگ بڑھ کر ہو گیا، صحن زمیں سطح فلک

اس میں کھلے گلہائے تر، اس میں ستارے جلوہ گر
ہے اک بساط خوشنما، صحن زمیں سطح فلک

ہم رنگ مئے گل کا ورق، تو زعفرانی ہے شفق
عشرت فزا فرحت فزا، صحن زمیں سطح فلک

ہے خوشہ گندم یہاں، ہے خوشہ پرویں وہاں
ساماں کیا کیا رزق کا، صحن زمیں سطح فلک

دربار آصف جاہ ہے، روشن جمال شاہ ہے
جلوے سے جس کے بھر گیا، صحن زمیں سطح فلک

فرش منقش سے عیاں، اک چاندنی کا سا سماں
ہے آج کیا کیا خوش نما، صحن زمیں سطح فلک

روشن ہیں فرشی جھاڑ ادھر، عقد ثریا ہے ادھر
پرنور اک اک سے ہوا، صحن زمیں سطح فلک

مسند نشیں ہے بادشا شہہ، ہے شامیانہ رشک مہ
کیونکر نہ اترائیں بھلا صحن زمیں سطح فلک

وہ شاہ کا نور نظر، پرتو سے جس کے سربسر
شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ، صحن زمیں سطح فلک

بحر کرم ہے موج پر، سلطاں کا طالع اوج پر
کرتے ہیں فخر اس کا بجا، صحن زمیں سطح فلک

اس کو ہو تمکیں تخت سے، اس کو تجلی بخت سے
تھے درحقیقت ورنہ کیا، صحن زمیں سطح فلک

محبوب سلطان دکن، ہے ظل رب ذوالمنن
پرتو سے جس کے پرضیا، صحن زمیں سطح فلک

مطلع بہ مضمون وسیع، اک لکھوں باشان رفیع
جس پر ہوں شیدا و فدا، صحن زمیں سطح فلک

مطلع ثانی

چمکا فروغ شہہ سے کیا، صحن زمیں سطح فلک
اب ہے جبین مہ لقا، صحن زمیں سطح فلک

اول تو تیرا مرتبہ، پھر اس پہ تیرا حوصلہ
اتنا بڑا جتنا بڑا، صحن زمیں سطح فلک

اس پر ترا نقش قدم، اس پر ترا خط علم
کیسا نگاریں بن گیا، صحن زمیں سطح فلک

یہ تیرے گوہر کے لئے، وہ تیرے اختر کے لئے
اس واسطے پیدا کیا، صحن زمیں سطح فلک

گوہر کی اس میں آب ہے، اختر کی اس میں تاب ہے
روشن ہیں اپنی اپنی جا، صحن زمیں سطح فلک

بدخواہ کی ہیں تاک میں، مل کر ملائیں خاک میں
ہیں گرچہ ظاہر میں جدا، صحن زمیں سطح فلک

قہر عدو ہو اس میں گر، سر پر گرے وہ ٹوٹ کر
پاتے نہ کیوں نشوونما، صحن زمیں سطح فلک

منظور ہو گر شاہ کو، پیسیں سر بدخواہ کو
ل کر برنگ آسیا، صحن زمیں سطح فلک

شاہ دکن کی نیکیاں، لکھی نہ جائیں بے گماں
گر صفحہ ہو قرطاس کا، صحن زمین سطح فلک

یوں شہہ کا قلب صاف ہے، یوں پاک یوں شفاف ہے
جیسے پس ابر و ہوا، صحن زمیں سطح فلک

وسعت سے قلب شاہ کی، کوئی کرے کیا رو کشی
چھوٹے ہیں ذرے سے سوا، صحن زمین سطح فلک

کیسے پلنگ و شیر نر، لے نسر طائر کی خبر
دو صیدگہ ہیں جابجا، صحن زمیں سطح فلک

دست کرم ہے زرفشاں، بخت رسا اختر نشاں
ان دولتوں نے بھر دیا، صحن زمیں سطح فلک

گم ہو گئی ہے مفلسی، محتاج بھی ہیں اب غنی
کیوں کر ہوں بے برگ و نوا، صحن زمیں سطح فلک

دست سخاوت دیکھ کر، پھیلا ہوا ہے کس قدر
ہے دامن حرص و ہوا، صحن زمیں سطح فلک

اس دور میں علت کہاں، ہے جابجا امن و اماں
رکھتے ہیں تاثیر سفا، صحن زمیں سطح فلک

آب و ہوا کا ہے اثر، پھیلی ہے حکمت کس قدر
خود ہیں اشارات و شفا، صحن زمیں سطح فلک

عالم میں تیری خوبیاں، آخر سماں گی کہاں
کیا بڑھ کے ہو گا چوگنا، صحن زمیں سطح فلک

تعریف اسپ

وہ اسپ شہہ چالاک ہے، بجلی سی جس کی دھاک ہے
اک آن میں طے کر گیا، صحن زمیں سطح فلک

جب گرم ہو تیرا سمند، اڑ جائے سب پشت و بلند
ہے اس کے آگے چیز کیا، صحن زمیں سطح فلک

گشت سمند باد پا، گر ہو نہ دم میں جابجا
بے کار ہے کس کام کا، صحن زمیں سطح فلک

نعل سم توسن یہاں، ظاہر مہ نو ہے وہاں
روکش ہی کیا کیا دیکھنا، صحن زمیں سطح فلک

در تعریف فیل

ہاتھی بھی ایسا زور مند، اس پر عماری بھی بلند
نیچا ہوا اونچا ہوا، صحن زمیں سطح فلک

یہ سرخ وردی فوج کی، جس وقت عکس افگن ہوئی
مانند لالہ کھل گیا، صحن زمیں سطح فلک

مشق قواعد جب ہوئی، لشکر سے ایسی گرد اڑی
آپس میں اکثر مل گیا، صحن زمیں سطح فلک

خاک غبار مدعی ہے چرخ تک پھیلی ہوئی
چوڑا ہو یارب تا کجا، صحن زمیں سطح فلک

فوارۂ خون عدو، کیا جوش زن ہے چار سو
مثل شفق رنگیں ہوا، صحن زمیں سطح فلک

دے کر دعا اے داغ اب، تاثیر کر حق سے طلب
باندھا کرے گا تاکجا، صحن زمیں سطح فلک

اے بادشہہ سر پر ترے، اس نور کا سایہ رہے
جس نور سے پیدا ہوا، صحن زمیں سطح فلک

ہو ربع مسکوں پر عمل، آئے نہ تا گردوں خلل
تیرے ہوں اے ظل خدا، صحن زمیں سطح فلک

زر کے یہاں انبار ہوں، حاصل وہاں انوار ہوں
پھیلا کے دامن دیں دعا، صحن زمیں سطح فلک

سر پر ترے بدخواہ کے، انگارے برسیں چرخ سے
اس کو ہو دوزخ سے سوا، صحن زمیں سطح فلک

خاک تن بد خواہ سے، دشمن کے دود آہ سے
بن جائے یا رب دوسرا، صحن زمیں سطح فلک

اس شش جہت میں یا خدا، ہو دور دورا شاہ کا
ہو زیر حکم بادشاہ، صحن زمیں سطح فلک

یہ بادشا دائم رہے، یہ سلطنت قائم رہے
جب تک رہیں حاجت روا، صحن زمیں سطح فلک

قصیدۂ در تہنیت عید اضحیٰ بنام اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی حضور پرنور رستم دوراں افلاطون زماں سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ السلطان ابن السلطان میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

شب کو میں فکر میں تھا خلوتی خلوت گہ
جلوۂ شاہد معنی نظر آیا ناگہ

بارک اللہ زہے حسن کہ دل ہو بے تاب
لوحش اللہ خہے جلوہ کہ ٹھہرے نہ نگہ

رنگ وہ رنگ نہ پائیں گل و ریحاں جس کو
نور وہ نور کہ پہنچے نہ جسے مہر نہ مہ

اس پری چہرہ خوش انداز کا وہ حسن و جمال
حور بھی جس کو کہے دیکھ کے ماشاء اللہ

غمزہ وہ تیر کہ نخچیر ہوں ترکاں ختن
عشوہ وہ سحر کہ تسخیر ہوں گردان ہراہ

عشوہ وہ ناوک دل دوز نہیں جس سے اماں
غمزہ وہ تیغ جہاں سوز نہیں جس کی پناہ

شوخ گفتار کہ بلبل بھی کہے صلی علی
تیز رفتار کہ محشر بھی کہے بسم اللہ

بانکے انداز سے کیا ترچھی ادائیں روکش
ہو گیا گوشہ ابرو سے طرف طرف کلاہ

سرو و شمشاد و صنوبر سے بھی زیبا قامت
سرخ تر لالہ گل سے بھی قبا اور کلاہ

تن نازک کو گراں ہو جو چھوئے۔ باد صبا
چہرۂ صاف ہو میلا جو پڑے گرد نگاہ

نوک منقار سے لے فصد رگ گل بلبل
اک نزاکت کا ہو سودا اگر اس کو ناگاہ

رخ پرنور وہ روشن ہے کہ جس کے آگے
مہر تاباں ہو توا ماہ مبیں خال سیاہ

اللہ اللہ وہ تجلی ہے رخ روشن کی
دیکھ کر سورۂ والشمس پڑھیں اہل اللہ

دولت حسن کی کرتی ہیں حفاظت زلفیں
اس خزانے کے نگہبان ہیں یہ دو مار سیاہ

اس کے عشق رخ پرنور کا دل شاہد ہے
اس کے حسن نظر افروز کی آنکھیں ہیں گواہ

اس کی خوشبو سے معطر ہے دماغ و دل و جان
اس کے رنگ گل رخسار سے رنگیں ہے نگاہ

شوخیوں میں وہ شرارت کہ الٰہی توبہ
چتونوں میں وہ قیامت کہ عیاذاً" باللہ

ترک چشم ایک جفا ساز ہے یا ترک فلک
فوج مژگاں ہے کہ چنگیز کی خوں ریز سپاہ

نرگس چشم کی تسخیر بعینہ جادو
خط عارض میں سراسر اثر مہر گیاہ

ساتھ لاکھے کے وہ مسی کی دھڑی اس لب پر
شفق شام و شب وصل بہم سرخ و سیاہ

رخ پرنور ہے خورشید' تو ابرو ہیں ہلال
جوہر فرد دھن ہے تو کمر تار نگاہ

دل کو اس چار زنخداں سے وہی اندیشہ
پہلے گرنے سے جو یوسف کو خطر تھا لب چاہ

سامعہ اس کی حکایت سے بشارت اندوز
باصرہ اس کے نظارے سے منور دل خواہ

نہ وہ بے رحم' نہ بے درد' نہ بے مہر و دغل
صاف چہرے سے ٹپکتے تھے وفا اور نباہ

ہوش افزا' طرب افزا' خرد افزا کیا کیا
حیلہ و مکر و دغا تھے یہ جفائے جانکاہ

لطف و اخلاص و محبت سے نہایت رغبت
کینہ و بغض و عداوت سے بغایت اکراہ

مہربانی سے وہ دے. اس کو دلاسا کیا کیا
حال دیکھے کسی مشتاق کا اپنے جو تباہ
اپنے ہاتھوں سے بڑھائے اسی جانب دامن
دست مشتاق پڑے گر کسی صورت کوتہ

حور جنت یہ مگر عالم اسباب میں ہے
وصل اس کا ہے ثواب اور فراق اس کا گناہ

اس کی شوخی وہ قیامت کہ جسے دیکھتے ہی
لوٹ جائے دل مشتاق' تڑپ جائے جگہ

میں نے دیکھا جو یہ جلوہ نہ رہے ہوش بجا
لب سے نالہ' دل بیتاب سے نکلی اک آہ

متحیر و متعجب متفکر ہو کر
اڑ گئے ہوش کہ یہ کون ہے یا بار الہ

دل ربائی کے سب انداز ادائیں دل کش
اس سے پوچھا کہ ترا نام ہے کیا کر آگاہ

زہرہ ہے یا ہے قمر برق ہے یا ہے خورشید
حور ہے یا ہے پری جلد بتا دے للہ

زیر لب ناز و ادا سے متبسم ہو کر
اس نے یہ مجھ سے کہا میں ہوں نوید دل خواہ

بے خبر تجھ کو خبر بھی ہے کہ عید آئی ہے
عید حج کہتی ہے اس عید کو سب خلق اللہ

حج ہے کیا چیز یہ وہ چیز ہے وہ نعمت ہے
مدت العمر کے ہو جاتے ہیں سب عفو گناہ

نہیں عالم میں خوشی حج کی خوشی سے بڑھ کر
کہ مسلمانوں کو دیتا ہے یہ دولت اللہ

آئے ہیں کے میں باہر سے مسافر لاکھوں
اہل اسلام کا کیا جوش ہے اللہ اللہ

حق تعالیٰ کو ہوا جلوہ احرام پسند
ایک ہی وضع ہے درویش سے تا شاہنشاہ

نیت عمرہ سے احرام کسی نے باندھا
اور یہ شوق کہ طے جلد ہو تنعیم کی راہ

شور لبیک کہیں ہے تو کہیں شغل درود
بانگ تکبیر کہیں ہے تو کہیں بانگ صلوٰۃ

سنگ اسود کا کبھی بوسہ کبھی لب پہ دعا
ہے طواف اور کبھی داخلی بیت اللہ

گشت کرتا ہے کوئی تن کے صفا مروہ کا
کسی مشتاق زیارت کی حرم پر ہے نگاہ

رہتے ہیں چاروں اماموں کے مصلے آباد
ہوتے ہیں ورد و صلوٰۃ آٹھ پہر شام و پگاہ

کوئی ہے دولت عقبیٰ کا خدا سے طالب
کوئی کہتا ہے مرے بخش دے اللہ گناہ

ظلمت پردۂ کعبہ ہے مگر سرمہ چشم
ہوتی ہے اہل زیارت کی منور جو نگاہ

چل کے کعبے سے ٹھہرتے ہیں منا میں شب کو
اور سوئے عرفات آتے ہیں پھر وقت پگاہ

فاصلے کعبے سے نوکوس کا ہے تا عرفات
اس میں نو لاکھ سے ہوتی ہے سوا خلق اللہ

ظہر کے بعد سے ہوتا ہے وہاں خطبہ شروع
عصر کے بعد سے لد جاتے ہیں خیمے خرگاہ

مسجد مزدلفہ میں بین منا و عرفات
بہر حجاج ہے اک رات کی وہ طاعت گاہ
پڑھتے ہیں ساتھ وہاں آکے عشا و مغرب
اہل حج کرتے ہیں تحمید و مناجات الہ

جب چلے مزدلفہ سے تو منا میں پھر آئے
تین دن کے لئے ہوتی ہے وہی منزل گاہ
رجم شیطان لعیں کے لئے کنکر مارے
پڑھ کے لا حول ولا قوۃ الا باللہ

شتر و دنبہ و بز ذبح ہوئے ہیں اتنے
آسماں شفقی رنگ بنی قرباں گاہ
قابل دید ہے بازار منا کی خوبی
اسلحہ اقمشہ اشیائے فراواں دل خواہ

ہفت اقلیم کے ہیں اطلاس و دیبا موجود
ہے یہ بازار کہ گلزار ہے رنگیں سر راہ
حج کے ارکان و مناسک کی یہی ہے تکمیل
کرتی ہے طوف حرم جا کے جو پھر خلق اللہ

یوں چلا قافلہ بطحی سے بسوئے یثرب
نغمہ پیرا و خوش الحاں ہیں حدی خواں ہمراہ
دل مشتاق کو یہ شوق کہ اڑ کر پہنچوں
مجھ سے پیچھے ہی رہے بڑھ نہ سکے پیک نگاہ

آمد آمد کی خبر سنتے ہی مہمانوں کی
رہتے ہیں لوگ مدینے کے سبھی چشم براہ

غل ہوا صلی علیٰ صل علیٰ کا پیہم
دور سے قبہ انور کو جو دیکھا ناگاہ

چاہئی روضہ اطہر کی زیارت کے لئے
پاک ہو اشک ندامت سے وضو کر کے نگاہ

چرخ اخضر ہے کہاں قبہ اخضر کا نظیر
ہفت افلاک نہیں جس کے مثال و اشباہ

کعبہ کرتا ہے طواف اس کا یہ ایسا ہے مقام
اس کے قدسی بھی مجاور ہیں یہ ہے وہ درگاہ

یہ مقام متبرک وہ ادب کی ہے جگہ
دل لرزتا ہے جہاں کانپتے ہیں پائے نگاہ

پہلے حمام کیا پھر وہیں بدلی پوشاک
سب بسے عطر میں یوں جیسے عروس و نوشاہ

مسجد احمد مرسل میں ہوئے سب حاضر
خاک اس مسجد انور کی ہوئی زیب جباہ

وہ نبی صلی علیٰ اس کا مزار اقدس
چادریں نور کی پڑتی ہیں جہاں شام و پگہ

واسطے نعت نبی کے متقاضی ہو کر
دل نے جب مجھ سے کہا میں نے کہا بسم اللہ

شان حضرت میں پڑھوں مطلع مقبول ایسا
سنتے ہی انس و ملک سب کہیں سبحان اللہ

فخر انسان و ملائک شہہ کونین پناہ
سیدی احمدؐ محبوب و حبیب اللہ

ملک ہو ملک ہو یا کوئی ملک ہو کہ ملک
زیرِ فرمان محمدؐ ہیں وہ ہے شاہنشاہ

ہے رخ و موئے مبارک ہی کے پرتو کا اثر
تا قیامت جو رہے گا یہ سفید اور سیاہ

قاب قوسین کا پایا ہے مقام عالی
اللہ اللہ رے یہ مرتبہ و رفعت و جاہ

آپ کی ذات ہے وہ ہادیٔ دین و ایماں
آگئے راہ پر اسلام کے لاکھوں گم راہ

آپ سا کون ہے عالم میں شفیق امت
کہ سوا رہتی ہے ماں باپ سے شفقت کی نگاہ

شافع روز جزا ہے وہی ذات اقدس
بخشوائیں گے وہی امت عاصی کے گناہ

آپ کی وجہ سے ہے دولت عقبیٰ حاصل
آپ کی وجہ سے فردوس بنا نعمت گاہ

ناتوانوں کو قوی دل جو کرے آپ کا لطف
لے اڑے کوہ کو بھی اپنی ہوا میں پر کاہ

صاحب علم لدن واقف اقرار خفی
حال کونین سے ہے قلب مطہر آگاہ

آپ ہی تو ہیں مددگار ملوک و ملکوت
آپ ہی شاہ دکن کے بھی تو ہیں پشت پناہ

شاہ وہ شاہ سکندر حشم و قیصر بخت
شاہ وہ شاہ فلک منزلت و کیواں جاہ

شاہ وہ شاہ حشمتِ تن و برز و بازو
شاہ وہ شاہ جہاں پرور و آفاق پناہ
شاہ وہ شاہ عطا پاش و خطا پوش و شفیق
شاہ وہ شاہ جہاں پرور و آفاق پناہ
آج دربار دُرر بار میں سب حاضر ہیں
شاہ زادے امرا اہل قلم اہل سپاہ
مدح سلطان میں پڑھوں مطلع روشن ایسا
رشک خورشید جہانتاب ہو جو غیرت ماہ

مطلع

خسرو ملک دکن پادشہ ظل اللہ — میر محبوب علی خان نظام آصف جاہ
مشتری جاہ و عطارد رقم و ماہ خدم — شاہ خورشید علم خسرو سیارہ سپاہ
شان وہ شان کہ بے قصد جھکے فرق نیاز — نام و نام کہ قرباں ہو دل خواہ مخواہ
عدل وہ عدل نہیں جس میں رعایت مطلق — بذل وہ بذل کہ لاکھوں ہوں عطا بحر رفاہ
لطف وہ لطف کہ ہوں رام رمیدہ خاطر — خلق وہ خلق کہ بدخواہ بھی ہوں نیکی خواہ
عزم وہ عزم کہ لے آن میں ربع مسکوں — نظم وہ نظم کہ عاشق کا بھی دل ہو نہ تباہ
جاہ و اقبال کو ہے ظل سعادت سے شرف — دست امید کو ہے دامن دولت میں پناہ
جس قدر بخت بلند اس قدر اقبال بلند — دل بھی اتنا ہی بڑا جتنا بڑا دامن جاہ
یہ فلاطون زماں ہے تو ارسطوئے زمن — حال روشن ہو اسے دیکھتے ہی نبض نگاہ
روبرو اس کے ہے سلطان سکندر ایسا — مختصر جیسے ہو درویش کا رخت بنگاہ
چشم ہر نقش قدم شوق میں وا رہتی ہے — جب گذرتی ہے سواری بہ تجمل سر راہ

نیزہ برداروں میں خورشید سے ہے تا مریخ
چتر برداروں میں برجیس سے لے کر تا ماہ

یہ وقار اور یہ تمکین یہ جمال اور یہ حسن
روکشی اس سے کرے کب ہے مجال بدخواہ

مہر پرنور کہاں اور کہاں ذرۂ خاک
کوہ البرز کہاں اور کہاں جثہ کاہ

ڈھونڈ کر تیرگی بخت مٹا دیتا ہے
اس لئے روز جلاتا ہے فلک مشعل ماہ

خیر خیرات ہے انعام میں جاگیریں ہیں
چشم بددور یہ سرکار ہے کیا عالی جاہ

صرف خاص اور ملازم ہیں جو دیوانی کے
سب کو اتیسویں دن ملتی ہے پوری تنخواہ

قید ہر امر زبوں کی ہے یہاں تک منظور
اڑنے پائے نہ کبھی ملک میں جھوٹی افواہ

مدح حاضر میں پڑھوں مطلع ثانی ایسا
سب کہیں اہل زباں سنتے ہی اک مرتبہ واہ

مطلع ثانی

خون اعدا جو بہائے تیری خوں ریز سپاہ
وہ اٹھے موج کہ طوفاں زدہ ہو کشتی ماہ

جنگ اسکندر و دارا میں قواعد یہ کہاں
ایک بازی گہ اطفال تھی وہ معرکہ گاہ

مانتے ہیں اسے سب روم سے تا انگلستان
یہ جری اور یہ باقاعدہ ایسی ہے سپاہ

چاند ماری نہ سمجھ جائیں اسے اہل تفنگ
چرخ ڈرتا ہے جو پڑتا ہے کبھی ہالہ ماہ

تیغ سے فوج ظفر موج کے کانپ اٹھے برق
تنق گرد سے لشکر کے ہو گرد ابر سیاہ

پھل ہے شمشیر سیہ تاب کا یا بال پری
حلقہ جوہر کا ہے یا حور کی ہے چشم سیاہ

گر دم معرکہ ہو تیغ شہنشاہ علم
اسد و ثور فلک کو نہ ملے جائے پناہ

ضرب شمشیر سے ہر وقت لب اعدا پر
نالہ با نالہ ہر دم ساز اگر آہ بہ آہ

کہیں رکتی ہی نہیں کرتی ہے اک وار میں دو
آہن و سنگ سبھی مانگتے ہیں اس سے پناہ

اس کے جوہر کو وہ دیکھے نظر بد سے اگر
چشم اختر میں اتر آئے وہیں آب سیاہ

خوف سے عجز سے لے دانتوں میں تنکا سنجر
رکھ دے فغفور سر معرکہ قدموں پہ کلاہ

گمہ کرم سے ہو جاتے ہیں دشمن فی النار
اڑتے ہیں مثل شرر فرق شریر و بدخواہ

دیکھ کر صورت بدخواہ خود ابلیس لعیں
کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ

فیل وہ شام برن اور وہ شب رنگ ہے اسپ
سایہ پڑ جائے جو ان کا رخ کافر ہو سیاہ

کان تک اس کے جو پہنچے ترک اشقر کی صہیل
بھاگ جائے اسد چرخ بھی مثل روباہ

اثر اپنا جو کرے شاہ کی نیت کا پھل
کیا تعجب ہے جو مثمر ہو ہر اک برگ گیاہ

ماہی زیر زمیں بھی جو لگائے غوطہ
نہ ملے اس کو ترے بحر سخاوت کی تھاہ

کیوں نہ مخلص ہو رعایا کہ دلوں پر ان کے
لکھ دے جب سورۂ اخلاص ترا کلک نگاہ

نور ایماں کے لئے قلب ترا ظرف وسیع
فیض یزداں کے لئے سینہ ترا منزل گاہ

تجھ کو مسعود و مبارک ہو شہا عید سعید
مدعی خوار رہیں شاد رہیں دولت خواہ

قلزم فکر میں اب غرق ہوا جاتا ہوں
ڈال دے مجھ کو کنارے پہ تری موج نگاہ

کس طرح اس سے ادا ہوں تیرے پورے اوصاف
ہے زباں خامے کی میری بھی زباں سے کوتاہ

داغ کی ہے یہ دعا تیرے مساعد ہوں مدام
بخت و اقبال و حشم سلطنت و دولت و جاہ

قصیدہ در مدح نواب سکندر جنگ اقبال الدولہ
اقتدار الملک وقار الامرا بہادر دام اقبالہم

نواب ہے تو نشان اقبال اقبال جہان' جہان اقبال
اقبال الدولہ نام آور ہے روح و روان و جان اقبال
ہے زینت خاندان شوکت ہے رونق خانمان اقبال

تیرے ہی نصیب کی قسم کھائے بخشا تجھے ارمغان اقبال
وہ دیکھ لیں تیرا مصحف رخ لیں فال جو نکتہ دان اقبال
پیشانی اگر ہے آسماں قدر خط اس پہ ہے کہکشان اقبال
دیدار امیر ہے فرح بخش سرمست ہیں مے کشان اقبال
ہاتھ آئے نہ کیوں گل تمنا گلزار ہے بوستان اقبال
اسکندر و جم کا سر جھکا دے سرور ترا آستان اقبال
چٹکی میں تری خدنگ نصرت مٹھی میں تری کمان اقبال
تو گوہر کان سروری ہے تو اختر آسمان اقبال
دیکھا تجھے جس نے بول اٹھا کہتے ہیں اسی کو شان اقبال
کہتے ہیں اسے قران سعدین تجھ سے جو ہو اقتران اقبال
القاب ترا جو ہم عدد ہے خوش حال ہیں ترجمان اقبال
دارا ہے کہاں کہاں سکندر ہو جائے اب امتحان اقبال
آنکھوں سے یہ کلتبان اعمال ہیں تیرے نگاہبان اقبال
کرتا ہے مطیع سرکشوں کو سرکار کا قہرمان اقبال
چرچا ہے ترا زباں زباں پر ہر لب پہ ہے داستان اقبال
گر جلمہ زر ہے تو ہے بے کار جب تک نہ ہو طیلسان اقبال
جب سے ہے گراں وقار کے پاس قیمت میں گراں ہے کان اقبال
کیوں دور نہ بھاگے اس سے ادبار ہشیار ہے پاسبان اقبال
لاکھوں میں تری ہی بندگی کا اقبال کرے زبان اقبال
اکسیر ہو خاک کو جو چھولے اللہ رے امتحان اقبال
بدخواہ جو ہو ترے مقابل نخچیر کرے سنان اقبال

ایوان و رفیع و سعد و فرخ گویا ہے اک آسمان اقبال
کہتے ہیں فلک نما اسی کو کس اوج پہ ہے مکان اقبال
اس کوہ پہ اس قدر عمارت معمور ہے اصفہان اقبال
ہر ایک ستوں ستون ثروت ہر صحن مکاں جہان اقبال
اے شاہ سوار اشہب جاہ قابو میں رہے عنان اقبال
اقبال ہے لازوال تیرا ہے فضل خدا ضمان اقبال
اقبال کی دیکھ کر ترقی کچھ کہتے ہیں رازدان اقبال
کونین کی نعمتیں ہوں موجود آراستہ ہو جو خوان اقبال
تا دور فلک رہے میسر یہ نعمت جاودان اقبال
اللہ کرے کہ تاقیامت دیکھے نہ کبھی خزاں اقبال
اقبال ترا ہو روز افزوں ہر آن سوا ہو شان اقبال
یاور ہو فروغ مثل اختر شوکت ہو معیں بسان اقبال
ہمت رہے ہم عنان دولت دولت رہے تو امان اقبال
سو پشت بہ پشت ہو امارت یوں طول کرے زمان اقبال
ہے باغ جہاں کا تازگی بخش تیرا ہی تو باغبان اقبال

دنیا میں ترے ہی دم قدم سے آباد ہے خانمان اقبال
محتاج بیاں نہیں ترے وصف میں کیا جو کروں بیان اقبال
گر زیر قدم ہے فرش دولت تو سر پہ ہے سائبان اقبال
گر زیر قدم ہے فرش دولت تو سر پہ ہے سائبان اقبال
برسوں کی مٹا دے کلفتوں کو مل جائے جو ایک آن اقبال
ساحل پہ لگا دے میری کشتی نواب کا بادبان ● اقبال

زیبا ہے اگر تجھے کہوں میں کیہان و خدایگان ابد
اولاد کی تو بہار دیکھے پھولا رہے گلستان اقبال
روشن مہ و مہر سے فزوں تر دن رات ہو دود ومان اقبال
حاصل ہو اسے بھی دولت عیش
یہ داغ ہے مدح خوان اقبال